بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات

آل عمران : ۷

دروس القرآن الحکیم

شیخ الاسلام محقق العصر حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

مرتبہ عبد الغنی عفا اللہ عنہ

جلد سوم

مکتبہ شمس الحق افغانی
شاہی بازار ، بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات

آل عمران : ۷

دروس القرآن الحکیم

شیخ الاسلام محقق العصر حضرۃ علامہ سید شمس الحق افغانی

مرتبہ

عبد الغنی عفا اللہ عنہ

جلد سوئم

مکتبہ شمس الحق افغانی

شاہی بازار ، بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذي أنزل عليك الكتاب منه آيات محكمات

آل عمران : ٧

دروس القرآن الحکیم

شیخ الاسلام محقق العصر حضرۃ علامہ سید شمس الحق افغانی نور اللہ مرقدہ

مرتبہ

عبدالغنی عفا اللہ عنہ

جلد سوم

مکتبہ سید شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

شاہی بازار ، بہاولپور

نام کتاب ــــــــــــ دروس القرآن الحکیم جلد سوم
افادات ــــــــــــ حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی
مرتب ــــــــــــ عبد الغنی عفا اللہ عنہ
مطبع ــــــــــــ
قیمت ــــــــــــ

فہرست

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دروس القرآن الحکیم جلد سوم کی اشاعت ہو چکی ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جلد سوم سورۃ فاتحہ کی تفسیر پر مبنی ہے۔ اس میں کل ۴۳ دروس ہیں جو انتہائی اہم مضامین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ سید شمس الحق افغانیؒ کو ایک خاص قوت گویائی عطا فرما رکھی تھی کہ آپ ہر مجلس اور ہر طبقے کو مد نظر رکھ کر بیان فرماتے حضرات علماء کرام اور دانشور طبقہ میں ان کے علمی مقام کے مطابق کچھ بلند ہو کر بیان فرماتے اور عوام الناس کی مجلس میں کچھ نیچے اتر کر بیان فرماتے یہ دروس بھی عوام الناس کو مد نظر رکھ کر بیان فرمائے گرچہ کہ آپکے درس میں ہر مکتب فکر کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات پابندی سے شامل ہوتے تھے مگر آپ بیان میں صرف عوام الناس کو مد نظر رکھتے جن میں ناخواندہ صاحبان بھی ہوتے تھے اس طرح آپؒ مشکل مسائل کو آسان لفظوں اور سادہ مثالوں سے بیان فرماتے۔ تو کہیں آپ حضرات کو کلام میں ربط نہیں ملے گا اور کہیں کہیں کلام میں تکرار پایا جائے گا اور کہیں تحریری قواعد کی پابندی نہیں ملے گی تو بندہ نے بھی انہی الفاظ اور ترتیب کو برقرار رکھا تاکہ روحانیت باقی رہے۔ نیز آپؒ چونکہ دور جدید کے تعلیم اور ثقافت کے نام سے مغربی فتنہ پر عقابی نظر

رکھتے تھے اس لئے آپ کے بیان میں عقلی پہلو بھی واضح ہوتا۔ تو آپ مستشرقین کے اعتراضات کا جواب قرآن و سنت کے علاوہ عقلی پہلو سے بھی بیان فرماتے تاکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو فائدہ حاصل ہو۔ اسی وجہ سے آپ کا کلام جدید تعلیم یافتہ حضرات میں بہت پسند کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ جو اغلاط اور خامیاں پائی جائیں انہیں بندہ کی طرف منسوب کریں اور مطلع فرما دیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں انکی درستگی کردی جائے۔

بندہ

عبدالغنی عفااللہ عنہ

درس نمبر ا

20 نومبر 1964ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلتِ سورۃ فاتحہ

بسم اللہ ختم ہوئی اب سورۃ فاتحہ شروع کرتا ہوں۔ لفظی ترجمہ ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے جو اعمال کی جزا کے دن کا مالک ہے۔ خاص تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور اگر کوئی مشکل آپڑے تو خاص تیری ہی مدد مانگتے ہیں۔ بتلادیجئے ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے انعام کیا۔ نہ ان کا جو تیرے غضب کیوجہ سے محروم ہوئے ہیں۔ (1) پہلی چیز سورۃ فاتحہ کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ قرآن سارا فضیلت ہے مگر بعض آیتیں بعض آیتوں سے فضیلت رکھتی ہیں ان میں سورۃ فاتحہ بھی ہے اس مسئلہ میں ظاہری اختلاف ہے کیا ایک آیت دوسری آیت سے فضیلت رکھتی ہے یا کہ سب برابر ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف لکھا ہے اور نقل کیا ہے مگر میں تطبیق دونگا کہ کوئی اختلاف نہیں۔ مثلاً ایک گروہ نے کہا کہ کوئی آیت دوسری سے افضل نہیں یہ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ عرف قاضی کی

رائے ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوالحسن عصری مالکی عقیدہ کے ماہر ہیں اور امام ہیں یعنی ان بزرگوں نے کہا کہ کوئی آیت دوسری آیت سے افضل نہیں۔ یعنی اگر ایک آیت کو افضل کہیں تو دوسری کو ناقص کہنا پڑیگا اور قرآن کی کوئی جز ہی ناقص نہیں۔ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قاضی ابوبکر بن عربی دو اور بہت سے محدثین اور متکلمین کی رائے ہے کہ ایک آیت دوسری آیت سے فضیلت رکھتی ہے۔ جنہوں نے کہا ہے کہ ایک آیت دوسری آیت سے افضل نہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ کلام اللہ ہونے میں سب برابر ہیں۔ اور معجزہ ہونے میں بھی سب برابر ہیں کہ پوری دنیا مل کر ایک آیت نہیں بنا سکتی۔ اور جن دوسرے بزرگوں نے کہا کہ افضل ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اجر و ثواب ہونے میں ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قرآن شریف کے ہر حرف تلاوت کرنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ الف لام میم تین حرف ہیں اس اجر میں پورا قرآن برابر ہے کہ ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں ملیں گی۔ آسمان کے نیچے ایسی کوئی کتاب نہیں جس کا اسکے برابر اجر ملے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے کہ اگر آدمی صبح سویرے قرآن پاک کی کچھ نہ کچھ تلاوت کرلے تو پوری دنیا سے زیادہ اجر ملے گا۔ جواہر القرآن میں ہے کہ

اگر تلاوت کرنے والا نور بصیرت والا شخص ہے تو جانے گا کہ ثواب کے لحاظ سے فرق ہے اور اگر نور بصیرت والا نہ ہو تو جانے گا کہ ثواب کے لحاظ سے برابر ہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آیت میں دنیا کا ذکر ہے اور دوسری یعنی آیۃ الکرسی وغیرہ دیکھ لو اس میں اللہ کے کمالات کا ذکر ہے تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کون ہے جو ان دونوں آیات میں فرق نہ کریگا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مثال فرماتے ہیں کہ ایک سورۃ میں ہے تَبَّتْ یَدَا اَبِی الخ کہ ابولہب کے ہاتھ برباد ہو جائیں تو یہاں گویا بد دعا کا ذکر ہے اور دوسری آیت ہے قُل ھُوَاللہ اَحَدٌ الخ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے کیا ان میں کوئی فرق نہیں ہے؟۔ خیر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چلکر لکھا ہے کہ اس ہستی سے پوچھنا چاہیئے جس پر قرآن نازل ہوا ہے کہ ایک دوسرے سے افضل ہیں یا نہیں۔ تفسیر روح المعانی میں ایک دوسرے سے افضل ہونے کی مثال ایسی دی گئی ہے کہ دو تختیاں سونے کی ہوں ایک تو صفا ہو اور دوسری پر موتی جڑے ہوئے ہوں اگر دونوں کا مقابلہ کیا جائے تو کہا جائے گا کہ سونے کی تو دونوں ہیں مگر موتی کی وجہ سے یہ تختی قیمتی بن گئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ الحمد للہ سے لیکر آخر تک پورا قرآن سونے کی تختی ہے لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے صفات و کمالات ذکر کئے ہیں وہ موتی والی تختی ہے۔ اور جو مخلوق کیلئے آیت

ہوئی وہ خالی سونے کی تختی ہوئی۔ جس آیت میں رب العزة اپنے
حالات ذکر فرمائیں وہ آیت لوگوں کی حالات والی آیتوں سے بہتر
ہے۔ اب سورة فاتحہ کیلئے ابو سعیدؓ بن معلی کی بخاری شریف میں ذکر
کرتا ہوں ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز نفل ادا کر رہا تھا کہ حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا۔ فارغ
ہونے کے بعد میں خدمت میں حاضر ہوا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیا عرض کی کہ میں نماز ادا کر رہا تھا
فرمایا کہ جب اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاوا آئے تو
جواب دیدیا کرو کیونکہ یہ نماز نفل تھی اور نبی کا بلاوا فرض ہے۔ یہ
شرعی مسئلہ ہے کہ نماز میں اگر نبیؐ بلاویں تو انسان بولدے ورنہ نہ
بولے تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلاَ اُعَلِّمُكَ اعظم سورة فی القرآن
قبل ان تخرج من المسجد کہ میں مسجد سے نکلنے سے قبل تم کو سارے قرآن
کی افضل سورة بتلا دوں جب آپ مسجد سے تشریف لے جانے
لگے تو میں نے یاد دلایا فرمایا کہ وہ سورة فاتحہ ہے یہ سات آیتیں سورہ
فاتحہ کی جو بار بار نماز میں دھرائی جاتی ہیں یہ سب آیتوں سے افضل
ہیں۔ یہ امام بخاری نے نقل کی ہے۔ اور ترمذی نے حضرت ابی
ابن کعبؓ سے نقل کی ہے کہ حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں خرج
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابی ابن کعب الخ حضرت ابی ابن
کعب وہ بزرگ ہیں جو قرآن کے سب سے بڑے عالم ہیں یہ نماز

میں مشغول تھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو جواب نہ دیا تو سلام کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی مذکورہ بالا بات ذکر فرمائی۔ پھر فرمایا کہ مسجد کے نکلنے سے پہلے قرآن میں سب سے اعلیٰ و اعظم سورۃ بتلادوں میں نے سوال کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نماز میں کیا تلاوت کرتے ہو عرض کی سورۃ فاتحہ آپ نے فرمایا کہ یہی سورۃ اعظم ہے۔ کسی آسمانی کتاب میں بمع قرآن شریف کے اس کے برابر کوئی سورۃ نہیں ہے۔ معلوم ہو گیا کہ آسمان سے جتنی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان سب سے افضل سورۃ فاتحہ ہے۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ تیسری حدیث صحیح مسلم سے نقل ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیلؑ انسانی شکل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اوپر سے سخت اونچی آواز سنی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر دیکھا تو فرمایا ھٰذا باب من السماء فتح الیوم لم یفتح قط آسمان میں مختلف دروازے ہیں جنکی گنتی معلوم نہیں مگر اس وقت ایک دروازہ کھلا ہے جو آج سے قبل پوری زندگی نہیں کھلا ہے اس سے ایک فرشتہ زمین پر آیا ہے یہ آواز اس فرشہ کی تھی وہ فرشتہ ساری زندگی میں زمین پر نہیں اترا۔ اس فرشتے نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو نور دیتا ہوں جو کسی اور نبیؑ کو نہیں دئے گئے

الا الیوم فنزل منہ ملک فقال ھٰذا ملک نزل الی الارض لم ینزل قط الا الیوم فسلم

ایک نور سورہ فاتحہ کا اور دوسرا نور خواتیم سورۃ بقرہ کا- ان دونوں سورتوں میں بندہ کا اللہ سے سوال کرنا ہے- خواتیم سورۃ بقرہ میں ہے کہ اے خدا اگر ہم بھول سے گناہ کرلیں تو ہم سے پکڑ نہ کر- اور یااللہ ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جو پہلی امتوں پر ڈالا گیا تھا- ہمیں معافی دے اور گناہ بخش دے- یہ خواتیم بقرہ کی آیتوں کا ترجمہ ہے فرشتہ نے کہا کہ زندگی میں ایک بار اترا ہوں اور دو نور لے آیا ہوں اور اللہ نے کہا ہے کہ جو شخص ان دو نوروں سے درخواست کریگا تو منظور و مقبول ہوگی -

مسلم شریف میں معراج کی حدیث میں ایک اور اضافہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے سفر معراج میں تین چیزیں ملی ہیں (1) پانچ نمازیں فرض ہوئی ہیں مگر ثواب پچاس کا ہے دوسری (2) چیز مجھے خواتیم سورہ بقرہ عطاء ہوئی ہے اور تیسری چیز جس میں امت محمدیہ کا کثیر فائدہ ہے وہ یہ ہے (3) کہ مجھ سے اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ تیری امت میں جو شرک نہ کریگا میں اس کو بخش دونگا- میں یہ مثال بیان کیا کرتا ہوں کہ شرک اتنی بڑی بری بلا ہے کہ اگر ایک مولوی کہے کہ یہ چیز شرک ہے اور 99 کہیں کہ شرک نہیں تو احتیاط کرے اور ایک مولوی کی بات پر عمل کرے- قرآن کہتا ہے کہ اللہ میاں ایک شرک کی بخشش نہ کریگا باقی سب کی بخشش کر دیگا اس کی مثال ایسی ہے کہ

فقال ابشر بنورین اوتیتهما لم یوتهما نبی قبلك فاتحة الکتاب وخواتیم سورة البقرة

ایک آدمی جنگل جا رہا ہو دوسرا آدمی کہے کہ اس راستہ پر سانپ ہے دو یا تین آدمی کہیں کہ سانپ نہیں تو اس میں احتیاط ضروری ہے۔ دیکھو میاں اگر ایک کام شرک نہ تھا اور مسلم نے ترک کر دیا تو کیا بات ہے اگر شرک نکل آیا تو کتنا بڑا نقصان ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سورۃ بقرہ کی خواتیم سورہ مدنیہ ہے مگر وعدہ مکہ میں ہو چکا تھا کہ معراج کی شب کو مل چکی۔ اب حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث بیان کرتا ہوں قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ جو نماز میں پڑھی جاتی ہے یہ میرے اور بندہ کے درمیان تقسیم ہے۔ اور جو بندہ نے مانگا ہے وہ ضرور ملے گا۔ یہ سورۃ ایسی ہے کہ اس کا کچھ حصہ اللہ کا ہے اور کچھ حصہ بندہ کا ہے گویا یہ سورۃ بندہ اور خدا دونوں میں تقسیم ہے حدیث میں ہے کہ جب بندہ الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ بندہ نے میری حمد ذکر کی ہے اور جب بندہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ بندہ نے میری ثناء کی ہے اور جب مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ بندہ نے میری عظمت بیان کی ہے پھر آگے والا حصہ خالص بندہ کا ہے اِھْدِنَا سے آخر تک خاص بندہ کا حصہ ہے کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے صرف ایک حصہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ مشترک ہے بندہ و خدا کے مابین۔ یہ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے بخاری شریف میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ کچھ صحابیؓ سفر

پڑھتے کہ اس علاقہ کے سردار کافر کو سانپ نے ڈسا ہوا تھا وہ علاج کر کے تھک گئے مگر فرق نہ ہوا تو کسی نے کہا کہ کچھ صحابیؓ آئے ہوئے ہیں شاید انکے پاس کوئی علاج ہو تو ایک صحابیؓ نے دم رکھا تو خیر آ گئی تو کافر سردار نے 30 بکریاں دیں تو وہ لے لی گئیں۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ آ کر پوچھا کہ کیا بکریاں جائز ہیں فرمایا تم نے کیا پڑھا تھا؟ عرض کی کہ سورہ فاتحہ کہا کہ کس نے بتلائی تھی عرض کی کہ جب سارے قرآن سے بہتر ہے تو میں نے دم کر دیا۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جائز ہیں کیونکہ اگر قرآن شریف کے ذریعہ علاج کیا جائے تو اجرت جائز ہے اگر پیسے لیکر ثواب کیلئے قرآن پڑھے تو یہ جائز نہیں ہے۔ اگر پیسے دیکر قرآن پڑھوایا جائے تو میت کو ثواب ملے گا نہ پڑھنے والوں کو اس لئے بہتر ہے کہ اپنے میل جول والوں سے قرآن کی تلاوت کروا لے۔ علامہ ابن العابدین نے 20 رسالہ لکھے ہیں ایک رسالہ خاص اسی بحث میں باندھا ہے اس میں ذکر کیا ہے کہ چاروں مذہب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر ثواب کیلئے تم قرآن پڑھو تو کچھ عوض نہ لو اگر علاج کیلئے پڑھو تو عوض میں کوئی چیز لینا جائز ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ جو آدمی فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ اکتالیس (41) مرتبہ تلاوت اول آخر تین بار درود شریف کریگا تو یہ شخص سورہ فاتحہ کا عامل بن گیا۔ اگر کوئی جائز

مشکل آپڑے تو اس وقت اسکے حل کا دل میں تصور کرے۔ اگر کوئی دم کرے تو یہ پڑھتا جائے انشاء اللہ العزیز معاملہ حل ہو جائے گا۔ پروگرام صرف اللہ کا چلتا ہے کسی کو یہ علم تھا کہ خروشیف روس کی وزارت عظمیٰ سے اتارا جائے گا۔ مگر کل وزیر تھا آج ایک عام شخص کی حیثیت رکھتا ہے سورۃ فاتحہ کا ایک نام ہے تعلیم المسئلہ یہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ یعنی درخواست دربار الٰہی میں دو۔ تو اس کا ایک طریقہ خود خدا نے فرما دیا کہ اے میرے بندے تم تو نااہل ہو تم کو تو مانگنے کا طریقہ بھی نہیں آتا میں تمہیں مانگنے کا طریقہ بتلاتا ہوں اس طریقہ کو اگر اختیار کرو گے تو میں راضی ہو جاؤں گا۔ دیکھو ہر رکعت میں اگر سورۃ فاتحہ تلاوت نہ کی جائے تو کام نہیں چلتا۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہ سورۃ بڑی عظمت و عزت والی سورۃ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی مہربانی فرمائی ہے کہ مانگنے کا طریقہ بتلا دیا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر دنیا کا بادشاہ ایک طریقہ بتلا دے کہ اگر اس طریقہ سے مانگا تو میں سب کچھ دونگا تو اگر اس طریقہ سے مانگا جائے تو اسکی قبولیت میں کیا شک ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو درخواست بیان فرمائی ہے اگر اسی طریقہ سے درخواست کی جائے تو منظوری میں کیا شک ہے۔

درس نمبر: ۲
22 نومبر 1964ء

دُعائی تفسیر

اس سے قبل درس میں سورۃ فاتحہ کا ذکر شروع ہوا تھا ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ الگ نماز ادا کرنے والے کیلئے اور امام کیلئے واجب ہے۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے ان کا فرق بتلاؤ! معنی یہ ہے کہ کوئی اگر الحمد لِلّٰہ نہ تلاوت کرے کوئی اور چیز تلاوت کرے تو اس نے واجب کو ترک کیا اور اگر عمداً تلاوت نہ کی تو مکروہ ہے۔ شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے بڑا تعلق تھا۔ حدیث حضرت عبادہؓ بن صامت کی کہ جس نے الحمد لِلّٰہ نہ تلاوت کی اس کی نماز نہ ہوئی۔ بس بات اتنی ہے کہ خدا کی بات فرض اور پیغمبرؐ کی واجب ہوتی ہے۔ مسلم شریف میں کلّ صلوٰۃ الخ جو نماز کہ سورہ فاتحہ اس میں تلاوت نہ کی جائے تو وہ نماز نماز مکمل نہیں بلکہ ناقص ہے۔

سورۃ فاتحہ کی دعائی تفسیر۔ یہی وجہ ہے کہ روح المعانی میں

کل صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فھی خداج

اس سورۃ کا نام دعاء ہے بہتر ہے کہ میں دعا کے متعلق کچھ کہہ دوں۔ پہلے زمانہ میں مسلمانوں کا قاعدہ تھا کہ اگر دین سیکھتے تو دعا کرواتے تھے اس دور میں ہندو بھی مسجد کے دروازہ پر یا مکان پر آکر بچوں وغیرہ کودم کرواتے تھے۔ دعا کی بڑی شان ہے دیکھو اگر انسان سے مانگیں تو وہ ناراض ہوتا ہے خاص کر بار بار مانگنے سے۔ لیکن اللہ میاں خوش ہوتے ہیں اور اگر بار بار مانگیں تو اللہ میاں زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ یہ اللہ اور انسان کے درمیان نمایاں فرق ہے۔ وللہ خزائن السمٰوٰت والارض آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ میاں کا ہے ایک دوسری چیز یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی شان و عظمت ہے۔ سلطان سکندر کے ہاں ایک سائل آیا پوچھا کہ کیا کہتے ہو کہا کہ ایک آنہ دو کہا کہ نہیں کیونکہ ایک آنہ دینا بادشاہ کی شان کے خلاف ہے۔ کہا کہ ایک لاکھ روپیہ دیدو کہا یہ تیری شان کے خلاف ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اتنی تھوڑی چیز مانگنے سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہوگا۔ جمع الفوائد کی روایت ہے کہ نمک بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو بعض انسانوں سے اگر کم چیز مانگی جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں کہ یہ میری شان کے خلاف ہے مگر اللہ تعالیٰ سے کم و بیش جتنی چیز مانگو رب العزۃ خوش ہوتے ہیں۔ اب یہ بتلا دوں کہ اللہ مانگنے سے خوش ہوتا ہے ادعونی استجب لکم کہ مجھ سے مانگو میں

دونگا۔ آگے فرمایا ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین کہ جو مجھ سے نہ مانگے اسے جہنم میں دھکیل دونگا اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ کوئی چیز ہو اللہ تعالیٰ سے مانگو واذا سألك عبادی عنی فانی قریب عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ میرے بندے مجھ سے سوال کریں تو میں ان کے قریب ہوں۔ اجیب دعوة الداع مانگنے والے کی مانگ کو پورا کرتا ہوں اذا دعان جب مجھ سے کچھ مانگے جو میرا کہا مانے گا وہ راہ پائیں گے۔ حدیث جمع الفوائد میں صحیح سند سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا تمام عبادتوں کا مغز ہے۔ اللہ تعالی مانگنے پر بڑا خوش ہوتا ہے۔ دیکھو جب اللہ تعالیٰ قریب ہیں تو درخواست دیدو نہ سفارش نہ اجازت مانگنے کی ضرورت ہے یہ تو نفس دعاء کی بات ہوئی اور جب خزانے ہی سب اللہ تعالی کے ہیں اور ہم بھی اللہ تعالی کے ہیں اور ہم ہر چیز میں اس کے محتاج ہیں تو اسی سے مانگنا ہوگا نہ کہ غیر اللہ سے۔ دعا کیلئے کچھ شرائط اور کچھ موانع ہیں جس طرح کسی بادشاہ کو درخواست دی جائے تو اسکی جانب سے کوئی شرط ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالی نے کچھ قرآن اور کچھ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شرائط بیان فرمائی ہیں۔ قرآن ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ کہ اللہ تعالی سے دل کی عاجزی اور آواز کی پستی کے ساتھ دعا کرو۔ یعنی جس وقت دعا کرنا ہو تو دل میں عاجزی ہو اور آواز پست ہو یہ تضرع اور

خفیہ یہ کہ تم سے قرآن نے دو چیزیں بیان کی ہیں۔ حدیثؐ کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ یستجاب للمسلم کہ مسلمان کیلئے دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ گناہوں کی دعا نہ کرے اور قطع تعلقی رشتہ داروں سے نہ مانگے۔ فرض کر لو کہ ایک آدمی نے شراب کی دکان کھول رکھی ہے۔ وہ کہے کہ یااللہ اس دکان میں نفع دے یا کہے کہ اللہ میاں یہ دکان چالو ہوجائے یہ دعا گناہ کیلئے ہے۔ یا ایک شخص خود یا دوسرے سے دعا کروائے کہ فضل ربی سے باہر سے کچھ امداد ملے "یعنی کہ رشوت" یا سودی کاروبار یا اور کسی فساد کیلئے دعا کرے یا کروائے یہ دعا قبول نہ ہوگی۔ رشتہ دار سے قطع تعلق کا معنی یہ کہ اگر کسی رشتہ دار سے تعلق خراب ہو تو یہ دعا نہ کرے کہ یااللہ اس کو برباد کردے یہ دعا بھی قبول نہ ہوگی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حد سے مانگنے میں تجاوز نہ ہو۔ مشکوۃ شریف میں ہے کہ ایک صحابیؓ دعا مانگ رہے تھے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی وہ کہہ رہا تھا کہ یااللہ عرش کے دائیں طرف ایک سفید محل دیدو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم نے تجاوز کیا ہے صرف اتنا کہدو کہ یااللہ جہنم سے بچادو (1) تضرع (2) اخفاء (3) قطع رحمی سے بچنا (4) حد سے تجاوز نہ کرنا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری وقت میں لوگ اللہ تعالی سے مانگتے ہونگے مگر اس کا کھانا پینا حرام ہوگا اس کی پرورش حرام کی ہوگی اس کی دعا قبول نہ

ہو گی۔ معلوم ہو گیا کہ حلال روزی ہو بہر حال یہ وہ شرائط ہیں جنکے ساتھ بارگاہ رب العزۃ میں درخواست کیجائے۔ اور کچھ خاص اوقات بھی ہیں جن میں اکثر دعا قبول ہوتی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہو گی! فرمایا کہ آخری شب کی دعا (2) نماز فرض کے بعد دعا ان دعاؤں کی قبولیت ہے۔ حدیث کے سلسلہ میں تیسری چیز مسلم و بخاری شریفین کی یہ ہے کہ مظلوم کی دعا قبول ہو گی۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابیؓ کو کسی دوسرے ملک میں روانہ کیا تو نصیحت فرمائی کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا۔ کیونکہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ کتاب الدعوات میں لکھا ہے کہ اگرچہ کافر بھی مظلوم ہو تو اسکی بد دعا سے بھی بچو۔ صحیحین کی حدیث مبارکہ ہے کہ تہجد کے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ حدیث کہ ہر رات کو بلا استثنا اللہ کا فرشتہ اللہ کے ہاں سے ہر انسان پر ایک پیغام لیکر قریب والے آسمان پر آجاتا ہے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں دیدوں۔ "یعنی رب العزۃ دیدیں" اور ہے کوئی گناہ کی بخشش مانگنے والا کہ میں گناہ بخش دوں۔ اور ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اس کی روزی فراخ کر دوں۔ معلوم ہو گیا کہ شب کے آخری ثلث میں بھی دعا قبول ہوتی ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اذان کے بعد اور خطبہ جمعہ کے مابین وقفہ میں بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ تیسری

حدیث ہے کہ بارش کے وقت بارش میں کھڑا ہو کر دعا مانگے تو قبول ہو گی۔ (4) چوتھی حدیث کہ جہاد کے میدان میں دعا قبول ہوتی ہے اور قرآن شریف کے ختم کرنے پر بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ گویا مواضع اجابتہ ہیں۔ یہ نقلی ذخیرہ تھا اب عقلی پیش کرتا ہوں کہ بارش میں دعا قبول ہوتی ہے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ بارش سے بھاگا نہ کرو کیونکہ یہ رحمت ہے۔ ایک مرتبہ خود مولوی صاحب بارش سے بھاگ رہے تھے لوگوں نے کہا کہ کیوں بھاگ رہے ہیں فرمایا کہ رحمت خداوندی پاؤں میں آتی ہے۔ سورۃ فاتحہ اور خواتیم سورہ بقرہ والی دعا ان دونوں دعاؤں کے متعلق حدیث مسلم و بخاری شریفین میں ہے کہ جو دعا اللہ کی سکھائی ہوئی ہو وہ اس دعا کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں جو کہ غیر اللہ کی سکھائی ہوئی ہوں اور اللہ کی سکھلائی ہوئی دعا سے بہتر کونسی دعا ہو سکتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک عقلی اشکال ہے کہ جب دعا پر کارروائی ہے تو پھر تدبیر کی کیا ضرورت ہے۔ یاد رکھو نفع حاصل کرنے کا ذریعہ دعا ہے مگر یہ نہ جانیں کہ یہ دعا نکمہ بنادیگی۔ بعض کام ایسے ہیں کہ اللہ تعالی نے پہلے طے کر لئے ہیں کہ جب تک آدمی خود یا کسی سے دعا وغیرہ نہ منگوائے گا یہ کوئی منت نہ مانگے گا اس وقت تک میں کچھ نہ دونگا۔ خیر معلوم ہو گیا کہ دعا ضروری چیز ہے ایک صحابیؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے لگے کہ حضرت ہمیں

فرماؤ کہ آدمی جب دشمن سے لڑنے کیلئے ڈھال یا مرض سے بچنے کیلئے علاج کروائے کیا یہ دونوں چیزیں اللہ تعالی کی تقدیر کو ٹال سکتے ہیں فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالی کی تقدیر میں شامل ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ دعا تدبیر کے خلاف نہیں سب سے اول جنگ بدر جو تین سو تیرہ (313) اصحابؓ نے لڑی جس میں حضرتؓ مقداد اور حضرت زبیرؓ کے دو گھوڑے تھے اور ایک چھپر بنایا گیا تھا جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور گڑگڑا کر دعا فرماتے تھے۔ کہ یا اللہ یہ کم تعداد والی تیرے بندوں کی جماعت اگر آج باقی نہ رہی تو تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا اور جوش سے آپکی چادر مبارک کندھے مبارک سے اتر گئی۔ جنگ کے سب سامان مکمل کرنے کے بعد دعا مانگنا شروع کی کیونکہ مبب الاسباب تو رب العزۃ ہی تھے۔ دعا اسی وقت قبول ہوئی کہتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اسی وقت خوشی سے چمک اٹھا اور صحابہؓ کو فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ کفار کا فلاں فلاں سردار مارا جائے گا صحابہؓ قسم بخدا کہہ کر فرماتے ہیں کہ اس جگہ کے علاوہ کوئی بھی کافر سردار کہیں نہ مارا گیا۔ ایک درخواست ہے کہ محکمہ تعلیم کو دیجائے اور دوسری درخواست ہے کہ براہ راست صدر ایوب کو دیجائے تو صدر ایوب کو جو دیجائے اس میں قبولیت کی کیا کمی ہے۔ دوسرے درس میں یہ حل کرونگا کہ بندہ فرش پر جو دعا مانگے وہ عرش پر قبول ہوتی ہے اور کوئی

دعا رد نہیں ہوتی۔ لیکن دعا کی تعلیم جو شریعت نے دی ہے اس کے مطابق کرو۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کی دعا تب قبول ہوتی ہے کہ بندہ جلد بازی نہ کرے بلکہ اس کو دعا کر کے اللہ پر چھوڑ دے کہ جب اور جہاں دے اسکی مرضی ہم تو اس کے بندے ہیں بس مانگ لیں اور جب اور جہاں دے اسکی مرضی پر راضی ہو جاؤ۔ آگے چل کر مختصر عرض کرونگا کہ دعا قبول ہوتی ہے مگر آپ قبولیت کا معنی ہی نہیں جانتے ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ مانگیں عین وہی کچھ ملے اگر نہ ملا تو آپ کہتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ حدیث ہے مسلم شریف کی کہ کوئی مسلمان زمین پر نہیں کہ دعا کرے اور اللہ اسے دیگا وہی چیز یا اس کے بدلے مصیبت دور کریگا جو اس پر آنے والی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ دعا مانگی ہوئی اگر دنیا میں پوری نہ ہو تو یہ نہ جانو کہ مقبول ہی نہیں ہوئی بلکہ قیامت میں اس کا اجر ملے گا۔ پس حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی قبولیت کی تین شکلیں فرمائی ہیں۔ (1) تو یہ کہ وہی مانگی ہوئی چیز دیگا (2) یا یہ کہ اس پر کوئی مصیبت آرہی تھی کہ اسکو ہٹا دیا (3) یہ کہ بندہ پر آخرت میں دنیا کی نسبت زیادہ محتاجی ہو گی۔ تو آخرت میں دیدونگا۔ اس کی تفصیل دوسرے درس میں بیان ہو گی۔

درس نمبر: ۳
27 نومبر 1964ء

الحمد للہ کی لفظی برکتیں

سورۃ فاتحہ کے متعلق اس سے پہلے درس میں بیان کیا تھا کہ اس کا نام تعلیم المسئلہ ہے۔ یعنی درخواست کا طریقہ سکھانا۔ بندوں کی طرف سے اللہ کی طرف درخواست کرنا ہے اور خود درخواست بھی رب العزۃ نے مرتب فرمائی ہے جو دعا خود مالک مرتب کردے اسکی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے اور پھر مرتب کی ہوئی دعا کا انداز عجیب ہے کہ درخواست میں تین بنیادی چیزیں ہوتی ہیں۔ (1) پہلا یہ کہ درخواست میں مکتوب الیہ کے القاب لکھے جاتے ہیں (2) چیز یہ کہ درخواست کنندہ اپنا تعلق بتلاتا ہے کہ حضور میں آپ کا پرانا خادم ہوں (3) اظہار مقصد کہ درخواست کا مقصد یہ ہے کہ میری خواہش ہے نوکری وغیرہ کی الحمدللہ کی مفصل تفسیر تو آئے گی مگر اس معاملہ میں کیسے صاف ہے الحمد سے لیکر مالک یوم الدین تک القاب الٰہی ہیں (1) یہ کہ محمودیت الٰہی۔ (2) ربوبیت الٰہی (3) رحمٰنیت الٰہی (4) عادلیت الٰہی یہ اللہ تعالی

کے القاب ہوئے اس کے بعد درخواست میں تعلقات ہوتے ہیں وہ
یہ کہ اے خدا ہمارا آپ سے کیا تعلق ہے اے خدا ہمارا آپ سے
یہ تعلق ہے ایاک نعبد وایاک نستعین کہ اے خدا جب ہم امداد مانگتے
ہیں تو آپ سے مانگتے ہیں اور جب ہم عبادت کرتے ہیں تو آپکی
کرتے ہیں یہ تعلق ہوا۔ اب رہا مقصد وہ یہ ہے کہ بادشاہ یا تاجر بنوں
یہ نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم حقیر بندے ہو تم حقیر
چیزیں نہ مانگو۔ میں تم کو بتلاتا ہوں کہ مجھ سے کیا مانگو کہ اللہ ہمیں
گمراہی والی قوم مثلاً یورپ والی قوم سے محفوظ رکھ۔ گویا ایک اسکی
تفسیر التجائی ہے کہ اللہ سے درخواست کرتے ہیں۔ الحمد للہ اس کا
معنی یہ ہے کہ ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں عربی میں تین لفظ ہیں
(1) حمد (2) مدح (3) شکر۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ حمد کا انتخاب اس لئے
فرمایا ہے کہ ان دو لفظوں کے علاوہ یہ لفظ لانا ضروری تھا کیونکہ یہ اللہ
تعالیٰ کو پسند ہے ہاتھ اور پیر سے اللہ کی بندگی اور قلب میں تعریف
کرنا یہ شکر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی تعریف صرف زبان سے ہو تو یہ
صرف حمد ہے۔ الحمدللہ میں معلوم ہوگیا کہ اللہ کی اس تعظیم کی
طرف اشارہ ہو گیا جو زبان سے بیان ہو اور شکر اس کا نام ہے کہ اللہ
کی تعریف ہاتھ پاؤں یا قلب سے ہو۔ حمد کا لفظ کیوں لایا محض اس
لئے کہ بندہ نخرہ نہ کرے کیونکہ پھر بندہ کہے گا کہ میں ہاتھ وغیرہ
سے تعریف کرتا ہوں اور بندہ عاجز ہے تو یہ تکبر کریگا تو اللہ تعالیٰ

نے ہاتھ پاؤں وغیرہ کو تو شکر میں رکھا اور باقی زبانی تعریف کو حمد میں جمع کیا۔ مدح اس تعریف کا نام ہے جو ایک زندہ اور مردہ بیجان چیز دونوں کیلئے تعریف کی جائے۔ اور اللہ تعالی تو وہ زندہ ہیں جسکی زندگی کو زوال نہیں تو ایسا لفظ رکھنا نامناسب ہے جو زندہ اور مردہ دونوں پر اطلاق ہو۔ اس لئے لفظ حمد کا نام لیا جو صرف زندہ کیلئے ہوتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ شکر اور مدح وغیرہ سے حمد کے لفظ کو فوقیت ہے اس لئے اس کا انتخاب ہوا کیونکہ یہ جاندار کیلئے ہے۔ اگر ایک شخص نابینا ہو تو جب اچانک اسکی بینائی آجائے تو عین اس وقت بے ساختہ اسکی زبان سے الحمدللہ نکلے گا یعنی جب آسمان وزمین کو دیکھے گا تو پہلے اسکی حمد و تعریف کا اعلان کرے گا۔ خدا کو ہماری حمد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں فائدہ ہے اس لئے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جگھوں پر حمد کی فضیلت بیان فرمائی ہے مثلاً نماز میں الحمد للہ ایک بنیادی اور روح ہے (1) تحمید الحمد للہ (2) تسبیح سبحان اللہ (3) توحید لا الہ الا اللہ (4) تکبیر اللہ اکبر۔ تو ایک کی ضررناک چیز بتلائی ہوئی 99 فیصد عمدہ بتلانے والوں سے بہتر ہے یعنی اگر ایک عالم یہ کہے کہ فلاں چیز شرک ہے اور ننانوے فیصد مولوی کہیں کہ شرک نہیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس ایک مولوی کی بات مانیں کیونکہ اگر شرک ہوئی تو گناہ عظیم ہوگا اور اگر شرک نہ ہوا تو ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں

ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحمد للہ الذی اطعمنی وسقانی وجعلنی من المسلمین کھانے کے بعد بھی یہ جملہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کیا کرو تو معلوم ہو گیا کہ نعمت کے وقت نعمت دینے والے کو بھول نہ جاؤ۔ بہر حال حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے وقت دعا مذکورہ بالا فرمائی یہاں تک کہ اگر خوشی کی چیز آجائے مثلاً بیٹا پیدا ہو یا نوکری ملے تو آدمی مست ہو جاتا ہے خدا کو بھول جاتا ہے مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب خوشی نصیب ہو تو ضرور رب العزۃ کی تعریف کیا کرو۔ الحمد للہ کہ سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور موقع زحمت جو حقیقت میں مشکل و مصیبت نہیں ہوتی مگر ہم کو معلوم ہوتی ہے تو اسکے متعلق بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موقعہ زحمت پر بھی رب العزۃ کا شکر ادا کیا کرو مثلاً اگر بیٹا فوت ہو جائے تو یہ پڑھا کرو الحمد للہ علی کل حال کہ یا اللہ ہر حال میں تیری تعریف کرتے ہیں اور آدمی جب سواری پر سوار ہوتا ہے تو دماغ میں نشہ بھر جاتا ہے وہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ پڑھا کرو کہ ساری تعریف اس خدا کیلئے ہے جس نے سواری عطا فرمائی ہے۔ تو گویا کھانا۔ نماز۔ راحت۔ زحمت۔ ہر موقع پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد کو عام کیا ہے۔ ہم تو گویا تعریف اور شکر کرنا ہی نہیں جانتے۔ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تذکرۃ

الاولیاء میں کہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں انکی ملاقات حضرت ابراھیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ مکرمہ میں ہوئی فضیل ابن عیاض پوچھتے ہیں کہ زندگی کیسے گذرتی ہے کہا کہ اگر مل جائے تو شکر کر دیتے ہیں اور اگر نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ اس پر فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپکو یہ مقام حاصل ہے یہ مقام تو مکہ کے تمام کتوں کو حاصل ہے کہ اگر روٹی ڈالو تو شکر کرتا ہے کہ شکر کی نشانی ہے دم ہلاتا ہے اور اگر نہ ڈالو تو صبر کر کے دروازہ پر پڑا رہتا ہے مسلمان کا یہ کیا مقام ہے۔ تو حضرت ابراھیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ بتلا دیں کہا کہ اگر ہم کو مل جائے تو ہم اپنے سے زیادہ حاجت مند کو دیدیتے ہیں اور اگر نہ ملے تو صبر کرتے ہیں تو کہتے ہیں حضرت ابرھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ معلوم ہوا کہ حمد بڑی چیز ہے۔ میاں قرآن بڑی چیز ہے قرآن سب سے بڑی عبادت ہے کیونکہ سب عبادتیں قرآن سے ماخوذ ہیں یعنی نکلی ہیں تو مرابط اسکو کہا جاتا ہے کہ آدمی قرآن کا درس شروع کرے تو استقلال سے اس پر جما رہے جوڑ ہو توڑ نہ ہو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے یعنی مروی ہے کہ من مات مرابطاً فی سبیل اللہ جو شخص اللہ کے دین پر مرابط ہو کہ اس کو موت آگئی مثلاً ایک آدمی درس قرآن میں روزانہ آئے معذوری کی

حالت مستثنیٰ ہے خود نہ ترک کرے اس حالت تک کہ موت آگئی
تو عام کاروائی یہ ہے کہ جب آدمی مر جائے تو اعمال پر مہر لگ جاتی
ہے۔ مگر یکتب عملہ الی یوم القیمۃ مگر اس کے اعمال پر مہر نہ لگے گی
یعنی کراما کاتبین کو حکم مل جاتا ہے کہ اسکے دفتر بند نہ کرو اسکا اعمال
درس القرآن قیامت تک لکھتے رہو مثلاً جس طرح ڈاکٹر جمیل
الرحمان مرحوم تھے ایک تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ عمل باقی رہتا ہے دوسرا (2) یہ کہ عالم برزخ میں رزق بھی
ملے گا (3) بات یہ کہ قبر کے عذاب سے بچ جائے گا۔ دیکھو رزق کا
ملنا اور قبر کے عذاب سے نجات یہ بھی بہت بڑی چیز ہے۔ مگر بات
یہ ہے کہ قیامت تک اسکے نامہ اعمال میں یہ بات درج ہوتی رہے
گی۔ دل میں خیال آیا کہ کیا وجہ ہے کہ قیامت تک نیکی نامہ اعمال
میں درج ہوتی رہے گی۔ آخر اسکی کیا وجہ ہے۔

تو اللہ تعالی نے عطا فرمائی کہ آدمی تو اس نیک عمل کو ہمیشہ
کرنا چاہتا تھا دائمی رکھنا چاہتا تھا تو چھڑایا تو خود رب العزۃ نے تو اللہ
فرماتے ہیں کہ چھڑایا تو میں نے ہے تو اسلئے میں اسکو ثواب دیتا
رہوں گا۔ تو معلوم ہو گیا کہ حمد بڑی چیز ہے ترمذی شریف کی
حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ معراج کی شب کو میں نے جب حضرت ابراھیمؑ سے ملاقات کی تو
انہوں نے فرمایا بلغ امتک منی السلام کہ اے حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم میری طرف سے تم اپنی امت کو سلام کہنا۔ وقل لھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء وانھا قیعان جنت میں یہ مٹی تو نہیں ہو گی۔ مگر قرآن کریم نے ہمارے سمجھانے کیلئے دائمی مٹی سے تشبیہ دی ہے حدیث میں ہے کہ جنت کی خاک نہایت خوشبو دار ہے اور پانی بڑا مزے دار ہے اور جنت کے درخت الحمد للہ و سبحان اللہ ہیں اللہ کی گویا وسیع سلطنت میں کروڑوں باتیں ہماری سمجھ سے بالا تر ہیں تو حضرت ابراھیمؑ نے فرمایا کہ تیری امت جب سبحان اللہ وبحمدہ کہتی ہے تو اس کیلئے جنت میں ایک درخت اگایا جاتا ہے اور جب سبحان اللہ العظیم پڑھے تو دوسرا درخت تیار کیا جاتا ہے۔ امام منذری ترغیب و ترہیب میں فرماتے ہیں کہ زمین کی مٹی کو مشک تصور کرو اور جنت کی مٹی کو اس سے ہزاروں اربوں گنا زیادہ عمدہ تصور کرو اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے جنت کے پانی کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ دنیاوی پانی میں صرف پیاس بجھانا ہے اور جنت کے پانی سے مزہ بھی حاصل ہو گا تو تعریف یوں کی کہ اگر پوری دنیا کے بادشاہوں کو کہا جائے کہ پوری دنیا کو خرچ کر کے ایک گلاس پانی یعنی شربت تیار کیا جائے تو اس کے بعد ایک شخص کو صرف جنت کا پانی ایک گھونٹ پی لے پھر اسکو پوری دنیا کا خرچ کیا ہوا جو گلاس تھا اسکو پلایا جائے گا تو وہ متلی کر دیگا۔ تو حضرت ابراھیمؑ نے فرمایا کہ درخت اگ آتا ہے تو جنت کا درخت

وان غراسھا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

دنیا کے درخت سے کئی گناہ زیادہ عمدہ ہو گا جنت میں سورج تو نہ ہو گا مگر رب العزۃ کی تجلی کا نور سورج کا کام کریگا۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے درخت کا سایہ سو سال کے سفر جتنا پھیلا ہوا ہو گا۔ ایک مرتبہ مال غنیمت میں لونڈیاں آئیں چونکہ حضرت بی بی فاطمہ رض گھر کا کام کرنے کی وجہ سے انکے کندھے اور ہاتھوں میں نشان ہو گئے تھے۔ تو حضرت علی رض نے فرمایا کہ فاطمہ رض تو اپنے والد کے پاس جا اور ایک خادمہ کام کیلئے مانگ لا کیونکہ تجھے کام کرتے دیکھ کر میں بڑا نادم ہوتا ہوں۔ تو آپ ایک مرتبہ تشریف لے گئیں مگر شرم و حیاء کے تقاضے سے والد ماجد کو عرض نہ کرسکیں یہ تھیں بیٹیاں شرم و حیاء والی ۔ دوسری مرتبہ حضرت علی رض کے اصرار پر دوبارہ تشریف لے گئیں تو پھر بھی حضرت عائشہ رض کو عرض کر کے واپس تشریف لے آئیں۔ تو جب یہ درخواست حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو شفقت پدری جوش میں آئی اور خود حضرت بی بی فاطمہ رض الزہراء کے گھر تشریف لے آئے تو حضرت علی رض اور حضرت بی بی رض تشریف فرما تھیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے فاطمہ رض تیری تکلیف کا احساس ہے مگر میں تمہیں ایک ایسی چیز دیدوں جو آخرت میں تیرے لئے بہتر ہو گی عرض کی کہ یہ درست ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحمد للہ 33 بار اور اللہ اکبر 33

بار اور سبحان اللہ 33 بار روزانہ پڑھا کرو اور ایک حدیث میں ہے کہ
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر 34 بار پڑھا
کرو اور دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحمد للہ یکصد بار اور سبحان اللہ یکصد بار اور
اللہ اکبر یکصد بار تلاوت کیا کرو اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا
کہ لاالہ اللہ وحدہ لاشریک لہ یکصد بار پڑھا کرو تو سبحان اللہ والحمد للہ
واللہ اکبر کا نام تسبیح فاطمی ہے۔ ہم نے حدیث پر نظر ڈال کر ایک
عمل تیار کیا ہے تاکہ ہمارے وظائف حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے وظائف کے مطابق ہوں۔ والبقیٰتُ الصّٰلحٰتُ کی صحابہ
کرامؓ نے تفسیر کی ہے کہ یہی اعمال صالحہ ہیں ابن کثیر رحمتہ اللہ
علیہ نے الحمد للہ کی تفسیر میں حدیث نقل کی ہے صحیح سند سے مَنْ
جَمَعَ لَہُ الدُّنیَا جس آدمی کیلئے پوری دنیا جمع ہو یعنی ساری دنیا اللہ تعالی
ایک آدمی کو دیدے۔ اور پھر وہ کہے کہ الحمدللہ تو پوری دنیا سے یہ
الحمدللہ کا پڑھنا زیادہ وزن رکھتا ہے تو ہم نے حضرت نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے معمول بنایا ہے الحمد اللہ یکصد بار سبحان
اللہ و اللہ اکبر یکصد بار لا الہ الا اللہ یکصد بار لاحول ولاقوۃ الا باللہ یکصد بار
قل ھواللہ احد مکمل سورۃ دوصد بار اگر فرصت نہ ہو تو یکصد بار حسبی
اللہ ونعم الوکیل یکصد بار استغفر اللہ تین سو تیرہ بار کیونکہ اصحابہ بدرؓ کی
تعداد تین سو تیرہ تھی اس لئے یہ عدد ہم کو پسند ہے یہ ہے حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات روزانہ کا خلاصہ اور صحابہؓ تو یوں کیا کرتے تھے کہ ایک دوسرے سے پوچھا کرتے تھے کہ آج تم نے فلاں فلاں معمول کتنی بار پڑھا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی مریض کو دیکھے تو صدق قلب سے یہ دعا پڑھے۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا خَلَقَ تَفضِیلاً۔ ترجمہ کہ جو شخص کسی مریض یا مصیبت زدہ کو دیکھے تو وہ یہ کہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ مجھے تو نے اس مصیبت سے نجات دی ہے حدیث شریف میں ہے کہ اگر صدق قلب سے پڑھے گا تو قیامت تک اللہ تعالی اس مصیبت سے نجات دینگے۔

درس نمبر۲:
29 نومبر 1964ء

الحمد للہ کی معنوی برکتیں

اَلحمدُ لِلّٰہ کے جملے کی لفظی برکتیں پہلے درس میں بیان کر چکا ہوں۔ آج معنوی برکتیں بتلاتا ہوں۔ الحمد للہ معنی یہ ہے کہ ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔ اس کی تصدیق اور تاثیر معنوی کے سلسلہ میں بیان کرتا ہوں تصدیق یہ ہے کہ بالکل سچا ماننا تصدیق ہے۔ اور تاثیر کا معنی یہ ہے کہ اگر اس کو صدق قلب سے تلاوت کریں تو ہمارے قلب پر کیا اثر پڑیگا۔ تصدیق کا معنی یہ ہے کہ جس قدر سورۃ فاتحہ میں تعریفیں ہیں وہ صرف اللہ کیلئے ہیں۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے سوا بہت چیزوں کی تعریف ہو رہی ہے مثلاً کوئی سورج کی تعریف کوئی چاند کی تعریف کر رہا ہے غرضیکہ دنیا میں تعریف کا بازار گرم ہے۔ آج ہم اللہ تعالی کے علاوہ دنیا کی چیزوں کی بہت تعریف کرتے ہیں اس لئے اس مضمون کی سچائی ثابت کرنے کیلئے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے ایک یہ کہ حمد بمعنی تعریف کے ہے اور تعریف کی پھر دو قسم ہیں۔ (1) تعریف غیر واقعی یعنی غیر

رسمی (2) واقعی یعنی سچی تعریف آج کل غیر واقعی یعنی غیر سچی تعریف کی تعداد زیادہ ہے۔ آج کل کوئی شخص آئے تو جھٹ سپاسنامہ پیش کرتے ہیں ایسی چیز کو شریعت نے ضرر ناک بیان کیا ہے یعنی منہ پر تعریف کرنے کو ضرر ناک بیان کیا ہے۔ صحیحین کی حدیث اِذَا رَاَیتُمُ المَدَّاحِینَ الخ کہ جب رو برو تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو انکے منہ پر مٹی ڈالو۔ ہم حیران تھے کہ منہ پر مٹی ڈالنے کی کیا حکمت ہوگی تو کچھ سمجھ میں آئی کہ منہ پر تعریف کرنے سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور تکبر نے شیطان کو ختم کیا تھا۔ تکبر کا بیان قبل ہوچکا ہے اسکے مقابل ہے تواضع کہ مَن تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ کہ جو تواضع کرے رب العزۃ اسکو اونچا کریں گے تو معلوم ہو گیا کہ قلب میں منہ پر تعریف کرنے سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جسکے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا تو وہ سیدھا جنت میں نہ جائے گا۔ دیکھو آج کل سپاسنامہ میں دو گناہ ہیں۔ (1) ایک تو یہ کہ وہ تعریف غیر واقعی ہوتی ہے یعنی جن لوگوں کی سپاسنامہ میں تعریف کی جاتی ہے وہ اس تعریف کے قابل نہیں ہوتے یہاں ان لوگوں کیلئے سپاسنامہ پڑھتے ہیں جو عوام کی بھلائی کا ایک کام بھی نہیں کرتے۔ دیکھو حضرت خالدؓ بن ولید کو کیا سپاسنامہ پیش کیا جاتا ہے۔ جب قیصر اور کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کے پرخچے اڑا کر مدینہ واپس تشریف لائے تو کیا استقبال

اِذَا رَاَیتُمُ المَدَّاحِینَ فَاحثُوا فِی وُجُوھِھِمُ التُّرَابَ

ہوا! تو چاہیئے تو یہ تھا کہ اس جگہ حضرت خالدؓ بن ولید کو سو سپاسنامہ پیش کیا جاتا کیونکہ آج جبکہ نااہل کو سپاسنامہ پیش کیا جا رہا ہے تو اس جگہ تو سپاسنامہ کے اہل ہیں۔ مگر جب آپ مدینہ شریف میں تشریف لے آئے تو ایک صحابیؓ بھی مدینہ سے باہر استقبال کیلئے تشریف نہ لے گئے۔ حالانکہ حضرت خالدؓ بن ولید اتنا کام کر کے آئے تھے کہ قیامت تک ساری امت محمدیہؐ ایسا کارنامہ سرانجام نہ دے سکے گی جب حضرت خالدؓ بن ولید مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو حضرت عمرؓ فاروق اعظم خوشی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کیا اور ایک جملہ فرمایا جسکو میں سپاسنامہ کہتا ہوں وہ یہ تھا کہ خالدؓ زندگی میں سب سے بہتر دن تمہارے لئے وہ دن تھا جس دن تو مشرف با اسلام ہوا اس کے بعد یہ دوسرا دن ہے کہ آج تو قیصرو کسریٰ کو فتح کر کے آیا ہے تو میں خوشخبری سناتا ہوں کہ اس کا اجر آخرت میں بہت ملے گا۔ جواب میں حضرت خالدؓ بن ولید نے فرمایا کہ یہ ساری فضیلت تو آپکی ہے میں تو فقط ایک سپاہی ہوں یہ نیکی تو امیرالمومنین کے نامہ اعمال میں درج ہونی چاہیئے۔ آج موجودہ حکومت میں اکثر غیرواقعی تعریف ہوتی ہے یعنی جھوٹی تعریف۔ اور دوسری قسم ہے واقعی تعریف یعنی سچی تعریف تو یا اسکی شکل یا اخلاق یا سخاوت یا علم کی یا ہنر کی یا تقویٰ کی تعریف کرو گے۔

بہرحال اس دنیا میں جو تعریف ہوئی ہے وہ کسی کمال پر ہوگی تو

معلوم ہوا کہ مخلوق کی تعریف بر بناء کمال ہے مثلاً غصہ وغیرہ کی تعریف تو تعریف کی بنیاد کمال ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ کمال مخلوق کا ہے یا اسکے خدا کا تو واقع میں خود مخلوق کی تعریف خدا کی تعریف ہے۔ مثلاً علم کی تعریف ہے تو علم عطیہ خدا ہے۔ اگر ہنر ہے تو عطیہ خدا بہر حال جس قدر مخلوق کی تعریف ہے تو صفت کمال کے ساتھ ہے تو کمال کی پیدائش اللہ سے ہے تو حقیقت میں تعریف مخلوق خدا کی ہوئی۔ اگر عبدالمجید لاہور کا کاتب کسی تختی پر نقش کرے تو تختی کی تعریف نہیں بلکہ حقیقت میں نقش کنندہ کی تعریف ہے۔ تو گویا ہم سب تختی ہیں ہمارے اندر جو کمال ہے وہ عطیہ حق تعالی ہے تو ہماری تعریف حقیقت میں خدا کی تعریف ہے تو ہمیں اپنی تعریف پر فخر نہ کرنا چاہیئے۔ عطیہ جھیننے پر باتیں یاد آئیں ایک بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ آپکی خاصیت تھی کہ کم سے کم ایک آیت تلاوت کرتے اور گھنٹوں بھر اس پر تقریر فرماتے تھے اور اللہ اس قدر مضمون عطا کرتا تھا کہ لوگ حیران ہو جاتے کہ اس قدر مضمون صرف ایک آیت تلاوت کرنے پر آتے ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن قلب میں خیال آیا کہ او اشرف علی تو تو ایک اچھا واعظ ہے۔ تو اس موقعہ کے بعد تھانہ بھون کے قریب ایک گاؤں میں جلسہ قائم ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں گیا اس سے

قبل میں عالموں میں وعظ کرتا تھا مگر اس جگہ تو دیہاتی جاہل لوگ تھے۔ تو میں نے خطبہ پڑھا اسکے بعد آیت تلاوت کی مگر کوئی مضمون ذہن میں نہ آیا پھر تلاوت کی مگر کوئی مضمون ذہن میں نہ آیا تو پرانے وعظ ذہن میں لوٹانا چاہا تو کوئی مضمون ذہن میں نہ آیا تو کچھ دیر رکنے کے بعد میں نے کہا کہ اس وقت میرے ذہن میں کوئی مضمون نہیں ہے پھر کسی وقت بیان کرونگا تو میں واپس آ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ اشرف علی تو نے دل میں غرور کیا تھا کہ میں بھی اچھا واعظ ہوں مگر اللہ تعالی نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اگر ہم تیرے قلب میں مضمون نہ ڈالیں تو بتا تو کیا کریگا۔ تو اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام کمالات تو رب العزۃ کے ہیں ہم ہیں ہی کیا۔

دوسرا واقعہ حضرت شاہ جی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جو تقریر کا بادشاہ تھا میں ایک مرتبہ ملتان میں کسی مسجد کی سنگ بنیاد رکھنے کو گیا تو ان سے ملاقات کیلئے انکے مکان پر حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ حضرت یا تو تقریر کے وقت اتنی قوت گویائی تھی کہ پوری دنیا پر چھا جاتے تھے مگر آج میں اپنے بیٹے کو ایک بات کہنے لگا تو فالج کی وجہ سے کہہ نہ سکا تو اشارہ کیا تو شاہ جی کے آنسو نکل آئے کہ یا اتنی قوت گویائی تھی اور جب چھین لی تو ایک جملہ کہنے کو بھی عاجز ہیں تو حقیقت میں ہر کمال اللہ تعالی کا عطیہ ہے۔ اس کے بعد مصیبت اور تکلیف کے وقت الحمد للہ کہنا بہت پسند ہے صحابہؓ فرماتے ہیں

کہ نعمت ملنے کے وقت الحمد للہ کا اجر ہے مگر مصیبت کے وقت اور بھی زیادہ اجر ہے سنن ابی داؤد شریف میں ہے کہ جب کسی شخص کا بیٹا مر جائے تو فرشتہ اللہ تعالی کے پاس جاتا ہے تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں کہ میرا بندہ کس حال میں تھا اللہ کو تو معلوم تھا مگر وہ صرف فرشتوں پر اظہار کرتا ہے کہ تم تو تخلیق آدمؑ کے وقت اعتراض کرتے تھے دیکھو میرے بندے کو کہ مصیبت کے وقت کس حالت میں ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ یااللہ جا ہے اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہے مگر وہ شکر اور الحمد للہ پڑھ رہا تھا تو اس پر رب العزۃ حکم فرمائیں گے کہ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنادو خنساءؓ ایک صحابیہؓ عورت ہے کہتے ہیں۔ کہ اس سے بہتر شعر کسی عورت نے نہیں کہے رستم کی عظیم الشان سلطنت سے چند اصحابیؓ جنگ کیلئے تشریف لے جانے لگے تو اس موقع پر خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کے ہمراہ گئی اس وقت تو جنگ بذریعہ شمشیر ہوا کرتی تھی آج تو خیموں میں بند ہو کر جنگ کرتے ہیں۔ تو کافروں کے ہاں جنگی سامان بہت تھا خنساءؓ نے اپنے چار بیٹوں کو خطاب کیا کہ سن لو کہ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو میں نے کبھی خیانت نہیں کی ہے یعنی تمہارے باپ کی کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ تو جنگ کا تندور جلنے والا ہے اگر تم صحیح بیٹے ہو تو تم اس آگ میں ایسے گھس جاؤ کہ تمہارے سر جلنے کے بعد

جنت میں جا نکلیں۔ آج تو ایمان مفت ملا ہے اس لئے کوئی مرزائی ہو کر مرتد ہو رہا ہے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر کے مرتد ہو رہا ہے اگر قیمتی ایمان ہوتا جس طرح صحابہ کرامؓ کا تھا کہ گھر بار سے ہجرت کی گرم پتھر پر لیٹے گرم سلاخوں سے داغے گئے غرضیکہ طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں اگر ہمارا ایمان اسی طرح ہوتا تو ہزار مرزا آتے مگر آپ اس کے منہ پر تھوکتے بھی نہ۔ تو ان چار بیٹوں نے جنگ لڑی اپنی طرف لاشوں کی ڈھیر لگا دیئے حتی کہ خود بھی شہید ہو گئے تو پھر ماں اپنے بیٹوں کا نظارہ دیکھ کر ایک فقرہ کہتی ہے کہ ساری حمد اور تعریف اس خدا کیلئے ہے جس نے مجھے ان چار بیٹوں کی وجہ سے شرافت و عزت بخشی ہے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ تکلیف کے وقت بھی اس کی زبان سے حمد کا فقرہ نکلے الحمد للہ علی کل حال الحمد للہ کے کہنے سے تصور نعمت ہے الحمد للہ کا سادہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی کا شکر ہے۔ تو شکر خدا کے ساتھ ایک نعمت کا تصور لازم آجاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے نعمت کے اندر ڈوبے ہوئے ہیں تو ایک مُنعِم ہے دوسری نعمت تیسری وہ جو نعمت دی گئی ہو مثلاً نعمت کے اندر یہ اثر ہے کہ انسان میں محبت پیدا کر دیتی ہے۔ الحمد للہ کہنے سے اللہ تعالی سے محبت ہو جائے گی تو محبت ہو جانے کے بعد دین کا سارا کام درست ہو جائے گا۔ صحابہ کرامؓ کے سب کارنامے اللہ تعالی کی محبت پر مبنی تھے اور اگر الحمد للہ کے ساتھ شکر

کریں گے تو رب العزۃ سے لازماً محبت ہو گی۔ اور محبت کے بعد دین
کے تمام کام سدھر جائیں گے۔ بقول سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ
علیہ کے کہ محبت کرنے کا اصل مقام تو رب العزۃ تھے مگر ہم نے
انکو ترک کر کے نعمت سے محبت شروع کردی ہے۔ سلطان محمود
غزنوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے غلام ایاز سے بہت محبت کرتے تھے وزیروں
نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت وہ ایک غلام ہے اور ہم آپکے وزیر
ہیں مگر آپ غلام سے زیادہ محبت کرتے ہیں کیا وجہ ہے؟ بادشاہ
خاموش رہے ایک دن بادشاہ نے حکم دیا کہ آج فلاں وقت تک
جس شخص کو جو چیز پسند ہو وہ میرے خزانے سے اٹھالے۔ تو کسی
نے گھوڑا کھولا کوئی نقدی لے گیا۔ کوئی اونٹ لے گیا۔ غرضیکہ ہر
ایک نے اپنی پسند کی چیز اٹھالی مگر ایاز خاموش ہو کر دیکھتا رہا۔ آخر
میں ایاز کو بادشاہ نے کہا کہ تم کیوں نہیں اٹھاتے تو اس نے بادشاہ
کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ مجھے تو یہ چیز چاہیئے تب جاکر
وزیروں کی آنکھ کھلی کہ معاملہ تو یہ ہے ہم تو نقدی وغیرہ میں
لگے رہے اور اصل مقصد اس نے حاصل کرلیا اس پر بادشاہ نے کہا کہ
کیا دیکھ لیا میں اسکی دانائی پر محبت کرتا ہوں۔ تو ہمیں بھی اللہ سے
محبت رکھنا چاہیئے اگر اللہ ہمارا ہو گیا تو سارا جہان ہمارا ہو گیا ورنہ باقی
چیزیں کیا شے ہیں۔ بہر حال اس بات کی ضرورت ہے کہ اس میں
یعنی الحمد للہ میں نعمت کا تصور ہو دیکھو جب انسان کسی کو کوئی چیز

دیتا ہے تو حقیقت میں اللہ تعالی ہی دیتا ہے تو اگر نہ دینا چاہتے تو ہر گز نہ ملتی تو اللہ سے محبت رکھنی چاہیئے۔ زید دے چاہے بکر دے بھیجنے والے اللہ تعالی ہیں۔ دیکھو ایک شخص بہت مالدار ہے مگر وہ کھانا کھائے تو معدہ کی خرابی کی وجہ سے متلی ہو جاتی ہے تو وہ کھانا کھانے کا بھی محتاج ہے تو معلوم ہو گیا کہ ہر کام کی باگ ڈور رب العزۃ کے ہاتھ میں ہے وللہ عاقبۃ الامور کہ سب کاموں کے انجام اللہ کے پاس ہیں رب العزۃ خدائی محبت نصیب فرمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر آدمی دیکھنا چاہے کہ میرے قلب میں ایمان ہے یا نہیں تو وہ یہ دیکھے کہ میرے قلب میں محبت ہے یا نہیں اگر محبت ہے تو ایمان ہے ورنہ ایمان کامل نہیں قرآن والذین امنوا اشد حبا للہ یہ ناممکن ہے کہ آگ ہو اور روشن نہ ہو۔

درس نمبر ۵
4دسمبر 1964ء

الحمدللہ شکر گذاری کی جڑ ہے

الحمدللہ کا بیان ہو رہا تھا قرآن شریف میں بسم اللہ الخ کے بعد پہلا لفظ الحمدللہ کا ہے جنت کے داخلے کے وقت بھی پہلا لفظ الحمدللہ ہو گا الحمدللہ الذی احلنا دار المقامۃ جنت میں قدم رکھنے کے ساتھ پہلا لفظ الحمدللہ نکلے گا قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی ہر مجلس کا اختتام الحمدللہ کا ہو گا واٰخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ الحمدللہ کو شکر کی جڑ قرار دیا ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی روایت نقل کی ہے کہ الحمدللہ شکر گذاری کی جڑ ہے جس نے اللہ کا حمد نہ کیا اس نے شکر نہ کیا حدیث الحمدللہ رأس الشکر جڑ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ شکر انعامات پر ہوتا ہے۔ اور حمد کمالات و انعامات دونوں کے مقابلہ میں اللہ تعالی کی تعریف و ثنا ہے۔ اس لئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ خدا کی حمد ہے اس کے عالم و قادر ہونے پر اور یہ نہیں کہا جاتا کہ شکر ہے مطلب یہ

ہے کہ خدا کے کمالات و صفات پر لفظ حمد لایا جاتا ہے۔ شکر کا بھی
بڑا مقام ہے قرآن فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولاتکفرون رب
العزۃ نے اپنی یاد کے ساتھ شکر کو ذکر فرمایا ہے۔ قرآن لَئِنْ شَکَرْتُمْ
لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر تم نے میرا شکر کیا تو بہت
دونگا اور اگر کفر کیا تو میرا عذاب دردناک ہے۔ شکر ایسی چیز ہے کہ
انبیاءؑ بھی اس سے بے نیاز نہیں۔ قرآن اعملوا آل داؤد شکرا کہ
اے داؤدؑ اور اولاد داؤدؑ شکر کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ شکر گذار کم ہیں۔
وقلیل من عبادی الشکور ایک بزرگ نے جن کا اسم شریف غالباً عطاء
ہے فرماتے ہیں کہ حضرت بی بی عائشہؓ صدیقہ سے پوچھا گیا کہ اے
مسلمانوں کی ماں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کا کوئی
واقعہ سناؤ یہ لفظ کہنے کے ساتھ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ رو پڑیں
فرمانے لگیں کہ رات کے وقت تشریف لائے تھوڑا آرام فرمایا پھر
ایک مشک ٹھکی ہوئی تھی اس سے کھڑے ہو کر وضو فرمایا پھر نماز
تہجد میں مشغول ہو گئے تو قیام بہت لمبا کیا اور رونا اسقدر کثیر تھا کہ
آنسو مبارک سے چہرہ مبارک تر ہو گیا تھا پھر رکوع بھی بہت لمبا کیا
اور رونا جاری تھا حتی کہ اس طرح پوری نماز ادا کی۔ میں نے عرض کی
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ تو بخشے ہوئے ہیں اس قدر
محنت کیوں فرماتے ہیں۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا
میں شکر گذار بندہ نہ بنوں یہ حدیث حضرت ابن صبانؓ کی ہے۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب کو نماز تہجد اس قدر لمبی پڑھتے تھے کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتی تھی۔ بہرحال شکر کی بڑی ضرورت ہے۔ میں الحمدللہ میں تین چیزیں تفصیل سے ذکر کرتا ہوں (1) تصور نعمت (2) تصور محبت (3) تصور تقرب الٰہی بزرگان کا مقولہ ہے کہ شکر ایک نعمت کے مقابلہ میں ہے اگر ہم کو نعمت ہی معلوم نہ ہوگی تو شکر خاک کرینگے مثلاً اوقات ایک نعمت ہیں مگر ہمیں اس کا علم ہی نہیں کہ یہ بھی نعمت ہے۔ ایک بزرگ کا واقعہ امام ابوالقاسم رحمتہ اللہ علیہ قشیری نے نقل کیا ہے کہ ان کا دوست بغداد میں قید ہوگیا اس نے بزرگ کے پاس خط لکھا کہ جیل میں بند ہوں جواب دیا کہ شکر کرو۔ تو اس وقت اسکی سمجھ میں بات نہ آئی کہ مصیبت میں بھی شکر کروں تو اتنے میں ایک مجوسی قیدی آیا جو دستوں کا مریض تھا ہر دس منٹ کے بعد وہ دست کرتا تھا اور اسکی زنجیر اس بزرگ کے دوست سے بندھی ہوئی تھی تو اسکو بھی اسکے ساتھ اٹھنا پڑتا تھا تو پھر خط لکھا تو جواب دیا کہ شکر کرو کیونکہ ہر زحمت کے بعد ایک بڑی زحمت ہوتی ہے اگر اللہ تمہیں اسی مجوسی کی طرح کافر بنادے تو پھر کیا کروگے۔ اسی وقت بات سمجھ میں آگئی فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی غالباً یہ ان بزرگوں کے مرید تھے۔ تو اللہ والے بجائے نعمت کے زحمت پر بھی شکر ادا کرتے ہیں۔ رسالہ قشیریہ میں ہے کہ ایک بزرگ کو مرید

نے خط لکھا کہ رات کو ایک چور گھر میں گھس آیا ہے اور پورا سامان اٹھا کر چلا گیا ہے بزرگ نے کہا شکر کرو۔ کہ اگر تمہارے قلب کے کمرہ میں شیطان گھس جاتا تو ایمان چھن جانے کا خطرہ تھا اس سے صرف شکر کی فضیلت بتلائی۔ اور در حقیقت ہم جس کو زحمت سمجھتے ہیں وہ بھی نعمت ہوتی ہے جب تک ہم نعمت کا تصور نہ کریں اللہ کا حمد و شکر نہیں کر سکتے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان اللہ کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے مگر نعمتوں کا پتہ نہیں مگر جب نعمت چھن جائے تو تب پتہ چلتا ہے کہ اف یہ تو ایک نعمت تھی۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نعمتہ کے مقابلہ میں نقمت استعمال کرتے ہیں نعمت سکھ اور نقمتہ دکھ کو کہتے ہیں۔ رب العزۃ نے کائنات کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے شب کی تاریکی کے ساتھ دن کی روشنی بھی پیدا فرمائی ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نعمت کے دو قسم ہیں ایک نعمت اصلی (2) نعمت اصلی کا ذریعہ یعنی جس سے اصلی نعمت پاسکے۔ پھر زحمت یا نقمتہ کی دو قسم ہیں (1) نقمتہ اصلی (2) اسکے حصول کا ذریعہ۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے انسان یہ جان لے کہ اصلی نعمت کیا ہے نعمت اصلی وہ چیز ہے جس میں تکلیف نہیں ورنہ جس میں تکلیف ہو تو وہ کچھ نعمت ہے اور کچھ بے نعمتی ہے اور فرمایا کہ دنیا کی کوئی نعمت اس معیار پر اصلی نعمت نہیں ہے کیونکہ دنیا میں نعمت کے ساتھ زحمت و تکلیف

شامل ہے۔ آج کل صدر مملکت کو دیکھو ووٹوں کے دن ہیں باوجود سلطنت کے بھی پریشان ہے۔ حضرت خارجؓ صحابی مصر کے گورنر بنائے گئے تو مصر میں ننگے پیر چل رہے تھے کسی نے کہا کہ ننگے پیر کیوں چل رہے ہیں کہا کہ مصر میں فرعون نے خدائی کا دعوی کیا تھا مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ننگے پاؤں چلنا تاکہ تکبر نکل جائے۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ خالص اصلی نعمت دنیا میں نہیں ہے بڑی نعمت دنیا میں بادشاہی ہے مگر بادشاہی کا تاج ظاہراً تو جواہرات کا ہے مگر درحقیقت کانٹوں سے جڑا ہوا ہے کہ ہر چیز کا حساب دہ بن جاتا ہے۔ جن لوگوں نے دنیا کا تجربہ کیا ہے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دنیا جتنی زیادہ ہو اتنی زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔ خاقانی رحمتہ اللہ علیہ ایک حکیم بزرگ تھے لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کے پاس جو یا گندم کی روٹی ہو اور پہننے کو پرانے یا نئے کپڑے ہوں اور رہنے کو ایک پرانا مکان ہو جس سے کوئی نکال نہ سکے یہ شخص مجھے قیصر و کسریٰ کی بادشاہی سے زیادہ پسند ہے۔ تو غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان درست ہوا کہ نعمت و زحمت کی دو قسم ہیں۔ غزالی رحمتہ اللہ علیہ اصلی نعمت کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس میں بے چینی نہ ہو اور ساتھ ہی فرما دیا کہ اصلی نعمت جنت ہے۔ فرماتے ہیں کہ اصلی نعمت وہ ہے جو ہمیشہ رہے مٹے نہ اور علم ہو جہالت نہ ہو۔ خوشی ہو غمی نہ ہو۔ دولت مندی ہو حاجتمندی نہ ہو۔ یہ

ہیں اصلی نعمتیں دنیا میں کل آسمانی کتب اور پیغمبرؑ اسی اصلی نعمت کے حاصل کرنے کے طریقے بتلانے کیلئے آئے ہیں اور اصلی نعمت کوئی دور نہیں۔ بلکہ مرنے کے بعد فوراً مل جاتی ہے یعنی کچھ عالم برزخ میں ملتی ہے اور باقی روز محشر میں مکمل ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے کہ آدمی جب مرتا ہے تو اسکی روح پرندے سے بھی زیادہ تیز اڑتی ہے اور جنت میں غذا تلاش کرنے کیلئے پھرتی رہتی ہے جنت جسمانی و روحانی دونوں غذاء کیلئے ہے۔ تو الحمدللہ نعمت اصلی کے پانے میں مسلمان کو صرف مرنے کی دیر ہے صحابہ کرامؓ تو موت کے عاشق ہوا کرتے تھے وہ تو اللہ تعالیٰ سے موت مانگتے تھے مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ موت کی طلب نہ کیا کرو کیونکہ نعمت اصلی کے پانے میں زندگی کا ہونا ضروری ہے۔ تو جس طرح آدمی ایک جگہ کماتا ہے اور دوسری جگہ کھاتا ہے تو اسی طرح دنیا میں کمائیں گے اور جنت میں کھائیں گے۔ اصلی نعمت جنت ہے یعنی اصلی وہ ہے جس نعمت میں زحمت نہ ہو اور باقی نعمت سببی ہے۔ یعنی وہ نعمت جس کے سبب سے اصلی نعمت پاسکیں وہ ہے ایمان اور عمل صالح۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے باغیچہ میں چرتے رہو تو سوال کیا گیا کہ وہ باغیچہ کیا ہے فرمایا کہ وہ باغیچہ اللہ والی مجلس ہے۔

درس نمبر ۶
6 دسمبر 1964ء

تصوّر نعمت

گذشتہ درس میں الحمدللہ کی تشریح میں بیان ہوا تھا کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور حدیث ہے کہ جس نے الحمدللہ نہ کہا تو اس نے رب العزۃ کا شکر نہ کیا اس لئے الحمدللہ سے تین تصور پیدا ہوتے ہیں (1) تصور محبت (2) تصور نعمت (3) تصور قرب الٰہی وَاِنْ تَعُدُّوا وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تم شمار نہ کر سکو گے مگر انسان اتنی نعمتوں کے باوجود بھی ظالم ہے۔ تو ایک اصلی نعمت ہوئی اور دوسری نعمت کے حصول کا ذریعہ تو اصلی نعمت جنت ہے باقی نعمتیں اسکے حصول کا ذریعہ ہیں۔ تو میں نعمتوں کا بیان کرتا ہوں تو کچھ نعمتیں ایسی ہیں کہ فی الحال ان میں مشقت و مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر انجام لذت و مزہ اور آبادی ہے اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں کہ فی الحال تو لذت و مزہ ہے مگر انجام مصیبت اور بربادی ہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں فی الحال لذت و مزہ ہیں مگر انجام بربادی ہے

وہ ہیں خواہشات النفس یعنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا۔ یہ ایسی چیز ہے کہ اسکا انجام بربادی ہے یہ ایسا گناہ ہے اگر خدا معاف نہ کرے تو یہ سایہ کی طرح ہر جگہ چمٹا رہیگا۔ قرآن وکل انسان الزمناہ طائرہ کہ اگر انسان نے نیکی کی تو نیکی چمٹے گی اگر بدی کی تو بدی چمٹے گی۔ جو چیزیں فی الحال مزہ رکھتی ہوں اور انجام انکا بربادی ہو تو انکی مثال غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی ہے کہ جس طرح شہد میں زہر ملا کر کسی کو کھلایا جائے تو کھانے کے وقت تو مزہ ہوگا اور انجام بربادی ہوگا۔ اسی طرح ہر گناہ چوری۔ زنا وغیرہ یہ ظاہراً شہد کی مانند ہیں مگر اندر زہر بھرا ہوا ہے۔ دو چیزیں بالمقابل ہیں جن میں فی الحال تو مشقت ہے لیکن انجام کامیابی پر منحصر ہے۔ وہ اتباع شہوت نفس نہیں بلکہ شہوات نفس کا مقابلہ کرنا ہے۔ یعنی مثلاً موسم سرما میں اذان ہوئی نماز کا وقت آگیا مگر قلب چاہتا ہے کہ سردی میں کیا نماز پڑھو گے تو صبر و استقلال سے کوشش کر کے نفس کو شکست دیدینا اور نماز پڑھ لینا یہ ہے نفس سے مقابلہ کرنا یعنی ہر روک پر نفس کا مقابلہ کرنا۔ مثلاً آدمی رشوت وغیرہ کے ذریعہ حرام مال کماتا ہے تو کم آمدنی کے خطرہ سے اسکو ترک نہیں کر سکتا اسلئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے اندر ہے شریعت اسی نفس کو لگام ڈالنے کیلئے آتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خواہشات النفس پر چلنا یہ بربادی ہے اور دفع

الشہوات یعنی شہوات کو دبانا یہ کامیابی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی مثال یوں دی ہے کہ مثلاً مریض کیلئے تلخ دوائی بظاہر تو مصیبت ہے لیکن درحقیقت اس میں کامیابی ہے گویا نفس اور شریعت کا مقابلہ ایسا ہے کہ فی الحال نفس پر چلنے سے مزہ ہے مگر انجام بربادی ہے۔ اور شریعت پر چلنے میں تلخی ہے مگر انجام کار کامیابی ہے۔ جہنم سے بڑھ کر بری چیز کوئی نہیں اور جنت سے بڑھ کر رحمت کوئی چیز نہیں ہے۔ جنت کمانے کیلئے ایمان و اعمال صالح اور جہنم کمانے کے لئے کفر اور اعمال بد۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کو سونے اور چاندی سے کیوں محبت ہے حالانکہ بذات خود یہ کوئی نعمت نہیں ہے کیونکہ نہ کھانے نہ پینے وغیرہ کے کام آتی ہے مطلب یہ کہ سونا اور چاندی کسی دوسری نعمت کا ذریعہ ہیں مثلاً سونے وغیرہ سے انسان آٹا وغیرہ خرید سکتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سونے میں یہ صفت نہ ہوتی تو کنکری اور سونا ایک ہی قیمت کے ہوتے یہ سونا اور چاندی نعمت کا ذریعہ ہیں تو ان سے کتنی محبت ہے حالانکہ آج ہم مر جائیں تو یہ ساتھ نہ جائیں گے۔ تو اس طرح جنت جو لذۃ الکبریٰ ہے یعنی تمام لذتیں اسکے سامنے گرد و غبار ہیں اس جنت کے حصول کا ذریعہ نماز، اذان اور اعمال صالحہ ہیں۔ یہ اسباب ایسے ضروری تھے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ اور کچھ عدد

کتب سماوی بھیجیں تاکہ انسان کبھی غلطی نہ کھا بیٹھے۔ اور موتی گنوانہ بیٹھے کیا یہ درست ہے کہ فانی مزوں کیلئے چستی ہو اور ابدی مزوں کیلئے چستی نہ ہو۔ بلکہ ابدی مزوں کیلئے تو چستی دوگنا زیادہ ہونی چاہیئے۔ اس لئے شکر بجا لانے کے سلسلہ میں اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت یہ ہے کہ ایمان نصیب فرمایا اگر ایمان نہ ہوتا تو جنت جیسی لذت الکبری کہاں ملتی۔ تو قاعدہ یہ ہے کہ نعمت کے ذریعہ سے بھی محبت ہو حدیث لَاَیُؤمِنُ اَحَدُکُمُ کہ آدمی مومن نہیں حتی کہ مجھے اپنے نفس اور ماں باپ سے زیادہ محبوب جانے یعنی حقیقت میں نعمت کا مبدا اللہ تعالیٰ ہیں مگر نعمت کا ذریعہ تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن ذرائع سے نعمت حاصل ہو ان سے محبت ہونی چاہیئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مبارک ہے کہ اللھم انی اسئلک حبک وحب من یحبک اے اللہ اپنی محبت نصیب فرما وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ اور ان لوگوں کی جن لوگوں کو تم سے محبت ہے والعمل الذی اور ایسے عمل سے محبت پیدا کر جو تیرے قریب کرنے والا ہو یہ ہے دعا تو محبت تو پیغمبروںؑ کی ہوا کرتی تھی طبقات ابن سعد یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کی تاریخ ہے جو سب سے بہتر کتاب ہے لکھتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا صحابہ کرامؓ پر کیا اثر ہوا فرماتے ہیں کہ اتوار کے روز مرض

بیہقی

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ وولدہ ووالدہ والناس اجمعین

زیادہ ہوگیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ نماز پڑھا دو جب نماز کھڑی ہوئی اللہ اکبر کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چیخ نکلی اور سب صحابیوںؓ کی چیخ نکلی اور بیہوش ہو کر گر گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آوازیں سنیں تو دو آدمیوں کا سہارا لیکر مسجد تشریف لے آئے اور نماز پڑھائی اور تسلی دی جب گھر تشریف لے آئے تو باہر سے آواز آئی کہ اندر آنے کی اجازت ہے حضرت بی بی فاطمہؓ الزہراء نے جواب دیا نہیں تین مرتبہ اجازت طلب کی اور تیسری بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ یہ کوئی مسافر نہیں جو تین بار کہنے کے باوجود بھی کھڑا ہے یہ واپس نہیں جاتا۔ یہ وہ شخص ہے جو اکھٹا اور جمع ہوا انکو جدا کرنے والا ہے۔ بچوں کو یتیم کرنے والا ہے۔ یعنی ملک الموت ہے۔ ساتھ ہی حضرت جبرائیلؑ تھے عرض کی یارسول اللہ آج میرا زمین پر آخری آنا ہے اس کے بعد پھر کبھی نہ آؤں گا کہا کہ یہ اللہ تعالی کا فرشتہ ہے رب العزۃ کا فرمان ہے کہ وقت مقررہ آچکا ہے اگر اجازت ہو تو یہ آئے ورنہ نہیں۔ اور یہ معاملہ کسی سے نہیں ہوا ماسوا آپکے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرائیل کہ میں جب یہاں سے جاؤں گا تو وہاں کیا ہوگا عرض کی کہ میں جب آیا ہوں تو آسمان اور جنت کے دروازے کھولے گئے تھے اور جہنم کے بند کردیئے گئے تھے۔ اور ملائکہ انتظار میں ہیں تو پھر حکم فرمایا کہ ملائکہ

کو کھو کہ آئے اپنا کام شروع کردے تو جان قدم کی طرف سے
نکلتی ہے جب جان مبارک گھٹنے تک آئی تو حضرت نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی آہ نکلی اور جب گلے مبارک تک آئی تو ایک آہ زور
سے فرمائی اور فرمایا کہ مرنا سخت چیز ہے۔ بی بی فاطمہ الزہراہ رض چلا
اٹھی کہ ہائے میرے باپ کی مصیبت حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد تیرے والد پر کوئی مصیبت نہ
آئے گی۔ جب یہ خبر مسجد نبوی میں پہنچی تو حضرت عمر رض کے دماغ
پر اثر ہو گیا حضرت عثمان رض غنی گونگے ہو گئے اور حضرت علی رض پر فالج
گر گیا اگر اس مصیبت کو برداشت کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رض اور
حضرت عباس رض نے کیا حضرت صدیق رض تشریف لائے چہرہ مبارک
سے کپڑا ہٹا کر بوسہ دیا مسجد میں حضرت فاروق اعظم رض تلوار نکال کر
کھڑے ہو گئے کہ جو کہے گا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
فوت ہو گئے تو میں اسے قتل کردونگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے
فرمایا کہ کسی طرح انکو سمجھاؤں تو ایک آدمی نے کہا کہ آپ تقریر
شروع کردیں۔ آپ نے تقریر فرمائی سب لوگ آپ کے گرد جمع
ہو گئے حضرت عمر رض اکیلے رہ گئے جب حضرت ابوبکر صدیق رض اکبر نے
یہ الفاظ فرمائے تو صحابہ کرام رض ہوش میں آئے کہ تم اگر حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتے تھے تو وہ فوت ہو گئے
ہیں اور اگر اللہ تعالی کی کیا کرتے تھے تو وہ حی اور قیوم ہے انکو کبھی

موت نہ آئے گی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اعظم کا قول ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو عقل سیدھی ہو گئی اللہ تعالی کی محبت کیلئے ضروری ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو اللہ تعالی کی یادگار صرف دو ہیں۔ (1) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور (2) قرآن سے محبت کرنا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اور محبت قرآن و حدیث سے ہو سکتی ہے جو چیز اللہ کو محبوب ہے اللہ تعالی اس سے محبت کرتے ہیں۔

حجاج بن یوسف ثقفی یہ بڑا ظالم بادشاہ تھا اس کے جیل خانہ میں نہ چھت ہوتی تھی نہ بارش کی رکاوٹ کیلئے کوئی سامان ہوتا تھا 50 ہزار مرد اور 30 ہزار عورتوں نے تڑپ تڑپ کر جان دیدی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ اپنی صدی کے مجدد ہیں فرماتے ہیں کہ اگر اللہ قیامت میں اپنے پیغمبروں سے اپنی اپنی امت کا ظالم شخص مانگے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کرینگے تو یہ سب ظالموں سے بڑھ جائے گا۔ سعید ابن خوارزم بادشاہ نے ایک عالم کو قتل کیا تو عالم کے مرشد نے بددعا کی جب بادشاہ کو بددعا کا علم ہوا تو تلوار قصاص کیلئے اٹھائی اور روپیوں کی تھیلی دیت کیلئے اٹھائی بزرگ کی خدمت میں گئے کہا کہ اگر قصاص لینا چاہتے ہو تو یہ میری تلوار موجود ہے مجھ سے

قصاص لیلو ورنہ اگر دیتہ لینا ہو تو یہ روپوں کی تھیلی موجود ہے بزرگ
نے فرمایا کہ بس اب تیر کمان سے نکلا ہوا واپس نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں
کہ جب بزرگ نے بد دعا کی تو غائب سے آمین کی آواز آئی تھی
تو جب حجاج بن یوسف ثقفی نے ایک عالم سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ
کو قتل کیا تو واقعہ یہ ہے کہ جب انکو گرفتار کرنے کیلئے سپاہی گئے اور
گرفتار کیا تو راستے میں معلوم ہوا کہ انکو روزہ ہے تو سپاہیوں نے کہا
کہ اگر آپ فرار ہونا چاہیں تو جاسکتے ہیں عالم نے فرمایا کہ اگر میں فرار
ہو گیا تو تمہیں گرفتار کرلیں گے جب حجاج بن یوسف ثقفی کے پیش
ہوا تو عالم رحمۃ اللہ علیہ سے نام پوچھا فرمایا کہ میرا نام سعید ابن جبیر
(رحمۃ اللہ علیہ) ہے تو حجاج نے کہا کہ تمہارا نام شقی ابن کسیر یعنی
بدبخت تو عالم فرماتے ہیں کہ میری ماں میرا نام آپ سے زیادہ
عمدہ جانتی ہے تو حجاج نے کہا کہ وہ بھی بدبخت تھی تو عالم نے
فرمایا کہ بادشاہ بدبختی تیرے ہاتھ میں نہیں۔ تو بادشاہ نے کہا کہ
معاف کردوں۔ عالم نے کہا کہ معافی خدا کی چاہیئے تو حکم دیا کہ لٹا دو تو
عالم نے اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا تو بادشاہ نے کہا کہ رخ پھیر دو تو
عالم نے یہ آیت پڑھی فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور پھر پیٹ کے بل
الٹا کر دیا گیا تو عالم نے فرمایا منھا خلقنٰکم وفیھا نعیدکم الخ تو بادشاہ
نے کہا جلاد کو حکم دیکر کہ تم کو جلدی جہنم میں دھکیل دونگا تو عالم
نے کہا کہ جنت و جہنم تیرے ہاتھ میں نہیں ہے تو انکو شہید کر دیا

منھا خلقنٰکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری

گیا کتنی بلا کی دلیری اور حق گوئی ہے یہ ہے خدا کے خوف کی وجہ۔ تو شہادت کے وقت بہت خون نکلا معلوم ہوا کہ اسکو اللہ تعالی سے بہت تعلق تھا۔ جب یہ بات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے بد دعا کی فرمایا کہ اے ظالموں کو سزا دینے والے خدا اس کو سزا دے تو اس دن سے حجاج کے پیٹ میں ایک کیڑا داخل ہو گیا اور حجاج سخت بیمار ہو گیا جب نزع کا وقت قریب آیا تو حجاج کے منہ سے ایک جملہ نکلا حجاج غضب کا ادیب تھا وہ یہ کہ اے میرے خدا لوگوں کو گمان ہے کہ خدا حجاج کو نہ بخشے گا لوگوں نے تیری بخشش سے اور تیرے فضل سے بدگمانی کی ہے مگر مجھے امید ہے کہ تو مجھ جیسے ظالم کو بخش دے گا تو میں نے تیری بخشش اور تیرے فضل سے بخشش کی امید اور اچھا گمان کیا ہے اب تیری مرضی کہ عمدہ گمان یا بدگمان والے کو بخش دے۔ جب یہ بات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو فرمایا کہ بد بخت نے دنیا بھی کمائی اور آخرت بھی کیونکہ یہ ایک ایسا جملہ کہا کہ جس سے رحمت خداوندی جوش میں آ گئی ہو گی اور بخشش ہو گئی ہو گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مقام حضرت حسن بصری سے اونچا ہے فرماتے ہیں کہ گمان غالب ہے کہ اس کی بخشش ہو گئی ہو گی اس میں دو باتیں تھیں (1) یہ کہ قرآن کا درس سنتا تھا اور درس قرآن سے محبت کرتا تھا اور قراء حضرات کو معقول تنخواہیں

دیتا تھا (2) کام یہ کہ عرب کو قرآن کے زیر زبر کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ انکی مادری زبان ہے مگر عجم کو ضرورت تھی تو اس ضرورت کو حجاج نے پورا کیا کہ اس نے زبر زیر قرآن مجید کے لگوائے اور آج ہر پڑھنے والے کا ثواب حجاج کو بھی مل رہا ہو گا اور خود یہی ہمارا علاقہ سندھ سے ملتان تک تو حجاج کیوجہ سے مسلمان ہوا ہے۔ یعنی ان علاقوں میں حجاج کے ذریعہ اسلام پھیلا۔ یہ تھے ظالم لوگ مگر دین سے دوستی تھی آج تو گورنمنٹ کی طرف سے اسلام دشمنی سکھائی جاتی ہے۔

۱۹۶۴

تصورِ محبت

الحمدللہ تمام خوبیاں اور تمام تعریفیں اللہ تعالی کیلئے ہیں۔ گذشتہ درس میں بیان کیا کہ جب اللہ تعالی محمود ہوئے تو انکے لیے ان تین کا تصور ہونا ضروری ہے (1) نعمت (2) محبت (3) قرب نعمت کا بیان تو گذر چکا ہے اب (2) محبت کے تصور کا بیان ہے اللہ تعالی نے انسان کے اندر محبت پیدا کی ہے رب العزۃ نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ حکمت کے تحت پیدا فرمائی ہیں تو ہر انسان کے اندر جو محبت کا جذبہ پیدا فرمایا ہے وہ حکمت اور مقصد کے تحت ہے۔ اور وہ محبت حیوان کی محبت سے علیحدہ چیز ہے مثلاً گائے وغیرہ محبت سے اپنے بچہ کو چاٹتی ہے انسان کو تمام حیوانات پر برتری بھی اس محبت کی بناء پر نہیں ہے بلکہ ایک اور محبت ہے (1) جو محبت حیوانوں کے اندر ہے وہ مادی جسمانی زمینی محبت ہے انسان کو جو محبت حاصل ہے اور جسکی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے وہ محبت سفلی نہیں بلکہ علوی محبت ہے۔ علوی

محبت یہ کہ انسان کو اپنے خدا سے محبت ہے۔ یہ صحیح بات ہے کہ کافروں کو بھی اللہ سے محبت ہے مگر غلط محبت ہے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بزرگان دین و قرآن و حدیث سے جو محبت ہے یہ ہے علوی محبت۔ عالم بالا کے مقابلہ میں دنیا کی محبت اسفل اور پست محبت ہے فقط زمینی محبت ہے جو یہاں ہی مر جاتی ہے اور آسمانی محبت ایمان و اعمال صالحہ ساتھ ہی جاتے ہیں زمینی محبت اولاد یا بیوی یا عہدہ یا کھانے پینے سے ہے۔ جب جان نکلی تو سب کچھ ختم ہو گیا۔ اس زمین کے پیٹ میں بڑے بڑے بادشاہ پڑے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں اور جو آسمانی محبت ہے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ساتھ جائے گی۔ اور عجیب بات ہے کہ محبت آسمانی کا فیصلہ بھی آسمان پر ہے۔ مثلاً ایک آدمی کو اللہ تعالی نے عہدۂ نبوت بخشا وہ آسمانوں پر ساتھ جائے گا اور ایک وہ نبی ہے جس کو چند بدمعاش لوگ بنا دیں تو اسکی نبوت یہیں زمین پر ہی رہ جائے گی۔ آگے نہیں جائے گی۔ بخاری و مسلم شریفین کی حدیث حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رب العزۃ کو کسی آدمی سے محبت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالی حضرت جبرائیلؑ کو پکارتے ہیں کہ جبرائیلؑ مجھے فلاں آدمی سے محبت ہے تو بھی اس کے ساتھ محبت کر۔ پھر حضرت جبرئیلؑ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کو فلاں آدمی

سے محبت ہے اے آسمان کے بسنے والو تم بھی اس سے محبت کرو۔ اس کے بعد پھر زمین پر بسنے والوں کے قلوب میں اللہ اسکی محبت ڈالدیتا ہے۔ تو محبت اوپر سے آتی ہے اس حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ کو جس بندہ سے نفرت ہو تو جبرائیلؑ کو فرماتے ہیں کہ جبرائیلؑ مجھے فلاں شخص سے نفرت ہے تو بھی اس سے نفرت کر۔ پھر جبرائیلؑ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ کو فلاں شخص سے نفرت ہے تم بھی آسمان کے بسنے والو اس سے نفرت کرو۔ پھر دنیا میں لوگوں کے دلوں میں نفرت ڈالدیتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ اگر اللہ سے محبت ہو تو سب سے پہلے آسمانوں میں پھیل جائے گی بعد میں زمین پر پھیلے گی۔ دیکھو آج کل اشتہار اور طرح طرح کے پروپیگنڈے کرتے ہیں مگر اللہ سے محبت نہیں ہے اسلئے کوئی نیک نامی حاصل نہیں کر سکتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر دینی محبت ہو گی تو واقعی پہلے آسمانوں پر اور بعد میں زمین پر پھیلے گی۔ اور بغض بھی اسی طرح ہے آسمانی محبت یعنی اللہ والی محبت کو بقاء ہے اور زمینی محبت فانی ہے دیکھو کتنے لیڈر گذرے ہیں جن کے لئے سپاسنامے پڑھے جاتے تھے اور فوج وغیرہ کی سلامی ہوتی تھی مگر دنیا سے گذر جانے کے بعد کسی نے یاد بھی کیا ہے؟ مگر اللہ والے کتنے ایسے بزرگ ہیں جنکو صدیاں قبروں میں گذر گئیں مگر انکی محبت انسانوں کے قلوب میں گھری ہوئی

ہے۔ دیکھو ملتان، لاہور اوچ شریف کے اولیا کرام کو فوت ہوئے کتنا لمبا عرصہ گذر چکا ہے مگر محبت موجود ہے اور کئی ایسے لیڈر و بادشاہ جو ہمارے سامنے فوت ہوئے ہیں اور ان کو پوچھتا ہی کوئی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انکی زمینی محبت تھی جو انکے فناء ہونے سے فناء ہو گئی بہرحال قرآن نے مومن کیلئے محبت کو ضروری قرار دیا ہے قرآن ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ

بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو محبت اللہ سے رکھنی چاہئے وہ غیر اللہ سے رکھتے ہیں والذین اٰمنوا اشد حباً للہ ۔ لیکن ایمان والے کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالی سے ہوتی ہے قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم اے محمدؐ انکو فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ بیٹے تمہاری بیویاں تمہاری قوم و کنبے اور تمہاری تجارت تم کو اللہ تعالی سے زیادہ پیاری ہے تو تم اس گھڑی کا انتظار کرو جب ہم قہر نازل کرینگے۔ تو معلوم ہو گیا کہ رب العزۃ سے محبت ہونی ضروری ہے باقی رہا یہ کہ ہم یہ فیصلہ کیسے کریں گے کہ ہم کو محبت اللہ سے ہے۔ دیکھو اللہ سے محبت یہ دوہری محبت ہوتی ہے دنیا کی محبت یکطرفہ ہوتی ہے۔ مثلاً دنیا میں بہت سے خاوند ایسے ہیں کہ انکو تو عورت سے محبت ہو گی مگر عورت کو ان سے محبت نہ ہو گی یہ ہے یکطرفہ لیکن جب آپ کو اللہ سے محبت ہو گئی تو یقین جانو کہ اس طرف سے بھی ہو گئی۔

اب یہ کیسے معلوم ہو کہ ہم کو اللہ تعالی سے محبت ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی اگر تم اللہ تعالی سے محبت چاہتے ہو تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔ اس وقت تو بادشاہوں کو بھی قبر کی فکر رہتی تھی آج کل تو انگریز خبیث نے قبر بھلادی ہے اکبر بادشاہ تاریخ میں بدنام بادشاہ ہے رات بھر نیند نہ آئی سب اہلکار حیران تھے کہ کیا وجہ ہے فرمایا کہ جب کمرہ کی روشنی بند کرتا ہوں تو قبر کی ظلمت یعنی اندھیرا یاد آجاتا ہے کہ وہاں تو کافی عرصہ رہنا ہے کیا کرونگا۔ لوگوں کو ڈر لگا کہ اگر اکبر اسی طرح چند راتیں اور جاگتا رہا تو شاید پاگل نہ ہو جائے بہت تسلی دی مگر تسلی نہ ہوئی اس کا ایک ہندو وزیر بیربل نامی تھا اس نے کہا کہ بادشاہ تمہارا عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو قبر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی پہنچ جائے گی اس کے بعد بادشاہ کو تسلی ہوئی اور نیند آنے لگی۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے محبت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالی محبوب ہیں تو محبوب کی پسند چیز سے بھی محبت ہونی چاہیئے۔ حبیب الحبیب حبیب اور جن سے اللہ کو بغض ہو تو ان سے ہمیں بھی بغض ہونا چاہیئے۔ تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالی کو اتباع رسول پسند ہے اور شیطان سے محبت کرنا ناپسند ہے تو چاہیئے تو یہ تھا کہ ہمیں شیطان سے بغض اور حضرت محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی مگر معاملہ برعکس ہے کہ شیطان سے محبت ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے۔ اللہ کو گناہ ناپسند اور نیکیاں پسند ہیں مگر ہمارا معاملہ برعکس ہے اللہ تعالی کے ہاں اجر تکلیف کے معیار پر ہے دیکھو دنیا میں ملازمت کو دیکھ لو اگر دفتر کچھ فاصلہ پر ہو اور سخت سردی یا سفر کی دوری کی وجہ سے تمہیں تکلیف ہوتی ہو مگر تنخواہ وہی برابر ہے کوئی زیادہ نہیں۔ مگر اللہ تعالی کے ہاں محنت پر اجر ملے گا مثلاً ایک آدمی نے گرمی میں وضوء کیا اور دوسرے نے سردی میں وضو کیا تو اجر زیادہ سردی والے کو ملے گا۔ بخاری شریف کی حدیث مبارک ہے کہ جس قدر تکلیف زیادہ ہو گی اس قدر اجر ملے گا ایک ہی عمل ہے اگر تم نے تکلیف اٹھائی تو اجر زیادہ ملے گا۔ بزرگان دین کا مقولہ ہے کہ اللہ تعالی کی بخشش تکلیف کی پیٹھ پر سوار ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ جن حضرات کو اللہ تعالیٰ سے محبت تھی انکی کیفیت کچھ عجیب ہوتی ہو گی۔ غیاث الدین رحمتہ اللہ علیہ بلبن دین و دنیا دونوں کے جامع بادشاہ تھے انکے گھر میں ایک ہزار عورتیں مہمانوں کیلیے کھانا تیار کرتی تھیں اور پوری کی پوری حافظ قرآن تھیں ایک۔ دوسرا یہ کہ جس وقت بادشاہ دنیا کے کام میں مشغول ہوتے تھے چاہے بیوی سے۔ ہمبستری ہی کیوں نہ کریں تو کفن کا ٹکڑا سامنے رکھتے تھے تاکہ انجام سامنے رہے۔ یہ تو دنیا کا کاروبار تھا تو غیاث الدین رحمتہ اللہ

علیہ دن کو تو فارغ نہ ہوتے تھے اور رات کو بھی صرف ایک گھنٹہ آرام فرماتے تھے تو تہجد کیلئے ایک نوکرانی کو حکم دے رکھا تھا کہ تہجد کے وقت آپ پہلے مجھے جگائیں اگر بیدار ہو جاؤں تو فبھا ورنہ میرا بازو ہلا دو اگر تب بھی بیدار نہ ہوؤں تو پھر مجھ پر پانی ڈالنا اگر پھر بھی بیدار نہ ہوؤں تو پھر میری ٹانگ سے پکڑ کر مجھے چار پائی سے نیچے دھکیل دینا۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلبن نے ایک پل بنوایا تھا جس کا پیدل راستہ 12 دن کا تھا حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ بھی ان کے زمانہ کے تھے اور بلبن اپنے نوکروں جن کا نام اللہ والا ہوتا تھا ان کو وضو کر کے بلاتے تھے ایک مرتبہ عبداللہ نامی ایک نوکر تھا اسکو بلایا تو وضو نہ تھا اسکو عبدل کر کے بلایا لفظ اللہ نہ پکارا یہ تھا تقویٰ خلفاء راشدین میں لکھا ہے کہ حضرت ابابکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ ایک پرندے کو اڑتے ہوئے دیکھا تو آنسو نکل آئے فرمایا کہ خوش ہو اے پرندے کہ پھل کھاتا ہے اڑتا ہے آزاد ہے اور قیامت میں تیرے لئے حساب نہ ہو گا پھر فرمایا کہ کاش کہ میں ایک شجر کی شاخ ہوتا کاٹا جاتا تاکہ آگے قیامت میں حساب سے بچ جاتا۔ تاریخ خلفاء راشدین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک بھوسہ کا تنکا اٹھا کر فرمایا کہ کاش میں ایک بھوسہ کا تنکا ہوتا کہ ہوا اڑا لے جاتی آگے جو قیامت میں خطرہ ہے اس سے بچ جاتا۔ علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں جلالین میں کہ حضرت عمرؓ قیامت کے متعلق آیت سنتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑتے اور حضرت عمرؓ کو رونے کی وجہ سے رخساروں پر نشان پڑ گئے تھے جو سیاہ رنگ کے تھے آج سر سے پاؤں تک انگریز خبیث کی تہذیب میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر قیامت کا خیال تک ہی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کو کفار سے عداوت ہے تو ہم کو بھی ان سے قلبی بغض رکھنا چاہیئے تو جب اللہ کو یورپ سے نفرت ہے تو ہمیں بھی یورپ والوں سے نفرت رکھنی چاہیئے۔ ایک رواداری کا سلسلہ ہے اور ایک قلب وغیرہ کا مسئلہ ہے بس ایک اللہ سے محبت ہو گئی ہے تو قلب سے بھی صرف اللہ کی محبت ہو تو اس سے نظام اسلام چل سکتا ہے مگر رواداری کیلئے اللہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں کفار سے رواداری رکھو تو جو چیز اللہ تعالیٰ کو پسند ہو ہمیں بھی وہی پسند ہو ورنہ جو چیز اللہ کو ناپسند وہ ہمیں بھی ناپسند ہو۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ زندگی کیسے گذرتی ہے فرمایا کہ زندگی ایسے گذر رہی ہے کہ دنیا میں کوئی کام میرے ارادے کے خلاف نہیں ہو رہا تو اس نے کہا کہ بزرگ صاحب یہ تو خدائی کا دعویٰ ہے بزرگ نے کہا کہ نہیں یہ تو بندگی کا دعویٰ ہے کیونکہ میں نے اپنے ارادے کو اللہ تعالیٰ کے ارادے میں فنا کر دیا ہے تو جو اللہ کا ارادہ ہو وہ میرا ارادہ ہے میں اسی کے ارادے پر راضی تو کوئی کام میرے ارادے کے خلاف نہیں ہوتا۔

درس نمبر۸

13 دسمبر 1964ء

محبّت خُدا فائدہ مند ہے

الحمدللہ کے سلسلہ میں پہلے تصور نعمت کا بیان تھا پھر تصور محبت کا بیان تھا باقی تصور قرب کا بیان رہتا ہے اللہ جل جلالہ کی محبت سے ہمیں فائدہ ہے نہ کہ رب العزۃ کو۔ دین کی ہر بات میں دین پر چلنے والوں کا فائدہ ہے نہ کہ اللہ تعالی کا۔ اللہ سے محبت رکھنے والوں کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالی کی محبت قلب میں آ گئی تو ہر سختی و دین کی ہر تکلیف راحت بن جاتی ہے یہی بات ہے کہ ہم جو پہلے مسلمانوں کے کارنامے سنتے ہیں تو قلب کو یقین نہیں آتا کہ یہ کیا کر گئے ہونگے یا نہیں۔ لیکن یہ صرف اللہ تعالی کی محبت کی کرامتیں تھیں لیکن آج کل تو کسی مسلمان سے دین کا ایک چھوٹے سے چھوٹا کارنامہ بھی سرانجام نہیں ہوتا۔ یہ محبت کی کمی کی وجہ ہے۔ دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مالک حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے لیکن غلام حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر خواہ بن چکا ہے اور غلام بھی ایسے دور میں ایمان لایا کہ اس دور

میں ایمان لانا موت کو دعوت دینا تھا مالک نے دیکھا کہ اگر ایک ضرب سے قتل کر دیا تو کوئی تکلیف نہ ہو گی تو تکلیف دینا شروع کر دی پہلے گرم زرہ پہنا دیتا تھا بعد میں گرم ریت پر لٹا کر اوپر بڑے بڑے پتھر رکھ دیتا تھا مکتہ المکرمہ کی گرم ریت آگ کے مانند ہوتی ہے۔ یہ کام اس لئے کیا کہ بلالؓ تنگ آ کر اسلام چھوڑ دیگا مگر جب اس حالت میں مالک پوچھتا کہ کیا اسلام چھوڑو گے تو حضرت بلالؓ کہتے احد احد۔ حضرت بلالؓ فرماتے تھے کہ مجھ پر جو سختیاں گذری ہیں میں یا میرا اللہ ان کو جانتے ہیں۔ تو حضرت ابی بکرؓ صدیق نے منہ مانگی رقم سے خرید لیا اور گھر آ کر آزاد کر دیا حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت ابی بکر صدیقؓ کے سلسلہ میں چند شعر فرمائے ہیں ابو بکر حبافی

اللہ مالا۔۔ واخذ من ذخائرہ بلالا۔ لقد واسی النبی بکل فضل واسریٰ۔

اور حضور کریمؐ نے جو کچھ فرمایا اس کے ادا کرنے میں جلدی کی۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو حضرت بلالؓ مدینتہ الرسول سے کوچ کر کے دمشق چلے گئے کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور مقام اللہ نے ایسا دیا کہ معراج کی شب کو جنت میں جوتی کی آواز آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ یہ بلالؓ کے جوتوں کی آواز ہے۔ حضرت بلالؓ سے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا عمل کرتے ہو عرض کی کہ جب بھی وضو کرتا ہوں تو دو

رکعت تحیۃ الوضوء ادا کرتا ہوں۔ سفر اور حضر میں مؤذن رہے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو اخراجات حضرت بلالؓ کے سپرد تھے۔ مدینہ اس لئے ترک کیا کہ فرماتے تھے جب میں مسجد نبوی میں آتا ہوں تو محراب خالی دیکھ کر میرا سینہ پھٹ جاتا ہے۔ تو ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لے آئے فرمایا کہ یہ کیا ظلم ہے کہ اب تک بھی میرے پاس نہیں آئے بس اس خواب کے بعد فوراً دمشق سے مدینۃ الرسولؐ روانہ ہو پڑے جب مدینہ کے قریب آئے تو سب لوگ ان کے استقبال کی خاطر جمع تھے حضرت امام حسنؓ و حسینؓ بھی موجود تھے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کی کہ کوئی خدمت فرمایا کہ اذان سنا دو عرض کی کہ میں نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ اب اذان نہ دونگا تو حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ بولے کہ ہمارا بھی حق ہے تو اس پر اذان فرمائی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت نے جب اذان شروع فرمائی تو لوگ اور بچے روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ اور بچے چھتوں پر چڑھ کر دیکھنے لگے انکو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا تھا۔ بہرحال حضرت بلالؓ 20ھ میں بمقام دمشق وفات پاگئے۔ تو حضرت بلالؓ نے یہ سب مشکلیں جھیلیں کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے یہ سب کچھ آسان تھیں۔ مگر آج ہم مومن و مسلمان ہونے کے باوجود بھی موت سے نہیں

ڈرتے۔ اس ماہ کے بعد رمضان شریف آنے والا ہے مسلمان تو اگر رمضان شریف نہ بھی ہوتا تو برکت کیلئے جہاد میں روزہ رکھ کر جنگ لڑتے تھے۔ مگر آج رمضان شریف میں بھی مسلمان روزہ نہیں رکھتے یہ ایمان و محبت کی کمی ہے اور اگر محبت میں کمی آجائے تو پھر ایک تنکا اٹھانے میں بھی تکلیف ہوتی ہے ورنہ تو پہاڑ بھی مشکل نہیں۔ حدیث بخاری کی رمضان کا ایک روزہ بلا عذر ترک کردیا اور پھر ساری عمر روزہ رکھے تو اس روزہ نہ رکھنے کے گناہ کو ختم کرنے کیلئے یہ تمام عمر کے روزے ناکافی ہیں بڑی بات تو محبت ہے اللہ تعالیٰ کی محبت جب قلب میں رچ جائے تو پھر تکلیف راحت بن جاتی ہے۔ آج بادشاہ لوگ ایر کنڈیشنوں میں سوتے ہیں۔ صحیحین کی حدیث مبارکہ ہے کہ قیامت کے دن سورج ایک میل سر سے دور ہوگا تو دیکھو کہ سائنسدانوں کے ہاں سورج 9 کروڑ 30 لاکھ میل دور ہے مگر دیکھو کہ عین گرمی کے موسم میں اگر میدان میں کھڑے ہو جائیں تو دماغ پگھلنے لگتا ہے تو قیامت کے دن کیا حالت ہوگی۔ تو ایئر کنڈیشن تو دنیا میں ختم ہوگئے آگے جو عظیم گرمی آنے والی ہے اس کا کیا انتظام کیا ہے تو حدیث میں ہے کہ صرف عرش معلی کا سایہ ہوگا جو روح اور جسم کو خوش کردیگا۔ یہ عرش معلی کا سایہ مخصوص لوگوں کیلیے ہوگا عام لوگ جلتے ہونگے۔ اے ایئر کنڈیشن کے سفر کرنے والے جو آخرت کا کام نہیں کرتے آخرت میں یہ سب

مزے بھول جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات قسم کے لوگ عرش معلی کے سایہ میں ہونگے (1) امام عادل انصاف والا بادشاہ معلوم ہوگیا کہ بادشاہ کی بھلائی اور بدی کے کوئی برابر نہیں کیونکہ اس کا فعل سب رعایا پر ہوگا اس لئے بہت سے صحابہ کرامؓ تقوی کی وجہ سے عہدہ قبول نہیں فرماتے تھے کیونکہ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک سنی تھی کہ تم تو عہدہ کیلئے حرص کرتے ہو تو قیامت میں نادم ہوگے۔ دودھ پلانے میں حکومت اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دودھ چھڑانے میں بدی معلوم ہوگی مطلب یہ کہ جب عہدہ ختم ہوا دنیا ہو یا آخرت سب بری لگے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا مقولہ تھا کہ ابن جوزی رحمت اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے تھے کہ مجھے خطرہ رہتا ہے کہ میں مدینہ میں ہوں اور دجلہ کے کنارے اگر ایک کتا پیاسا ہو تو خدا تعالی مجھ سے پوچھے گا کہ تیرے عہد میں یہ کتا کیوں پیاسا تھا۔ آج تو ایمان بالکل ختم ہوچکا ہے غرباء کی حالت خراب ہے۔ ہماری روئی سے جو کپڑے جاپان میں بنتے تھے۔ آج کی نسبت وہ کئی حصے سستے تھے مگر آج ملک ہمارا ہے روئی ہماری ہے اور کپڑے بھی گھر میں بن رہے ہیں مگر مہنگائی روزانہ بڑھتی چلی جارہی ہے۔ آج کسی افسر سے توقع ہے کہ وہ بغیر رشوت کے کام کردے

ہر گز نہیں کیونکہ ماحول ہی ایسا بن چکا ہے جب افسر ریٹ مقرر کرنے کیلئے مِلوں وغیرہ میں جاتے ہیں تو فوراً ریٹ کم کر دیتے ہیں پھر جب فصل ربی یعنی رشوت مل جاتی ہے تو کہتا ہے کہ جی چاہا ریٹ مقرر کرلو۔ بس بھوکے حاکم کا پیٹ بھر دیا تو غریب کیلئے مہنگائی ویسے ہی ہے۔ آج میرے بیٹے کا خط آیا ہے کہ پہلے گنا 2 روپیہ من بکتا تھا گورنمنٹ بھی 2 روپیہ من کے حساب سے خریدتی تھی اور چینی 2 روپیہ سیر تھی آج کل گورنمنٹ گنا تو سوا روپیہ من خرید رہی ہے مگر چینی 3 روپے سیر بیچ رہی ہے۔ یہ بھی قحط ہے آج مسلم بادشاہ کا قلب مسلمان سے کٹ کر یورپ سے جڑ گیا ہے اس لئے بربادی ظاہر ہو گئی ہے۔

آج کل اصلاح معاشرہ کی جو رٹ لگی ہوئی ہے یہ سب کچھ غلط ہے تو نمبر 1 امام عادل (2) شاب دوسرے وہ نوجوان جو نوجوانی میں نیکی میں لگ گئے یہ بڑی بات ہے (3) رَجلٌ قلبہٗ مُعلّقٌ بالمساجد کہ جس کا قلب مسجد سے لگا ہو۔ اب تو ہم امیر اور حاکموں کا چہرہ بھی مسجد میں نہیں دیکھتے اچھا ہے یا اللہ کہ تو نے انکو اپنی حاضری سے محروم کیا ہے شاید مساجد نے دعا کی ہے کہ یا اللہ تعالی میں پاک ہوں ان پلیدوں کو نہ آنے دو (4) تحابا للہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ وہ دو مرد جنکی ایک دوسرے سے محبت خالص اللہ تعالی کیلئے ہو۔ جس طرح تم درس القرآن میں آتے ہو یہاں کوئی نوٹ تو

اِمامٌ عادلٌ وشابٌ نشأ فی عبادۃ اللہِ ورجلٌ قلبہٗ مُعلّقٌ بالمساجدِ ورجلان تحابا للہ

نہیں بانٹے جاتے خالص اللہ تعالیٰ کیلئے آتے ہو (5) رَجُلٌ دَعَتہُ اِمْرَاَۃٌ ذَاتَ نَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّی اَخَافُ اللّٰہَ اور وہ لوگ کہ ایک اونچے خاندان کی عورت برے فعل کیلئے بلائے اور سب انتظام ہو مگر وہ شخص یہ کہدے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ (6) وَرَجُلٌ یُنفِقُ یَمِینُہٗ مَالَا تَعلَمُ شِمَالُہٗ کہ ایک وہ شخص ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ خیرات کرے مگر بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو (7) وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا الخ اور وہ شخص کہ تنہا بیٹھا ہے تو اللہ یاد آیا تو آنسو بہہ پڑے۔ یہ سات قسم کے لوگ ہیں کہ قبروں سے نکلتے ہی عرش کا سایہ نصیب ہو گا بہرحال اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی چیز ہے حضرت انس بن مالکؓ کی خالہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے ایک دن حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوئے تو ہنسنے لگے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے فرمایا کہ میری امت کشتی میں بیٹھ کر جہاد کیلئے جارہی ہے حضرت انسؓ کی خالہ نے عرض کی کہ میرے لئے دعا کرو کہ میں اس میں شامل ہو جاؤں پھر نیند آگئی پھر دیکھا تو خواب میں عرض کی کہ دعا فرمائیے کہ میں اس قافلہ میں شامل ہو جاؤں تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تو تو پہلے قافلے میں شریک ہے جزیرہ قبرص پر جب حملہ کیا گیا تو اس ام حرام کا شوہر بھی اس لشکر میں شریک تھا تو یہ بھی شریک ہو گئی جزیرہ فتح ہو گیا واپسی کے وقت ام حرامؓ کو خچر پر سوار کیا گیا تو راستے میں خچر گھبرا

اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ ورجل دعتہ امرأۃ ذات نسب وجمال فقال انی اخاف اللہ ورجل تصدق بصدقۃ فاخفاہا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ ورجل ذکر اللہ خالیاً ففاضت عیناہ

متفق علیہ

گیا تو حضرت بی بی ام حرامؓ گر گئیں اور گردن ٹوٹ گئی۔آپکی قبر وہیں قبرص میں ہی ہے۔ محبت کے بعد تہجد۔جہاد۔روزہ صلوٰۃ وغیرہ سب آسان ہیں مشکلات اس وقت ہوتی ہیں جب اللہ کی محبت کی کمی ہو جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو گی تو یقینی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہو گی جب اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو گی تو کونسی محبت ہے جو اعمال صالحہ کے کرنے سے روکے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد ایک عورت آئی کہنے لگی اے مومنوں کی ماں میری خواہش ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کروں حضرت بی بی عائشہؓ نے تالا کھولا تو اس عورت کی قبر مبارک پر نظر پڑتے ہی چیخ نکلی اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر فوت ہو گئی۔ جب مسلمانوں کی تعداد 39 ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اتنی قلیل تعداد کے باوجود اعلان کروا دیا۔ مگر آج ہم کثیر تعداد کے باوجود ان ہندوؤں سے دبے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ایمان کمزور ہے تو اس اعلان پر مسلح کافر دوڑ پڑے اور حضرت ابابکر صدیقؓ کو اتنا مارا کہ حالت نزع ہو گئی ایک دن رات پوری بیہوشی کی حالت میں گذری۔ آپکی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک ام الخیر تھا بیٹے کے قریب جا کر آواز دی کوئی جواب نہ آیا حیران رہ گئیں آخر ایک دن گذر جانے کے بعد جواب دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کا کیا حال ہے ماں نے جواب دیا اللہ کے بندے اسی کی وجہ سے تو تیرا یہ حال ہوا ہے پھر بھی اسی کا نام پوچھتا ہے۔ ام الخیر اس وقت مسلمان نہ تھیں تو دوسری بار پوچھا بیٹے کیا حال ہے؟ فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اس وقت ام الخیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لانے کیلئے حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ کے گھر گئی تو حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ نے جاسوس سمجھ کر ٹال دیا۔ پھر ام الخیر نے عرض کی کہ میں صدیقؓ کی ماں ہوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لینے کیلئے آئی ہوں۔ تو پھر ام الخیر کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کرا دیگی۔ تو واپس جا کر حضرت ابی بکر الصدیق کو اطلاع دی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیریت ہے۔ پھر ہوش میں آئے ماں نے کہا کہ کھانا کھا لو عرض کی کہ جب تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھونگا کھانا حرام ہے۔ تشریف لے گئے زیارت کی اور اپنی والدہ مکرمہ کے اسلام لانے کیلئے دعا منگوائی تو وہ مسلمان ہو گئیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں سیکنڈ کے ڈبہ میں میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک انگریزی تعلیم و تہذیب یافتہ مسلمان کھانا کھا رہا تھا تو اتفاق سے انکے ہاتھ سے ایک بوٹی گر گئی تو اس نے پاؤں سے سیٹ کے نیچے دھکیل دی۔ تو مجھے حدیث مبارک یاد آ گئی کہ جو چیز گر پڑے اسے صاف کر کے

استعمال کر لیا کرو تو میں نے اپنے خادم خواجہ عزیزالحسن کو کہا کہ یہ بوٹی اٹھالاؤ میں کھاتا ہوں وہ کہنے لگے کہ حضرت آپ بڑے کمرہ میں بیٹھے ہیں لوگ کیا کہیں گے میں نے کہا کہ ہم نے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھنا ہے ہمیں ان بیوقوفوں سے کیا۔ تو خواجہ عزیز حسن نے کہا کہ آپکا کہا تو ہو گیا اب میں اسکو کھاتا ہوں تو حضرت نے بہت دعا دی کیونکہ حضرت تو صرف سنت پوری کرنے کیلئے فرما رہے تھے۔ ورنہ آپکی طبیعت بہت لطیف تھی۔ وہ صاحب یہ واقعہ دیکھ رہے تھے انہیں اپنے کئے پر شرمندگی ہوئی آخر اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مولانا آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں میں نے کہا کہ تھانہ بھون سے۔ وہ پوچھنے لگا کہ ایک مولوی تھانوی ہیں آپ انکو بھی جانتے ہیں میں نے کہا کہ مجھے تھانوی کہتے ہیں۔ تو وہ کچھ حیران ہوا میں نے کہا کہ میاں تیرے دماغ میں تھانوی کا جو نقشہ ہے کیا مجھ پر فٹ نہیں ہو رہا اس نے امتحان کی خاطر ایک مسئلہ پوچھا کہ مولانا آپ لوگ تو کہتے ہیں کہ جس کے گھر کتا اور تصویریں ہوں فرشتے نہیں آتے تو پھر ملک الموت تو اس کے گھر نہ آئے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جواب علمی بھی بہت تھے مگر میں نے اسکو کہا کہ ملک الموت کی بجائے کتے کی جان نکالنے والا فرشتہ آئے گا۔ میرا ایک شاگرد مولوی شیر محمد طالب علمی کے وقت میرے ساتھ بازار میں

ننگے پاؤں چل رہا تھا میں نے کہا کہ میاں ننگے پاؤں کیوں چل رہے ہو کہا کہ آپ سے حدیث پڑھی ہے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں چلا کرو تا کہ نفس مر جائے اور تکبر ختم ہو جائے۔ ایک صحابیؓ مصر کے گورنر بنائے گئے وہ مصر جسکی جنت کو دیکھ کر فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا مگر وہ صحابیؓ لکڑی سر پر اٹھا کر ننگے پاؤں بازار سے گذرے اور آوازیں دیتے گئے کہ اپنے گورنر کو راستہ دیدو جب گھر گئے تو کچھ صحابہؓ تشریف فرما تھے فرمانے لگے یہ کیا کیا فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک نہیں کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں چلا کرو تا کہ نفس مرجائے اور تکبر ختم ہو جائے۔ آج اگر اسلام ہوتا تو یورپ وغیرہ خود ہمارے پاؤں چاٹتا مگر ہماری گورنمنٹ بجائے اسلام پھیلانے کے اسلام پھیلانے والے کا گلا گھونٹ دیتی ہے کہ جگہ جگہ داخلے اور تقریریں بند کروادی ہیں۔ بہر حال اللہ تعالی اور دین سے محبت رکھنے میں ہمارا فائدہ ہے نہ کہ رب العزۃ کا۔

درس نمبر 9
18 دسمبر 1964ء

تصورِ قرب

آج الحمد للہ کے متعلق تصور قرب کا بیان ہے یعنی بندہ کا فرض ہے کہ وہ کوشش کرے کہ اللہ تعالی کے قریب ہو جائے اور اللہ تعالی اس کے قریب ہوجائے۔ اللہ کا قرب بڑی نعمت ہے ہماری زندگی کا مقصود بھی اللہ تعالی کا قرب ہے۔ اللہ تعالی کا قرب تین قسم ہے (1) قرب علمی (2) قرب مکانی (3) قرب رضائی ایک علمی قرب وہ تو پہلے سے حاصل ہے کہ ہر مخلوق کا علم ہے نحنُ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کہ ہم لوگوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ علمی قرب یہ کہ اللہ تعالی کو ہر مخلوق کا علم ہے مثلاً تم جب کسی عورت سے آنکھ لگاتے ہو تو اس کا علم بھی اللہ تعالی کو ہے باقی یہ کہ ہم جانیں یا نہ جانیں قرآن فلولا اذا بلغت الحلقوم کہ نزع کے وقت جب جان گلے کو پہنچ جاتی ہے تو تم سب دیکھ رہے ہوتے ہو۔ مگر ہم، جسکی جان نکالی جارہی ہوتی ہے تم سے اس کے قریب زیادہ ہوتے ہیں مگر تم کو ہم نظر نہیں آتے۔ کیونکہ اللہ تعالی

کا قاعدہ ہے کہ بہت سی چیزیں نظر آتی ہیں اور بہت سی نظر نہیں آتیں۔ اور ایک ہے قرب مکانی مَا یَکُونُ مِنْ نَجْوٰی الخ نہیں ہوتی مجلس تین آدمیوں کی مگر چوتھا میں ہوتا ہوں یعنی ہر مجلس میں میں ساتھ ہوتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ قرب علمی اور مکانی اللہ تعالی کا پہلے سے موجود ہے۔ اور تیسرا قرب رضائی وہ ہے کہ اللہ تعالی کا ایسا قرب حاصل ہوجائے کہ اللہ تعالی ہم سے راضی ہو۔ کبھی دو آدمی اکھٹے ہوتے ہیں جس طرح آج تعارفی جلسہ میں دونوں امیدوار اکھٹے ہوتے ہیں مگر قرب رضائی نہیں ہوتا بلکہ آپس میں دشمنی ہوتی ہے امام منذری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالی ان پر سلام فرمائیں گے اور فرمائیں گے کہ جو کچھ مانگنا ہو مانگو تو لوگ حیران ہونگے کہ اب کیا مانگیں جنت سے بھی بڑھ کر کوئی اور چیز ہے تو پھر لوگ علماء سے پوچھیں گے تو علماء کہیں گے کہ تم اللہ تعالی کی رضا مانگو رضا الٰہی کا مطلب یہ کہ تم ہم پر ہمیشہ راضی رہو ناراض نہ ہونا اللہ کی رضامندی بڑی چیز ہے۔ یہ نعمتیں رضا ہی کی وجہ سے ہیں قرآن ورضوان من اللہ اکبر اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی چیز ہے۔ علمی و مکانی قرب تو اللہ کا کمال ہے اگر آپ کسی بادشاہ کے مکان کے قریب ہوں اور آپ کا علم بھی اسے ہو مگر وہ بادشاہ ناراض ہو تو پھر کیا فائدہ۔ اللہ تعالی کی صفت محمود ہونا ہے۔ یعنی لائق تعریف ہے بغیر برائی کے تو اگر ایک عبد خدا سے

مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم

قرب حاصل کرنا چاہے تو مناسبت حاصل کرے۔ بھنگ پینے والا بھنگ پینے والے کو تلاش کرتا رہتا ہے۔ تو جسقدر جنسیت ہو گی اس قدر تعلقات زیادہ ہونگے۔ اب اللہ لائق تعریف اور محمود ہیں۔ تو جو لوگ قابل تعریف اور محمود ہیں تو اللہ تعالی کی محبت ان کے ساتھ ہے اور جو برا بنے گا اللہ کو اس سے بغض ہو گا۔ الحمدللہ سے یہ سبق ملا کہ ہمارا خدا محمود ہے بندہ کو بھی محمود ہونا چاہیئے۔ آج اگر ایک ہندو کو قرضہ دیں تو وہ وقت مقررہ پر واپس کردیگا اور مسلمان تو وقت مقررہ کیا دیگا ہی نہیں۔ ہمارا خدا محمود ہے ہمیں بھی محمود بننا چاہیئے۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کام کریں جس سے اللہ تعالی راضی ہوجائیں مثلاً اللہ رزق حلال سے راضی اور حرام سے ناراض ہوتا ہے۔ عدل و انصاف سے راضی اور ظلم سے ناراض ہوتا ہے اور راضی ہونے کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ حضرت ابی هریرہؓ سے مروی ہے بخاری و مسلم میں اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی

یہ حدیث قدسی ہے کہ رب العزۃ فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے گمان کے مطابق ہوں اگر بندہ اچھا گمان کرے گا تو بھلائی کروں گا اگر برا گمان کریگا تو برے گمان کی طرح برائی کرونگا۔ حجاج بن یوسف ثقفی بڑا ظالم بادشاہ گذرا ہے جب مرنے لگا تو کہا کہ یااللہ میرا گمان ہے کہ تو مجھے بخش دیگا اور لوگوں کا گمان ہے کہ تو نہیں بخشے گا لوگوں نے تیری رحمت پر بدگمانی کی ہے۔ اور میں نے

تیری رحمت پر حسن گمانی کی ہے اب تیری مرضی جسکا کہنا مان۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اسی زمانہ کے تھے جب انکو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ کم بخت نے دنیا و آخرت دونوں کو حاصل کر لیا کیونکہ یہ جملہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش دینے والا ہے یقیناً اسکی بخشش ہو گئی ہو گی۔ حجاج درست ہے کہ ظالم تھا مگر اس نے عمدہ کام بھی بہت کئے تھے مثلاً سندھ سے ملتان تک محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو بھیج کر اسلام اسی نے پھیلایا تھا۔ دوسرا قرآن مجید کے الفاظ مبارک پر حرکات اسی نے لگائیں۔ حدیث قدسی مذکورہ میں ہے کہ بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں۔ اگر بندہ مجھے کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے عمدہ مجمع ملائکہ میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ میرے قریب ایک بالشت آنا چاہے تو میں ایک گز قریب ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ آہستہ چال سے میرے قریب آنا چاہے تو میں دوڑ کر اس کے قریب ہوتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ جو کمی ہے اپنی طرف سے ہے اس کی طرف سے کوئی کمی نہیں ہے۔ قرآن میں ہے کہ جو لوگ میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو راستہ میں بتا دیتا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب اللہ کو راضی کرنے کیلئے کمر باندھ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اسکی رہبری فرماتے ہیں۔ مثال دی کہ

جس طرح والدین کم سن بچہ کو چلنا سکھاتے ہیں تو اسکو کھڑا کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور پھر اسکو اپنی طرف بُلاتے ہیں جب بچہ دو قدم چلنے کے بعد گرنے لگتا ہے تو اسکو اٹھا لیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ بھی حفاظت کرتا ہے خدا محمود ہے ہمیں بھی محمود بننا چاہیئے۔ رضا الٰہی کیلئے رزق حلال ضروری ہے اب تو یہ مسئلہ نیا معلوم ہوتا ہے۔ (اکبر کہتے ہیں کہ نئے زمانہ میں ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں) بخاری ۔اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ المؤمنین ما اَمَرَ بہ المرسلین اللہ نے ایمانداروں کو حکم دیا ہے جو پیغمبروںؑ کو دیا ہے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً انی بما تعملون علیم کہ پاک کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے عمل کو جانتا ہوں انبیاؑ کو رزق حلال کا حکم اول درجہ میں اور اعمال صالحہ کا حکم دوم درجہ میں دیا گیا۔ تو گویا رزق حلال بہت ضروری چیز ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث عَنْ ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مَنِ اشتریٰ ثوباً بعشرۃ دراھم ودرھم منہ حرام لم یقبل اللہ لہٗ صلوۃ ما دام علیہ

علیہ ثم اُدخل یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ جو شخص دس درھم کا کپڑا خریدے اور ایک درھم حرام کا ہو تو وہ کپڑا پہن کر نیکی قبول نہ ہو گی۔ پھر آپ نے کان مبارک میں انگلی رکھ کر فرمانے لگے اگر نہ سنی ہو تو اللہ تعالیٰ کانوں کو بہرا کر دے حدیث شریف میں ہے کہ جو گوشت حرام رزق سے بن گیا ہو دوزخ ہی اس کے لائق ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ میں سے

ہیں ایک بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیں کہ میری دعا قبول ہو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا حلال کر دو تو دعا قبول ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ رزق حلال کو دعا کے قبول ہونے میں دخل ہے تو بعد میں یہ صحابیؓ مستجاب الدعوات ہو گئے۔ تو اعمال صالحہ اور اللہ کا قرب تب حاصل ہو گا جب رزق حلال ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن وہ گوشت جو حرام کی کمائی سے بنا ہوا ہو گا وہ جہنم میں جلے گا۔ پھر جلنے کے بعد جنت میں آئے گا۔ قبل زمانہ میں بادشاہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ بچہ کے پیٹ میں حرام رزق نہ جائے بچہ تو درکنار آج تو باپ کے پیٹ میں بھی حرام روزی ہے۔ قبل زمانہ میں یہ کوشش کی جاتی تھی کہ دودھ پلانے والی عورت باوضو دودھ پلائے آج سے کچھ قبل زمانہ کے بادشاہوں کے خزانہ میں بھی تھوڑا بہت حرام ہوتا تھا مگر اتنا نہیں جتنا کہ آج کل ہے دیکھو زمین اپنی مکان اپنا رہائش اپنی مگر ہاوس ٹیکس گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہے یہ سب کچھ حرام ہے۔

آج تو ماحول اس قدر بگڑ چکا ہے کہ جو بات خدا نے کہی وہ حرام ہے اور جو یورپ نے کہی وہ حلال ہے۔ پہلے زمانہ میں یہ تھا کہ جتنا بادشاہ کو لینا جائز ہوتا تھا لیتے تھے زیادہ نہ لیتے تھے یہاں یہ ہے کہ انگریز خبیث نے جو کچھ کہا ہے وہی کرو بس اور کچھ بھی درست

نہیں۔ قبل زمانہ کے بادشاہوں کے ہاں رزق حلال ہوتا تھا مگر وہ پھر بھی اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے خود حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ سے زرہ بنا کر کھانا کھاتے تھے۔ ایک اور بادشاہ حضرت اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ کہ برما سے بخارا تک حکومت تھی مگر اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں سی کر گذر اوقات فرماتے۔ دوم انتہائی درجہ کے خوشنویس تھے قرآن لکھ کر روزی کماتے تھے اور یہ دونوں کام سلنطت کے کاروبار ختم کرنے کے بعد کرتے تھے اور اسی کام میں ہی موت آئی تو موت کے وقت وصیت نامہ فرمایا۔ آج پاکستان جیسے اندھیر ملک میں جس کو حکوت صرف 20 دن مل جائے اسے کسی چیز کی ضرورت ہے؟ تو وصیت نامہ فرمایا کہ پانچ صد درھم از خوشنویسی قرآن فراہم شدہ او درراہ خدا صرف کر داست و چار روپے از کلاہ سازی فراہم شدہ باؤ برائے من کفن خریدہ دیکھو جو قرآن لکھ کر کمایا وہ اللہ کے راہ میں صرف کرنے اور جو اپنے ہاتھ سے سی کر کمایا وہ اپنے اوپر کفن وغیرہ خریدنے کی وصیت فرمائی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گذر اوقات کیلئے سو بکری رکھتے تھے اور جتنا مال آتا سب کا سب خیرات فرما دیتے تھے۔ ایک مرتبہ مہمان آگیا تو آدمی کو ہر بیوی کے گھر بھیجا مگر ایک مہمان کا کھانا کسی کے گھر سے میسر نہ ہوا۔ بلکہ جواب ملا کہ صرف پانی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ دیکھو عرب و عجم کے بادشاہ ہیں مگر مالی حالت اتنی کمزور ہے آخر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اس اللہ کے مہمان کو روٹی کھلائے۔ دیکھو ہمارے آقا و مولا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کس قدر تھی آپ ایک صحابیؓ کو لیکر اپنی پیاری لخت جگر حضرت بی بی فاطمہ الزہراؓ کی طبع پرسی کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے سلام فرمایا اور اجازت مانگی حضرت بی بیؓ نے فرمایا کہ میری جان آپ پر قربان ہو آپ تشریف لائیں فرمایا کہ مرض کا کیا حال ہے فرمایا کہ مرض تو درکنار 2 دن سے کچھ کھایا نہیں کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ آج مجھے بھی تیسرا دن ہے کہ کھانا نہیں کھایا آج یہاں حاکم تو روپے اپنے لئے کماتے ہیں اور بھوک غریب کیلئے ایک صحابیؓ اس مہمان کو لیکر اپنے گھر گیا اور بیوی سے پوچھا کہ کچھ ہے جواب ملا کہ نہیں صرف بچوں کیلئے ہے اس نے کہا کہ بچوں کو تو سلا دو اور کھانا مہمان کو کھلادو اور جب مہمان لاؤں تو چراغ بجھا دینا کیونکہ مہمان کے ساتھ کھانا ضروری ہے تو میں اندھیرے میں خالی ہاتھ نکال کر مصنوعی کھاتا رہونگا کہ اس کو علم نہ ہو جب مہمان روانہ ہو گئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب العزۃ نے آپکے اس عمل کو عرش پر بہت پسند فرمایا ہے۔ بہرحال رزق حلال بڑی عمدہ چیز ہے آخیر زمانہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آدمی یہ پرواہ نہیں کریگا کہ یہ روزی حرام ہے یا حلال ہے اور

یقینی بات ہے کہ رزق حرام تو گندگی ہے آدمی نے حرام رزق کھایا تو خون بن کر تمام جسم میں پھیل گیا تو پیشانی سے انسان سجدہ کرتا ہے اور آنکھ وغیرہ سے قرآن مجید دیکھتا ہے اور اعضاء بھی عبادت میں کام کرتے ہیں تو جب ہر اعضاء میں حرام ملا ہوا ہو تو پھر دعا کیسے قبول ہو گی۔ آدمی اپنی طرف سے رزق حلال کی کوشش کرے نا ممکن نہ سمجھے۔ پہلے شیطان دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ یہاں حلال کہاں ہے نہیں بلکہ کوشش کرنی چاہیے باقی اگر کوتاہی ہو گئی تو اللہ تعالی سے معافی مانگو اللہ تعالی معاف کر دیگا۔ آج تو بڑے بڑے مولوی کو بھی یہ معلوم نہیں کہ یہ رزق حلال ہے یا حرام ہے۔ ایک مرتبہ مولوی شبیر علی رحمتہ اللہ علیہ نے فتوای لکھوایا مگر دستخط ابھی نہیں ہوئے تھے تو شبیر علی نے قلم دواۃ اٹھائی تو حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ قلم دوات چندہ سے خریدی گئی ہے اور چندہ سے خریدی ہوئی چیز صرف مدرسہ کے تصرف میں جائز ہے دیکھو یہ ہے حلال کی کوشش ہمارے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کشمیری نور اللہ مرقدھما نے کبھی انڈطی پن سے دستخط نہیں فرمائے تھے تو حضرت ... فرمایا کہ میرے گھر سے قلم دواۃ اور لیمپ لاؤ تا کہ میں دستخط کر دوں تو گھر سے یہ سامان لایا گیا تو مسجد میں تشریف فرما تھے تو مسجد کی روشنی بجھا دی پھر اپنا نام اشرف علی لکھا پھر اپنی بتی بجھائی اور مسجد

کی جلادی۔ مولوی شبیر علی نے کہا کہ مسجد کی بتی تو نمازی نماز پڑھ رہے تھے کیوں بجھائی فرمایا کہ تبعاً بھی فائدہ نہ اٹھانا چاہیئے وہ نماز کے ارادہ کیلئے جلائی گئی تھی کہ اشرف علی کے دستخط کیوجہ سے جلائی گئی تھی۔ ایک مرتبہ ایک معتقد نے ایک نیا کپڑا اکر ساتھ رکھ دیا۔ اور منہ سے کچھ نہ کہا مجلس برخواست ہوگئی وہ بھی چلا گیا حضرت بھی تو پھر حضرت نے فرمایا اس کپڑے کو رکھ لو اور اسکی تلاش کرو لوگوں نے کہا کہ یہ آپکے لئے خرید لایا تھا آپنے فرمایا کیا پتہ اس نے کہا تو نہیں شاید امانت رکھتا تھا یا بیچتا تھا یہ ہے حلال کی تلاش۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت صالح نامی تھے ایک مرتبہ حضرت حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے کھانے کو دیر ہوگئی خادمہ سے پوچھا تاخیر کیوں ہوئی ہے عرض کی حضرت خمیر نہیں تھا وہ مانگنے گئی تھی تو دیر ہوگئی پوچھا کہ خمیر کس کے گھر سے لائی تھی عرض کی کہ آپکے فرزند صالح کے گھر سے۔ آپ نے فرمایا میں یہ روٹیاں نہیں کھاتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اسکو کسی نے ھدیہ دیا ہو اس غرض سے کہ شاید یہ قاضی ہے اور کبھی میرا کام کردیگا یہ مشکوک ہیں۔ حالانکہ یہ قاضی بھی تو حضرت امام کے فرزند اطہر تھے کہ اپنے گھر کے باہر ایک جھونپڑے میں رہتے تھے کہ کوئی مدعی آئے اور فیصلہ میں یا مقدمہ سننے میں دیر نہ ہوجائے اور خداوند کریم کو غصہ نہ آجائے ایسے پرہیزگار قاضی کے گھر کے خمیر والی روٹی حضرت

امام صاحب نے تناول نہ فرمائی خادمہ حیران ہونے لگی فرمایا کہ میں توامام ہوں مجھے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ تو آزمائش کر لے کہ فقراء کوروٹی دیتے وقت یہ کہہ دینا کہ ان میں قاضی کے گھر کا خمیر ملا ہوا ہے۔ توفقیروں کو دیا گیا توانہوں نے انکار کردیا بلکہ جب فقیروں میں یہ بات پھیل گئی کہ قاضی کے خمیر والی روٹیاں ہیں تو انہوں نے وہ گلی چھوڑ دی۔ اس زمانہ کے فقیر بھی اولیاء اللہ تھے۔ تو پھر خادمہ سے پوچھا کہ وہ روٹیاں کہاں کی ہیں عرض کی کہ دریاء دجلہ میں پھینک دی ہیں۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ مجھ پر دریاء دجلہ کی مچھلی بھی حرام کردی تو اس کے بعد حضرت امام نے دریا دجلہ کی مچھلی نہ کھائی۔ یہ تھی حلال کی تلاش۔

درس نمبر۱
20 دسمبر 1965ء

قربِ الٰہی کی تین چیزیں

انسان کا مقصد حیات بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالی نے اس کےلئے بڑا انتظام کیا ہے۔ مثلاً زمین سے فرش تک کی کائنات انسان کی خدمت کیلئے بنائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان سے کوئی بڑا کام لینا ہے۔ باقی انتظام پیدائش سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ شکم مادر میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے (یعنی نطفہ مادہ منویہ کی شکل میں) پھر وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے۔ پھر گوشت کا ٹکڑا۔ پھر اللہ تعالی فرشتہ بھیج دیتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ نر بناؤں یا مادہ۔ جہنمی یا جنتی۔ روزی کتنی لکھوں۔ اور عمر کتنی لکھوں۔ یہ سوال رحم مادر میں ہوتے ہیں تو ان سوالات کے متعلق اللہ تعالی جواب دیتے ہیں تو سب چیزیں لکھدی جاتی ہیں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا لکھنا

اور ہمارا لکھنا برابر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہماری کتاب کے قواعد کے مطابق نہیں۔ ہمارے لکھنے کا ڈھنگ تو دنیا میں بدلتا رہتا ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس انسان کے وجود پر یہ بنیادی چیزیں نقش کردی جاتی ہیں۔ کہ شقی ہوگا یا سعید یعنی خوش قسمت یا بد قسمت۔ عمر کتنی ہوگی اور روزی کتنی ہوگی وغیرہ۔ کبھی ایک چیز لکھی ہوئی ہوتی ہے مگر نظر نہیں آتی حافظ کے قلب اور ذہن میں قرآن لکھا ہوا ہے مگر نظر نہیں آتا۔ اسی طرح ٹیپ ریکارڈر میں سب کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے مگر نظر نہیں آتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی جو نقش لکھے ہیں وہ نظر نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ انسان دنیا میں کیا کیا کرے گا بس اسی کے مطابق ریکارڈ تیار ہوجاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رحم مادر میں چار سو فرشتے کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کاریگری دیکھو کہ انسان کی پیدائش میں ایسا نظام رکھا کہ ایک مادہ سے مختلف چیزیں بن جاتی ہیں۔ دیکھو روئی سے مختلف قسم کے کپڑے تو بن سکتے ہیں مگر روئی سے تلوار یا درانتی تو نہیں بن سکتی۔ بس خدا تعالیٰ نے جس چیز میں جو خاصیت رکھی ہے وہی چیز بن سکتی ہے مگر انسانی نطفہ سے مختلف چیزیں بن جاتی ہیں دیکھو اسی نطفہ سے نرم چیز گوشت اور رگیں وغیرہ بھی بنائیں اور اسی نطفہ سے سخت چیزیں ہڈیاں بھی بنائیں اور اسی سے بال بھی بنتے ہیں۔ بڑے بڑے رئیس لڑکے کی خواہش لیکر

مر گئے مگر لڑکا پیدا نہیں ہوا۔

پہلے نطفہ۔ پھر علقہ پھر مضغہ یہ سب بتدریج بنتے ہیں۔ زندگی سے نقشہ تقدیر بنتا ہے۔ سائنس کا تعلق غیر مرئی چیزوں سے نہیں ہوتا۔

پیدا ہونے کے ساتھ ایک پردہ ہوتا ہے اللہ خبیث روحوں سے محفوظ رکھنے کیلئے ملائکہ مقرر کرتا ہے تو ملائکہ حفاظت کرتے ہیں پھر جب ہوش سنبھال لیتا ہے تو ملائکہ اس کے اعمال لکھتے ہیں اللہ تعالی نے کراما کاتبین کی جماعت مقرر کی ہے وہ دل ہاتھ، پاؤں کے اعمال لکھتے ہیں ہماری زبان سے کوئی بات نہیں نکلتی کہ فرشتے اسے درج کر لیتے ہیں۔ اور وہ قیامت تک ضائع نہیں ہوتی۔ تو ایک فرشتہ نیکی لکھنے کیلئے ہوتا ہے اور ایک بدی لکھنے کیلئے۔ نیکی لکھنے والا زیادہ فضیلت رکھتا ہے بدی لکھنے والا نیکی لکھنے والے سے پوچھتا ہے کہ لکھوں وہ کہتا ہے کہ انتظار کرو شاید یہ توبہ یا استغفار کرلے۔ تو توبہ اور استغفار کرنے کا انتظار کیا جاتا ہے اس وقت تک بدی نہیں لکھی جاتی۔ ایک ہفتہ وار نامہ اعمال مرتب ہوتے ہیں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہفتہ وار اعمال بندی کو پیش کرو کہ کتنی نیکیاں اور کتنی بدیاں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اللہ رب العلمین کو بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں سب چیزوں کا شاہی انتظام ہے۔ ہر جمعہ کی رات کو ہفتہ وار اعمال پیش ہوتے ہیں۔

پندرہ شعبان کے متعلق حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے بعد شعبان میں زیادہ نیکی کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ شعبان میں بندہ کے اعمال کی سالانہ پیشی ہوتی ہے۔ اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ کی صورت میں پیش ہوں۔

بعض روایات میں پندرہ تاریخ کو کہا جاتا ہے ترغیب و ترہیب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے وضو کیا نماز شروع کی (جو آدمی امام بنے وہ نماز کو مختصر کرے) اور جو تنہا نماز پڑھے چاہے جتنی دراز کرے کرلے لیکن امام مختصر کرے کیونکہ اس کے پیچھے مریض اور دوسری حاجت والے ہوتے ہیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی والی نماز بہت لمبی پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا ہے کہ میں ایک مرتبہ آپکے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپنے پہلے سورہ بقرہ ختم کی۔ پھر آل عمران اور پھر سورہ نساء ختم کی۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی پندرہ کی رات کو نماز شروع کی جب سجدہ میں تشریف لے گئے تو سجدہ دراز ہو گیا۔ مجھے گمان ہوا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ اگر آپ زندہ ہوتے تو سر مبارک اٹھاتے۔ میں نے اپنے کان قریب کئے تو فرما رہے تھے یا اللہ تیرے عذاب سے بچنا چاہتا ہوں اور تیری

معافی کے ذریعے تیری گرفت سے بچنا چاہتا ہوں۔ یااللہ میں تیری پوری تعریف نہیں کر سکا جیسی تو اپنی تعریف کرسکتا ہے۔ میں کتنی ہی تعریف کروں وہ تیری ذات سے کم ہے۔ عرفہ کا دن، شعبان کی پندرہ کی رات، دسویں محرم کا دن اور رات اور لیلتہ القدر یہ بہت قیمتی ہیں۔ عاشورہ کے روزے سے ایک سال کے گناہ مٹ جاتے ہیں اور عرفہ کے روزے سے دو سال کے گناہ مٹ جاتے ہیں ایک گذشتہ اور ایک آئندہ سال کے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ پندرہ شعبان سے اللہ تعالی کی خاص رحمت شروع ہو جاتی ہے۔ صرف اللہ تعالی ہی اپنی مخلوق کی بخشش کرتا ہے۔ اس رات عام بخشش ہو گی۔ مگر جس نے اللہ تعالی کے ساتھ شرک کیا اسکی معافی نہیں۔ یا والدین کا نافرمان ہو۔ یا شرابی ہو۔ یا دوسرے سے بغض رکھے۔ (کیونکہ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ مشرک سے بغض رکھے نہ کہ مسلمان سے) اسی طرح راشی، سود خور، زانی اور لوطی وغیرہ اور تکبر کرنے والے کی بخشش نہ ہو گی۔ اللہ تعالی کے قرب کیلئے تین بنیادی چیزیں ہیں۔ (1) خاصیت علم (2) خاصیت شہوت اور خواہش (3) خاصیت غضب۔ انسان میں شہوت بھی ہے جو جاندار کی صفت ہے۔ اور علم بھی رکھتا ہے اور غضب کی خاصیت بھی ہے۔ یہ تینوں خاصیتیں جب جا کر تابع شریعت ہو جائیں تو اللہ تعالی کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

جب یہ خاصیتیں بگڑیں تو قرآنی اصطلاح میں ان کا نام ھویٰ ہے۔ عربی زبان میں ھویٰ گرنے کو کہتے ہیں۔ آدمی ان حرکات سے دوزخ میں جا گرتا ہے اس لئے ان خاصیتوں کا نام بھی ھویٰ ہے۔

حضرت داوٗد علیہ السلام کو دین دیا۔ کہ داوٗد ہم نے آپکو زمین میں اپنا نائب بنایا ہے۔ لوگوں کا فیصلہ انصاف سے کرو۔ ھویٰ پرمت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ہم نے آپکو ایک شریعت دی ہے عربی زبان میں شریعت گھاٹ کو کہتے ہیں جہاں جاندار پانی پیتے ہیں اگر اس سے پانی پیا تو زندگی بنے گی۔ ہم نے آپکو اپنے حکم سے شریعت پر رکھا ہے اس کے پیچھے چلو اور بے علم لوگوں کی ہوا پرمت چلو۔ روس، امریکہ، یورپ بے علم لوگ ہیں جو آدمی یوم حساب میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے۔ اور نفس کو ھویٰ سے روکے اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ اللہ سے ڈرو ھویٰ سے بچو۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں بن سکتا یہاں تک کہ اسکی ھویٰ (خواہش) اس شریعت کے تابع ہو جائے۔ جو میں لایا ہوں۔ جو بات شریعت کے خلاف ہے وہ نادانی ہے

شرع است حرز عمیانی حیات
زندہ از نورش ظلام کائنات

عمیانی عمی کی جمع ہے یعنی شریعت کے نور سے کائنات

کی تمام تاریکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نجات کیلئے طبیعت عقل کے ماتحت اور عقل شریعت کے ماتحت ہو۔ اگر شریعت نہ ہوتی تو عقل کا فیصلہ ہے کہ ہر وہ بات پسند کرے جو خواہش کے مطابق ہو جو مضر ہی ہو سکتی ہے۔ دیکھو ایک آدمی مفلس اور غریب ہو اس کا جی چاہتا ہے کہ ڈاکہ چوری کر کے روپیہ حاصل کرے۔ ہر حکومت نے ڈاکہ اور چوری کو جرم قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی ضرر ہے تو جسکو قانون نے منع کیا ہے اگر انسان کو اپنی مرضی پر چھوڑا جائے کہ جو جی چاہے کرے تو دنیا ایک قید خانہ بن جاتی۔ چور کو چوری کیلئے۔ زانی کو زنا کیلئے۔ قاتل کو قتل کیلئے آزادی دینا کوئی حکومت گوارا نہ کریگی۔ اس لئے خواہشات کی زندگی غلط ہے تو اسی لئے شریعت نے پابندی لگا دی ہے۔

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادئ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

شریعت ربانی کا قانون جس ملک میں ہو گا اس میں خواہشات کی آزادی نہیں ہو سکتی۔ (1) علم (2) شہوت اور خواہش (3) غضب۔ یہ تینوں چیزیں اللہ کے قریب بھی اور اللہ سے دور بھی کرنے والی ہیں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس بحث پر پورے چھ صد (600) صفحات تحریر کئے ہیں کہ یہ چیزیں جنت بھی لے جانے والی ہیں اور جہنم میں بھی لیجانے والی ہیں۔ اگر یہ تین

چیزیں درست ہوں ٹھیک ہوں تو جنت میں لیجائیں گی۔

علم۔ امتیاز بین الحق والباطل من العقائد علم کا پہلا کام حق و باطل میں تمیز کرنا ہے۔ اور دوسری چیز اچھے اور برے عمل کی شناخت کرنا ہے۔ یہ علمی شناخت کی ذمہ داری ہے۔ قرآن نے اسے فرقان کہا ہے مسلمان کو یہ بھی بتلایا گیا کہ اگر تمہیں علم کی پاکیزگی حاصل نہیں تو فرقان نصیب نہ ہوگا۔ اگر اللہ تعالی سے ڈروگے تو اللہ تعالی تمہارے علم کو فرقان بنائے گا۔

پانی ہر رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالی نے نیکی و بدی کی خواہش پیدا کی ہے۔

درس نمبر ۱۱
25 دسمبر 1964ء

خواہش و غصہ حکمتِ خداوندی ہے

الحمد للہ شریف کے بیان میں قرب الٰہی کا بیان تھا کئی قسمیں بیان کی تھیں (1) رضائے قرب کہ بندہ اللہ کے ایسا قریب ہوجائے کہ اللہ راضی ہوجائے۔ اللہ کی رضا مندی کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ بڑے سے بڑا بادشاہ بھی راضی ہو تو وہ کسی کا کچھ نقصان یا فائدہ اپنے ارادہ سے نہیں کرسکتا۔ آج دیکھو کہ لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ مجھے فلاں صدر یا بادشاہ سے قرب حاصل ہے حالانکہ وہ صدر یا بادشاہ ایک غریب اور محض عاجز و محتاج ہے ان کا اپنا فائدہ بھی انکے ہاتھ میں نہیں ہے اور کسی کو کیا دیگا۔ تو مخلوق کا قرب رب العزۃ کے قرب سے ہیچ ہے تو سن لو کہ اللہ تعالی کی رضا مندی سب چیزوں سے بہتر چیز ہے۔ وجہ یہ کہ دنیا اور میدان حشر میں یعنی جنت وغیرہ میں اختیار صرف اللہ تعالی کو ہے اس دنیا کے مختصر وقت میں جس نے اللہ کو راضی کرلیا اس نے سب کچھ کرلیا ورنہ کچھ نہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ کو

خط لکھا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے مگر مختصر۔ تو جواب لکھا کہ جو اللہ کو ناراض کرکے مخلوق کو راضی کرے تو اللہ تعالی اس مخلوق کو اس کے خلاف کر دیتے ہیں۔ اور جو مخلوق کو ناراض کرکے اللہ تعالی کو خوش کرے اللہ تعالی اس مخلوق کو اس کے قدموں پر جھکا دیتا ہے۔ ایک نقشہ آج بھی ہے مثلاً سلطنت دور ایوبی، ورضوان من اللہ اکبر یہ قرآن کی آیتہ اللہ کی رضا کیلئے مذکور ہے کل چار چیزیں ہیں ایک پہلے ذکر کی ہے ایک وجود ہے اگر وہ ناپاک تو اللہ راضی نہ ہوگا مثلاً روزی حرام ہو تو یہ جسم والا برتن بھی ناپاک ہوا۔ مسلمان اگر موت سے دو منٹ قبل معافی مانگ لے تو جنت میں جائے گا ورنہ یقینی بات ہے کہ اگر بدن ناپاک ہو تو حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالی پاک ہیں قبول نہیں کرتے مگر پاک چیز کو۔ اگر ناپاک برتن میں چیز ہو تو ہم خود بھی اس کو پسند نہیں کرتے۔ تین چیزیں اور ہیں جسم ناپاک نہ ہو ہمارا جسم رحم مادر میں بن جاتا ہے چار ماہ کے بعد تقریباً جان بنجاتی ہے تو ایک بدن کے اندر تری ڈالی جسکو رطوبت کہتے ہیں اور ایک آسمانی گرمی ڈالی طبی اصول سے اس کو حرارت غریزی کہتے ہیں وہ گرمی اللہ کی ڈالی ہوئی ہے وہ زمین پر پیدا نہیں ہوسکتی جس طرح موٹر میں موبل آئل ڈالتے ہیں اسی طرح اللہ تعالی نے حرارت غریزی رکھدی کہ موت تک چلتا رہے ہر وقت موبل آئل کی طرح ضرورت نہیں بس پیدائش کے وقت ڈال دی گئی جو

قبر تک رہے گی۔ دیکھو گرمی اور تیل میں تضاد ہے کیونکہ گرمی تیل کو جلاتی ہے چراغ کے اندر تیل ڈالا اور روشن کیا تو ایک تیل بھی ہے اور ایک گرمی بھی ہے۔ لیکن چراغ روشن اس وقت ہو گا جب تیل ہو۔ معلوم ہو گیا کہ روشنی تیل کی وجہ سے ہے اور وہ روشنی تیل کو ختم کر رہی ہے۔ اس قسم کا چراغ ایک انسان کا وجود ہے اللہ تعالی نے ایک رطوبت غریزی اور حرارت غریزی ڈالدی ہے تو جس طرح چراغ جلے تو تیل کھائے گا تو اسی طرح ہم بھی اپنی زندگی ختم کر رہے ہیں۔ تو اللہ تعالی نے انسان کے اندر کھانے پینے کی خواہش پیدا کی ہے۔ ان چیزوں کیلئے وعظ یا تقریروں کی ضرورت نہیں بس خواہش ہوئی اور کھاپی لیا تو یہ حرارت غریزی وغیرہ ان کھانے پینے سے بن جاتی ہے۔ تو انسان نے دن میں جتنا تیل ختم کیا تھا وہ تیل خوردونوش سے پھر پیدا ہو گیا۔ معلوم ہو گیا کہ اصل شہوت اور خواہش انسان کے اندر اللہ تعالی کی بڑی حکمت ہے چنانچہ بدھ مذہب میں انہوں نے بڑی سخت ریاضتیں رکھی ہیں مثلاً ایک ٹانگ پر کھڑا رہنا۔ یہ سب غلط ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ان تکلیفوں سے اللہ تعالی راضی ہوتا ہے بہرحال خواہش بیوی اور اولاد اور مال وغیرہ یہ سب اللہ کی حکمتیں ہیں۔ اور جو مذہب ان کو اکھیڑے تو وہ اللہ تعالی سے لڑتا ہے بدھ مذہب وغیرہ سب غلط ہیں۔ ایک صحابیؓ کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع

ہوئی کہ ساری رات عبادت کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ اللہ تعالی کا خوف رکھتا ہوں میں ساری عمر روزہ نہیں رکھتا نیند اور نماز دونوں ادا کرتا ہوں میں نکاح بھی کرتا ہوں تو اس سے معلوم ہوگیا کہ خواہشات کو جڑ سے اکھیڑنا یہ بھی غلط ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام بیض کے روزے رکھا کرو اس صحابیؓ نے عرض کی کہ میری طاقت زیادہ ہے تو فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن ترک کیا کرو حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص مرنے تک یہ عمل جاری رکھا۔ (2) چیز ہے غضب یہ غصہ اللہ تعالی نے کسی حکمت کے تحت رکھا ہے کہ شہوت یا خواہش کے ذریعہ انسان کے اندرون بدن میں انتظام ہوتا رہے اور خارج الانسان کے حصہ میں حفاظت کیلئے اللہ تعالی نے غصہ کو بنایا ہے کہ جب آپکی زندگی کو خطرہ ہو تو یہ غصہ آپکو مدافعت کیلئے ابھاریگا۔ تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالی نے شہوت اندرونی حفاظت کیلئے اور غصہ خارجی حفاظت کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ تو ایک علم کی صفت بھی ضروری ہے (1) ہمارا بدن پاک ہو (2) رزق حلال ہو (3) ہمارا علم اس قسم کا ہو کہ اللہ تعالی اس سے راضی ہو جائے (4) کہ شہوت اس انداز پر چلے کہ اللہ راضی ہو جائے (5) اور غصہ ایسے موقعہ پر ہو کہ اللہ تعالی راضی ہوجائے علم کی دو قسمیں ہیں ایک رحمانی۔ دوم شیطانی۔ رحمانی وہ جو اللہ تعالی کو

پسند ہے مراد قرآن و حدیث کا علم ہے۔ اور علم ایک ایسی صفت ہے کہ تمام مخلوقات میں سے اللہ کو علم پیارا ہے۔ دیکھو تمام مخلوقات میں سے سب سے افضل اور اللہ کو پیارے صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انکو فرمایا قُل رَّبِّ زِدْنِی عِلماً۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ علم دین سے بڑھ کر اگر کوئی اور چیز ہوتی تو پیغمبرؐ کو اس کے بڑھانے کی دعا فرماتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوق سے زیادہ اور اللہ پاک سے کم تھا پھر بھی اللہ تعالی نے قل رَبِّ زِدْنِی عِلماً فرمایا۔ معلوم ہو گیا کہ علم کی حد نہیں ہے باقی دنیا کی ہر چیز کی حد ہے۔ وہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اللہ تعالی کو بے پردہ دیکھا پھر بھی یہی دعا کر رہے ہیں رَبِّ زِدْنِی عِلماً مگر اس وقت امت محمدیہ کا یہ حال ہے کہ خود تو علم سیکھا نہیں اور جنہوں نے سیکھا ہے ان کا مذاق اڑا رہے ہیں اور پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو حریص ایسے ہیں جو سیر نہیں ہوتے (1) علم کا طالب اور (2) مال کا طالب احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلا حرص یعنی علم کا حرص تو عمدہ چیز ہے اور مال کا حرص بری چیز ہے۔ حدیث قدسی لَوکَانَ اِبنَ اٰدَمَ الخ اگر ابن آدم کو سونے کے دو بڑے میدان بھرے ہوئے مل جائیں تو وہ تیسرا بھی مانگے گا۔ ابن آدم کا پیٹ نہیں بھریگا جب تک مٹی نہ پڑے۔ تو امام غزالی

لوکان لابن ادم وادیان من مال لابتغی ثالثا ولا یملأ جوف ابن ادم الا التراب

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم کا حرص عمدہ چیز ہے
قرآن و حدیث کا علم اللہ تعالی کو پسند ہے اور یہ رحمانی علم ہے۔
قرآن و حدیث کے علم کے آثار میں سے حسب ذیل آثار ہیں (1)
مخلوق کے اعتبار سے ہمدردی ہو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
تمام مخلوق سے ہمدردی تھی اس لئے فرمایا ومآ ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین
للعٰلمین مسلم شریف کی حدیث ہے کہ عبادہؓ بن صامت نے
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سارے دین کا
کیا خلاصہ ہے فرمایا کہ اسلام ہمدردی کا نام ہے۔ پھر سوال کیا کہ
ہمدردی کس کا نام ہے یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہمدردی ہو، ہو کس کیلئے
فرمایا (1) اللہ کا ہمدرد ہونا (2) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا ہمدرد ہونا۔ (3) قرآن کا۔ (4) مسلمان بادشاہ کا اگر وہ عادل ہو۔
(5) پھر عام مخلوق سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔ ترمذی شریف میں
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ ارشاد
فرمایا میری امت میں جو امیروں کے پاس جائے
وَصدّقھم بکذبھم انکی غلط بات کی تصدیق کی وَاَعانھم بظلمھم اور انکے
ظلم کی امداد کی فلیس منی ولست منھم نہ وہ مجھ سے ہے نہ میں اس
سے ہوں۔ اور میدان قیامت میں حوض کوثر کے پاس نہ آئیں
گے۔ اور جو اس کے خلاف کرے وہ مجھ سے ہے اور میں انسے ہوں
اور حوض کوثر میں میرے پاس آئیں گے۔ سب سے بڑی بات یہ

اُمراءُ سیکونون من بعدی من دخل علیھم صدقھم بکذبھم وَاَعانھم بظلمھم فلیسوا منی ولست منھم

ہے کہ بڑی چیز علم دین میں یہ ہے کہ ہمدردی عام ہو (2) خشیتہ اللہ۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہونا جب عام ہمدردی ہو گئی تو خود غرضی خود بخود مٹ جائے گی اور خشیتہ اللہ پیدا ہوجائے تو گناہ ختم ہوجاتے ہیں (3) ترک ایذاء بخاری و مسلم شریف کی حدیث مبارک ہے کہ مسلم وہ شخص ہے جس کے ہاتھ، پاؤں اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (4) تیاری آخرت ہو علم رحمانی کے اسباب مذکورہ ہیں صحابہ کرامؓ اور صحیح انسانوں کی زندگیوں کو دیکھو تو ان کی زندگی ان گذشتہ اسباب کے مطابق ہے۔ باقی یورپ وامریکہ کے علم میں تو خود غرضی ہوتی ہے۔ وہ دہلی کی ایک ضرب المثل مشہور ہے قبل زمانہ میں کوڑیوں کے ذریعے جوا کھیلتے تھے۔ حساب یہ تھا کہ اگر سیدھی ہو گئی تو جیت گیا اگر الٹی تو ہار گیا مگر ایک ہندو نے کہا کہ اگر سیدھی تو بھی میں جیتا اور اگر الٹی تو بھی میں جیتا اقبال رحمتہ اللہ علیہ از غریباں نان و بودن حکمت است۔

تو مغربی تعلیم و تہذیب کا نتیجہ خود غرضی ہوئی دوسری چیز خشیتہ اللہ یہ تو آپکو معلوم ہے کہ یورپ اللہ تعالیٰ سے کتنا ڈرتا ہے۔ دیکھو بدبخت نے مخلوق سے ہمدردی کیا کی کہ مخلوق کو تباہ کرنے کیلئے ایٹم بم تیار کر رکھا ہے۔ بجائے خشیتہ اللہ کے عداوۃ اللہ ہے اور دنیا کو ترک کرنا تو جانتا ہی نہیں۔ جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ

رومی علم رحمانی کے متعلق لکھتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ فائدہ مند ہنر مسلمان کی گمشدہ چیز ہے جہاں دیکھے حاصل کرے مطلب یہ کہ دین سے نہ کٹے جب دین کے علم سے کٹے تو شیطانی علم ہے۔ تو حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر جان میں علم ہے تو تیرا دوست ہے ورنہ تیرا دشمن ہے اور تیرے لئے سانپ ہے دوست نہیں ہے۔ آج تو سانپ کے کٹے ہوئے کم ہیں مگر یورپ کے کٹے ہوئے بہت ہیں۔ دیکھو جنگ عظیم میں کتنی لاشیں کٹی گئیں یہ سب یورپ کی بدولت ہوا اور شہوت اسلام کا ذریعہ ہے۔ یعنی شہوت مٹانا نہیں بلکہ شہوت کو درست کرنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کوجو شہوت نفس پر چلا وہ جہنم میں گرا اور دوسری چیز یہ کہ شہوت مہذب ہو یعنی خواہش شرع کے مطابق ہو۔ آپکی خواہش کا سرکش گھوڑا بے لگام نہ ہو بلکہ اسکو شریعت کی لگام ڈالو شہوت اور خواہش تابع عقل و شریعت ہو۔ مثلاً تجارت کی خواہش ہو تو قدم قدم پر دریافت کریں کہ یہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا مخالف ہے اگر شریعت کے مطابق ہوئی تو تمہاری تمام خواہش عبادت بن گئی۔ بلکہ شریعت کا یہ تقاضا ہے کہ خواہش جس قدر زوروں پر ہو آپ جتنا کوشش کرکے شریعت کی طرف جھکائیں گے اسقدر ثواب زیادہ ملے گا۔ شریعت میں بوڑھے سے جوان کی عبادت کا زیادہ اجر

ہے۔ معلوم ہوا کہ تقویٰ باندازِ شہوت ہے۔ اس لئے گرمی والے رمضان شریف کا زیادہ اجر ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایک آدمی کے دل میں مال کی محبت زیادہ ہو اور دوسرے کے دل میں محبت کم ہے تو زیادہ محبت والے نے اگر مال کی خیرات کی تو اس کو اجر کثیر ملے گا کیونکہ اس نے نفس کو زیادہ کچلا۔ اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ جاڑے کے موسم میں وضوء کرنا زیادہ ثواب ہے۔ صحیحین کی حدیث مبارکہ ہے کہ کسی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آخرت میں کس چیز سے درجات بلند ہونگے فرمایا کہ خراب حالت میں مکمل وضو کرنا۔ دیکھو اگر شہوت نہ ہوتی تو گناہ کے بچنے میں اجر نہ ہوتا اگر ہوتا تو اتنا نہ ہوتا۔ علماء نے لکھا کہ اگر ایک کو نامردی مرض ہو اور دوسرے کو نہیں تو نامرد کو اتنا اجر نہیں ملے گا جتنا کہ مردی طاقت والے کو ملے گا۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جن لوگوں نے میرے خوش کرنے کیلئے نفس سے جہاد کیا ہم اس کو ٹھیک راہ بتلائیں گے۔ حضرت جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ رومی شہوت کی مثال فرماتے ہیں کہ خواہش دنیا چولہے کی مانند ہے کہ اس سے تقویٰ کا حمام گرم ہوتا ہے۔ اس لئے خواہش ضروری ہے مگر خواہش کے سرکش گھوڑے کو شریعت کی لگام ضروری ہے۔ امریکہ و یورپ نے خواہش کو بے لگام کیا ہے۔ مگر آج کل کچھ لوگ ہمارے اندر بھی ایسے ہیں جو یورپ کی طرح خواہش کرتے

ہیں۔ بس یا تو بندۂ خدا بن جا یا بندۂ زمانہ بن جا۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی دیکھو کہ ایک طرف بھوک ہے دوسری طرف دین کے دشمنوں سے جنگ ہے یہ ہے خواہشات کا مقابلہ۔ صوفیاء کرامؒ نے لکھا ہے تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی کے قلب میں گناہ کی طرف رغبت کا خیال آجائے یا نیکی میں سستی کا خیال آجائے تو یقین کریں کہ دو ڈاکوؤں میں سے کسی ایک نے ڈاکہ ڈالا ہے۔ یا نفس نے یا شیطان نے تو ان کو شکست دیکر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق عمل کرنا تو یہ افضل جہاد ہے۔ ایک صحابیؓ سے صبح کی نماز قضاء ہو گئی تو فرمایا کہ صبح کی نماز سے ساری رات کی عبادت کم ہے۔ تاریخ میں ایک دمشق کے رہنے والے بزرگ کا واقعہ ہے جن کا نام محمد ابن عبادہ رحمتہ اللہ علیہ تھا یہ حنفی عالم تھے کہتے ہیں کہ ان سے پوری زندگی میں نماز باجماعت ترک نہیں ہوئی صرف اس دن کی جس دن کہ حضرت کی والدہ کا انتقال ہوا بزرگ خود لکھتے ہیں چونکہ حدیث مبارک ہے کہ باجماعت کا درجہ اکیلی نماز سے 27 گنا زیادہ ہے تو میں نے اس نماز کو 27 مرتبہ پڑھ لیا پھر سو گیا تو خواب میں ایک فرشتہ آیا کہا کہ تم نے کیا کیا کہا کہ والدہ کی فوتگی کی وجہ سے نماز باجماعت ترک ہو گئی تھی اس لئے یہ عمل کیا ہے۔ تو فرشتے نے فرمایا کہ رب العزۃ فرماتے ہیں کہ 27 مرتبہ تو تو نے پڑھ لی ہے مگر ملائکۃ اللہ جو امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں وہ کہاں سے لاؤ گے۔ تو کہا

میں نے بڑا افسوس کیا۔ (2) غضب ہے غصہ بھی حکمت کی چیز ہے لیکن شریعت کے مطابق ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ غصہ پی جاتے ہیں اور در گزر کر جاتے ہیں ان کیلئے قرآن میں تعریف ہے والعافین عن الناس حضرت فاروق اعظمؓ کے دربار میں ایک بدو پہنچا اور کہا کہ اے عمرؓ یہ مال کوئی تیرے باپ دادا کا تو نہیں تو مجھے زیادہ کیوں نہیں دیتا اور تو انصاف نہیں کرتا اتنے میں ایک صحابیؓ نے ایک آیتہ پڑھی واعرض عن الجاھلین اور پھر جاؤ تم جاہلوں سے بس پھر حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرامؓ نے بردباری اور حلم کی عادت ڈالی ہوئی تھی۔ مگر غصہ کو شریعت کے مطابق استعمال کرتے تھے مثلاً جہاد میں۔ آسمانی تعلیم یعنی قرآن و حدیث کی تعلیم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل فرما دی تھی قرآن والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم بَینَھُم۔ کہ آپؐ نے کام مکمل کر دیا ہے کہ آپکی تعلیم سے اپنوں سے در گزر کرنا پیدا ہو گیا ہے اور کفار سے سختی کرنا پیدا ہو گیا ہے مگر شریعت کے مطابق تو معلوم ہو گیا کہ غصہ بڑی چیز ہے۔ سنن کی حدیث مبارک ہے کہ ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے عرض کی کہ مختصر نصیحت کریں فرمایا لَاتَغضَبْ کہ بیجا غصہ نہ کرو اس نے بار بار سوال کیا مگر یہ جواب فرماتے رہے دیکھو کہ ایک صحابیؓ کفار کی بہت تعداد کیلئے کافی تھا مگر جب

آپس کا معاملہ آتا تو بہت حفاظت و احتیاط کرتے تھے۔ ایک بار یمن میں حاکم مقرر کرنا تھا تو ایک رائے حضرت عمرؓ کی تھی اور ایک رائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تھی مگر آپس میں مختلف تھی تو کچھ اختلاف ہو گیا تو حضرت عمرؓ سخت غصہ کی وجہ سے کواڑ بند کرکے بیٹھ گئے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کواڑ بند دیکھا تو واپس تشریف لے آئے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا کہ اللہ کا صدیق واپس جا رہا ہے شاید خدا کا عرش نہ ہل جائے تو فوراً راضی کرنے کیلئے گئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اکبر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دونوں رائے کے متعلق بات کرنے لگے اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹ دی کہ تم کو معلوم نہیں کہ تم سب دشمن تھے اور صدیقؓ میرے ساتھ تھا صدیق اکبرؓ کی تعریف فرمائی اور پھر صدیق اکبرؓ صحابہ کرامؓ کی نظر میں معتبر ہوگئے۔ حدیث شریف ہے کہ اگر غصہ آ جائے تو فوراً کارروائی نہ کی جائے۔ ایک حدیث شریف ہے کہ اگر کھڑے ہوئے غصہ آگیا تو بیٹھ جائے اگر بیٹھے ہوئے آگیا تو کھڑا ہو جائے مطلب یہ کہ جس حالت میں غصہ آیا اس حالت کو تبدیل کر دے۔ اور بعض احادیث مبارک میں بیان ہے کہ غصہ آگ سے ہے جب غصہ آ جائے تو وضو کرے۔

درس نمبر ۱۲
12 فروری 1965ء

شانِ ربوبیت

(مادی نظام بھی تبدریج ہے)

رَبّ العٰلمین اللہ تعالیٰ سارے جہان کا پالنے والا ہے رب کا معنی تربیت سے نکلے ہوئے ہیں عربی زبان میں تربیت ربوبیت کے معنی ہیں اللہ سارے جہان کی تربیت کرتا ہے اِبلاغُ الشئِ اِلیٰ کمالِہٖ۔ تربیت اس کو کہتے ہیں کہ ایک چیز کو آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا جس درجہ تک اس کی حد ہو مثلاً رب العزۃ مچھر اور ہاتھی کے بچہ کو رفتہ رفتہ کمال تک پہنچا دیتا ہے لیکن مچھر کے بچہ کا کمال یہ کہ اسکی لمبائی چوڑائی وغیرہ مچھر کے مطابق ہو اور ہاتھی کے بچہ کی ہاتھی کے برابر لمبائی چوڑائی ہو۔ اس طرح نباتات میں بھی قانون ہے کہ مالٹے اور آم کا درخت برابر نہیں اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت یہ کہ آم کی پرورش کرے کہ آم بنجائے مالٹے کی پرورش کرے کہ مالٹا بن جائے۔ اسی طرح ہر بوٹی وغیرہ یہ تو زمین سے اگنے والی اشیاء میں لفظ کی تشریح تھی تو کمی بیشی زمین کے لحاظ سے نہیں بلکہ ربوبیت کے لحاظ سے ہے ربوبیت سمندروں میں بھی ہے دیکھو

زمین کے اندر کروڑوں کیڑے مکوڑے ہیں اللہ تعالیٰ کا دست انکی پرورش کر رہا ہے۔ خود عورت کے رحم میں کتنے بچے پرورش پاتے ہیں وہاں تو کسی کا ہاتھ نہیں جاتا مگر خدا وہاں بھی خوراک وغیرہ دے رہا ہے۔ دیکھو جتنے تک اللہ کی گود میں رہا ہمیں کوئی پتہ نہیں وہاں بچہ کو نہ تکلیف نہ رونا وغیرہ ہے مگر جب اللہ کی گود سے نکل کرماں کی گود میں آیا تو مریض بھی بن گیا اور رونے بھی لگ گیا۔ اللہ کی تربیت برو بحر و عالم بالا وغیرہ سب میں ہے مثلاً لاکھوں من بوجھل ستارے کئی تعداد میں آپکے سر پر ہیں اور آسمان بھی بغیر ستونوں کے تمہارے سر پر ہے بغیر عمد ترونہا خود زمین کے اندر کوئی ستون نہیں مگر ہر ایک چیز کو ٹھیک اپنی اپنی جگہ پر مقرر کیا ہے وَلَئِنْ زَالَتَا الخ کہ اگر ایک ستارہ اپنی جگہ سے سرک جائے تو کوئی بادشاہ ہے تم میں سے جو اسکو ٹھہرا سکے۔ سائنس کو تو چھوڑ خود حضرت علیؓ کی روایت مبارکہ ہے کہ لاکھوں ستارے کھڑے ہیں جب حکم آجائے گا تو سب ایک آنکھ کی جھپک میں ختم ہو جائیں گے۔ آج کل کے سائنسدانوں کی رپورٹ ہے کہ ہمیں صرف سات ارب ستارے معلوم ہوئے ہیں اور باقی ان سے بھی زائد ہیں اللہ کے لشکر کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ حضرت علیؓ کی روایت مبارکہ ہے اَلْکَوَاکِبُ مُعَلَّقَۃٌ بِسَلَاسِلِ النُّوْرِ کہ وہ ستارے نورانی تار سے لٹکے ہوئے ہیں۔ واقعی اگر مادی نظام ہوتا تو مادی نظام

میں تغیر ہوتا ہے تو کوئی نہ کوئی تغیر ہوتا۔ لیکن یہ روحانی نظام ہے
کہ ہر ستارہ ہزاروں سال سے اپنی جگہ پر کھڑا ہے۔ انسان بڑا غافل
ہے کہ اللہ کی نعمتوں اور نظام ربوبیت کو دیکھ کر کوئی آخرت کے
اسباب نہیں اپناتا۔ دیکھو سائنس سے تو غلط بات کہی جاسکتی ہے مگر
رب العزۃ کی فرمائی ہوئی بات تو بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ میں اللہ کی
شان ربوبیت بتلاتا ہوں اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق ایک دن
میں روئے زمین پر سات سو پچاس کروڑ من خوراک کا صرف ہے دیکھو
ایک دن میں کتنا بڑا لنگر چل رہا ہے یہ تو صرف تنہا انسانوں کا ہے
زمین پر کروڑوں پرندے کیڑے اژدھا وغیرہ بھی ہیں اسی طرح فضاء
میں اور سمندر وغیرہ میں ان کے خرچ کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا
جاسکتا۔ سمندر کی مخلوق زمین سے بہت زیادہ ہے ان سب کیلئے
انتظام کرنا اللہ کیلئے معمولی کام ہے جو صرف کن فیکون سے ہو جاتا
ہے میں ربوبیت باری تعالی کے متعلق چند چیزیں ذکر کرتا ہوں
کیونکہ ہم لوگ غافل ہیں اللہ تعالی کی ربوبیت کا حق ادا نہیں کرتے
(1) گرمی (2) روشنی (3) بادل۔ اس دور میں جو لوگ مغربیت کی پوجا
کرتے ہیں تو میں ان کے حوالہ سے اللہ تعالی کی ربوبیت کی بات
کرتا ہوں۔ ماہرین یورپ کہتے ہیں کہ زمین کے اندر 1300 درجہ کی
گرمی موجود ہے اور پانی ابالنے کیلئے 100 درجہ کی گرمی ضرورت
ہے۔ تو ڈاکٹر پرینڈے نے اقرار کیا ہے کہ زمین کے نیچے جہنم

ہے دیکھو 21 جون کا دن انتہائی گرم ہوتا ہے کہتے ہیں کہ اگر اس دن کو 2 سال لمبا کردیا جائے تو پوری دنیا جل کر راکھ کا ڈھیر بن جائے اور 21 دسمبر کی رات انتہائی درجہ ٹھنڈی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ اگر اس رات کو 6 سال لمبا کر دیا جائے تو پوری دنیا منجمد ہوجائے اگر پانی کو گیس کی شکل میں تبدیل کیاجائے تو 636 درجہ کی گرمی کی ضرورت ہے اب آپ اندازہ لگائیں کہ ایک سو مربعہ زمین کی کھیتی کو سیراب کرنے کیلئے کس قدر پانی کی ضرورت ہے اور اگر پانی گیس کی صورت میں بنایا جائے تو اس کے لئے چھ لاکھ ٹن کوئلے کی ضرورت ہے متحدہ ہندوستان و پاکستان پر صرف دس منٹ بارش برسانے کیلئے 90 کھرب ٹن کوئلے کی ضرورت ہے تو اگر ہم دس منٹ بارش مصنوعی طور پر برسائیں تو کیا۔ اخراجات ہونگے ہندوپاک کی سالانہ آمدنی چار سو پچاس کھرب روپے ہے اور دس منٹ بارش کا خرچہ اس آمدنی سے 30 ہزار گنا زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ ہندوستان اور پاکستان کی تیس ہزار سال کی آمدنی جمع کریں تو صرف دس منٹ بارش بنے گی۔ دیکھو اللہ کی شان ربوبیت کس قدر عام ہے اس لئے اللہ تعالی فرماتے ہیں ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض کہ وہ لوگ اچھے ہیں جو زمین و آسمان میں سوچ و بچار کرتے ہیں کہ اللہ کیا کر رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالی نے تربیت کا انتظام فرمایا۔

(2) روشنی ہے دیکھو دنیا میں جو تمام بجلی ہے یعنی پوری دنیا کے کارخانوں اور گھروں میں جو بجلی روشن ہے یہ 1/4 چھٹانک ہے مطلب یہ کہ تولہ سے کچھ زائد اب اللہ تعالی کی بجلی دیکھو جو سورج سے زمین پر روشنی پھیلتی ہے یعنی پہنچتی ہے سورج کے اندر اللہ تعالی نے جو روشنی رکھی ہے اگر اس کے دو سو کروڑ ٹکڑے کئے جائیں تو اس کے ہر ٹکڑے کا نصف زمین پر پہنچتا ہے یعنی دو سو کروڑواں حصہ زمین پر پہنچتا ہے اور پوری زمین کیلئے یہ کافی ہے۔ اور اس کا ثقل چار ہزار چار سو اسی من ہے اور تمام بجلی دنیا کی وہ صرف 1/4 چھٹانک وزن رکھتی ہے تو اللہ کی روشنی جو 4480 من وزن رکھتی ہے اگر وہ بکنے لگے تو تمام زمین کی ایک ارب سال کی آمدنی اسکی قیمت کیلئے کافی نہیں۔ اللہ تعالی نے زمین میں چھوٹے چھوٹے جانور ایسے بنائے ہیں کہ خوردبین سے بھی بمشکل نظر آتے ہیں لیکن ماہرین حیوانات نے بیان کیا ہے کہ وہ اتنے چھوٹے ہیں کہ اگر وہ 6 کروڑ اکٹھے کئے جائیں تو گندم کے دانہ کے برابر ہونگے انکے سپرد یہ کام ہے کہ فضاء اگر زہر آلودہ بنجائے تو اللہ تعالی نے انکو آرڈر دے رکھا ہے کہ تم زہر آلودہ فضاء کو کھاؤ تاکہ یہ فضاء میری مخلوق کو تکلیف نہ دے۔ انسان سب کچھ سوچتا ہے مگر اللہ تعالی کی ربوبیت کو نہیں سوچتا یہ ہے اللہ کی ظاہری یا مادی ربوبیت۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مادی کے علاوہ باطنی بھی ہے۔ (باطنی یہ کہ

انسان کو دین کا فہم بھی ہو) حضرت انس بن مالکؓ کی روایت مبارک ہے مَن خَرَجَ فی طَلَبِ العِلمِ فَھُوَ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ کہ جو گھر سے دین سیکھنے کیلئے چل پڑا تو۔ کراما کاتبین اس کے لئے سو جہاد کے برابر اجر و ثواب لکھتے ہیں گھر کے واپس ہونے تک۔ صحیحین کی حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالی کی راہ میں صبح شام کا وقت صرف کرنا پوری دنیا کی قیمت سے زیادہ ہے۔ مثلاً انسان کی پیدائش کا انتظام نطفہ منی سے، خوراک کا انتظام زمین سے، اور اگنے والی اشیاء کیلئے بارش وغیرہ (1) منی (2) کھیتی (3) بارش (4) آگ یہ انسانی تربیت کی بنیادی چیزیں ہیں اللہ تعالی نے سورۃ واقعہ میں ان چاروں کو ذکر کیا قرآن افرأیتم ما تمنون کہ تم نے کبھی یہ خیال کیا ہے کہ نطفہ تم نے بنایا ہے یا ہم نے بنایا ہے دیکھو بڑے بڑے ڈاکٹر و حکیم و فلاسفر اسی نطفہ سے بنے ہیں لیکن جہاں نطفہ بنتا ہے انسان کو اس جگہ کا پتہ ہی نہیں افرأیتم ما تحرثون یہ جو بازاروں سے پھل وغیرہ خریدتے ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ تم کو پتہ ہے کہ کس نے اگایا ہے بس ہل دیکر تخم ڈالتے ہو اور وہ تخم حقیقت میں گل سڑ جاتا ہے مگر اللہ تعالی اس کو ایک عمدہ نشو و نما بخشتا ہے۔ افرأیتم الماء الذی تشربون کہ تم نے پانی پر خیال کیا کہ کہاں سے آتا ہے اس پانی کو بادل سے تم اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں دیکھو بادل بعض اوقات کروڑوں من پانی لے جا رہا ہوتا ہے دنیا کے بڑے بڑے لیڈر و صدر

منہ تاک کر دیکھ رہے ہوتے ہیں مگر کر کچھ نہیں سکتے اگر اللہ میاں برسنے کا حکم دیں تو برس پڑتے ہیں ورنہ وہ ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں برساتے اور چلے جاتے ہیں لَونشاء جَعَلنٰہُ اُجاجاً اور اگر اللہ تعالی روئے زمین کے پانی کو کھاری بنا دیں تو پھر کیا کرسکتے ہو۔ اے من سوا من کے انسان کیوں ناشکرا بنتا ہے۔ (1) افرأیتم النار التی تورون تُورُونَ تم نے آگ کو پیدا کیا یا ہم نے یہ سب چیزیں سورہ واقعہ میں ہیں۔ (1) نطفہ (2) کھیت کا تخم (3) بارش (4) آگ اس میں تربیت ظاہری و باطنی دونوں کا انتظام ہے۔ نیکو کاری کی جڑ ایمان۔ اور عمل صالح کی جڑ یقین آخرت پر ہے۔ کہ وہاں ایک ایک ذرہ کا حساب دینا ہے یہ یقین ہے اور یہی ہی تقوی اور پرہیز گاری کی جڑ ہے۔ آخرت میں شک و تردد اسلئے ہوتا ہے کہ شیطان کہتا ہے کہ میاں قبر میں تو لاش گل سڑ جاتی ہے پھر آخرت کیا ایک موجود کا معدوم سے نکالنا شیطان! لغزش دیکر پھسلاتا ہے۔ اِذَا اذا وقعت الواقعۃ قیامت کا یقین نیکی کی جڑ ہے دیکھو قرآن کہہ رہا ہے کہ ہم نطفہ سے بندہ نکالتے ہیں کیا نطفہ میں آدمی ہوتا ہے۔ تو جو خدا نطفہ سے آدمی نکال سکتا ہے وہ قبر سے بھی مردہ کو زندہ کرسکتا ہے۔ دیکھو تنگ کھوپڑی والو تم نے گندم یا آم کا تخم بویا کیا اس میں گندم یا آم کا پودا تھا۔ نہیں تھا مگر ہم نے نکالا۔ اسی طرح تمہارا تخم قبر میں موجود ہے مگر میدان حشر یعنی قیامت کے

دن نکالیں گے۔ قرآن کہتا ہے کہ بادل میں بظاہر پانی تو نہیں ہے مگر ہم پانی برساتے ہیں تو تمہیں بھی قبروں سے نکالیں گے۔ دیکھو کوئلے یا لکڑی میں آگ ہے نہیں ہے ایک تصرف سے اس کے پیٹ سے آگ نکالی تو اسی طرح تم کو بھی قبروں سے نکالیں گے۔

درس نمبر ۱۳
14-2-1965

شانِ ربوبیت ۲

(روحانی نظام بھی تبدریج ہے)

رب العٰلمین اللہ تعالی کی رب العٰلمینی اور ربوبیت عامہ پر جمعہ کو کچھ بیان ہوا تھا اسمیں رب کا معنی بتلایا گیا تھا کہ ربوبیت اللہ تعالی کی اس صفت کا نام ہے کہ جس کے ذریعہ ایک چیز کو اسکی قابلیت کے مطابق آہستہ آہستہ کمال تک پہنچائے۔ خدا کی جو تربیت کا نظام ہے اس میں تدریج ہے جلد بازی نہیں۔ اللہ رب العٰلمین ہے تو یاد رکھو کہ وہ جلد باز نہیں وہ رفتہ رفتہ کام کرتا ہے۔ دیکھو زمین میں گندم کا دانہ ڈالو تو فوراً پودا نہیں بنتا بلکہ تقریباً آٹھ ماہ لگتے ہیں۔ اور گنا وغیرہ میں ایک سال لگتا ہے۔ شکم مادر میں یہ نہیں کہ ایک دن ہمبستری کی اور دوسرے دن بچہ پیدا ہو جائے بلکہ 9 ماہ کے بعد پیدائش ہوتی ہے اس کے بعد فوراً جوان نہیں ہوتا بلکہ 15 یا 16 برس کا عرصہ لگتا ہے۔ پھر بڑھاپا بھی کافی عرصہ کے بعد لگتا ہے یہ تو ربوبیت کا مادی نظام ہے روحانی نظام بھی ایسا ہی ہے ایک آدمی شکم مادر سے نکلتے ہی عالم نہیں بنتا بلکہ کافی عرصہ

کے بعد بنتا ہے یہاں تک کہ پیغمبروںؑ کو بھی پیدائش سے نبی نہیں بنایا گیا بلکہ سن بلوغت سے بھی کافی عرصہ بعد چالیس برس کی عمر میں نبوت بخشی گئی۔ اس میں ایک حکمت تو یہ کہ جلد بازی کا عمل ختم ہو جائے تاکہ انسان عمل کر کے فوراً اجر ملنے کا لالچی نہ بن بیٹھے یعنی کہ انسان کے اندر بے صبری کا مادہ پیدا نہ ہو جائے۔
ایک صاحب نے سوال کیا کہ آخرت کی لمبی میعاد پر نیکی و بدی کا بدلہ کیوں رکھا۔ اللہ کی حکمت تو اللہ کو معلوم ہے میں نے صرف اتنا کہا کہ قیامت سے قبل کسی کا عمل ختم نہیں ہوتا فرض کر لو کہ میں نے چند شاگردوں کو قرآن پڑھایا انہوں نے اوروں کو پڑھایا تو یہ سلسلہ تو جاری ہے ختم تو نہیں ہوا اور نامعلوم یہ کہاں تک جاتا ہے تو نیکی کی یہ زنجیر قیامت تک پہنچتی ہے۔ بدی کے متعلق دیکھو مرزا ملحد نے الحاد کیا اب جتنے مرزائی ہونگے ان کے علاوہ مرزا کے اعمال نامہ میں بھی قیامت تک گناہ درج ہوتے رہیں گے۔ یا ایک آدمی بدعت ایجاد کرے اور اس پر جب تک عمل ہوتا رہے گا برابر اس کے اعمال نامہ میں بھی درج ہوتے رہیں گے۔ دیکھو قابیل حضرت آدم کے بیٹے نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا صحیحین کی حدیث مبارکہ ہے کہ قیامت تک جتنے قتل ہونگے وہ قابیل کے نامہ اعمال میں درج ہوتے رہیں گے۔ بہرحال نیکی ہو یا بدی اس کا آغاز کرنے والا قیامت تک اجر میں شریک رہے گا۔ تو

معلوم ہو گیا کہ کچھ لوگ نیکی اور کچھ لوگ بدی پھیلانے والے ہیں تو جو نیکی کرنے والے ہوں گے وہ قیامت تک برابر نیک اجر کماتے رہیں گے۔ اسی طرح بدی والے برابر برا اجر کماتے رہیں گے۔ تو معاملہ اعمال تو ابھی قیامت تک چلے گا تو اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اجر میں تاخیر فرمائی ہے۔ یہ تو پھر اس طرح ہو گا کہ مزدور کو دس دن کی کمائی کی منظوری دیکر بھگا دیں مگر اس کا کام کرنے کا ارادہ ہو۔ اللہ تعالی غالب حکمت والے ہیں۔ مگر میری ناقص عقل میں ایک حکمت یہ بھی آئی ہے کہ اگر آدمی پیدائش سے ہی عالم بن جاتا تو اس میں محنت کم ہے تو اجر بھی کم ملتا۔ جب تعلیم پر محنت سے زندگی صرف کر دیتا ہے تو اس زندگی کا ایک ایک منٹ بھی عمل ہے تو جتنی محنت اتنا اجر۔ اس لئے اللہ تعالی نے تدریجی نظام رکھا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالی کی شان رب العلمینی یہ ہے۔ قرآن۔ امن خلق السمٰوٰت والارض

کیا آسمان اور زمین کو یورپ والوں نے بنایا ہے۔ اور اس سے ہم نے بارش اتاری اگر پانی نہ اتارتے تو کوئی جاندار زندہ نہ رہتا ہم اس سے باغات سر سبز اگاتے ہیں تم میں یہ طاقت نہیں کہ ایک پودا اگا سکو کیا اب بھی خدا کے ساتھ کوئی اور شریک ہے۔ بلکہ یہ یورپ والی قوم شریک کرتی ہے۔ ان کی کھوپڑی بگڑ چکی ہے۔ آج تو ہفتہ شجر کاری پر لاکھوں کی دولت تباہ و برباد کی جاری ہے۔ اگر ایک شخص لاکھ پودے اس نیت سے لگائے کہ یورپ والے لگاتے ہیں تو

اجر نہیں ہے بلکہ گرفت ہے۔ اگر ایک درخت خدا کی رضاء کے لئے لگائے تو بے انتہا اجر ہے۔ ہمیشہ جو عمل یورپ کی تقلید پر کیا جائے تو اجر بھی یورپ والوں سے مانگو۔ یورپ نے شجر کاری اسلام سے لی ہے اور ہم یورپ سے لے رہے ہیں۔ تین سو سال سے یورپ نے ترقی کی ہے اس سے قبل تو قینچی بھی نہیں بنا سکتا تھا جب مسلمان اندلس میں گئے تو باغات لگانا شروع کئے۔ تو یورپی لوگ حیران ہو گئے کہ یہ کیا؟ لیکن قرآن انسان کو دنیا کا کتا نہیں بنانا چاہتا سورۃ واقعہ میں درخت کا ذکر ہے قرآن جب کوئی چیز ذکر کرتا ہے تو دین و دنیا دونوں سدھارتا ہے۔ افرأیتم النار التی تورون تورون۔ دیکھو جتنے کوئلے ہیں درخت سے تعلق رکھتے ہیں جب پہاڑوں میں کوئلہ جل سڑ کر گل جاتا ہے تو تب جا کر یہ ریل گاڑیوں کے کام آتا ہے۔ ءانتم انشأتم شجرتھا کیا تم نے اس درخت کو اگایا ہے تمام چیزوں کی بنیاد تخم ہے اے انسان تم تو تخم کو زمین میں دبانا جانتے ہو اگانا تو نہیں جانتے اس کا معنی یہ کہ شجر کو احسان خداوندی سمجھ کر لگائے تو اجر ملے گا نحن جعلنٰھا تذکرۃ ومتاعا للمقوین ہم نے اس درخت کو یاد دلانے کی چیز بنایا ہے درخت کو سلگا کر آگ نکالی جاتی ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ اس آگ کو جب بھی سلگاؤ تو جہنم کی آگ کو یاد رکھو کہ یہ گرمی آگ جہنم کی آگ سے سو درجہ کم ہے۔

غزوہ تبوک میں صحابہؓ کرام گھبرا گئے۔ تو اللہ نے فرمایا نار جہنم اشد حرا

خرّاکہ جہنم کی گرمی زیادہ ہے۔ اس سے بچنے کیلئے اس میدان جنگ میں کھیلو مکان آخرت تواب بھی موجود ہے زمین سے لیکر ساتویں آسمان تک جہنم ہے آگے عرش تک جنت ہے۔ حدیث شریف کہ جنت کی چھت عرش معلٰی ہے یہ مکان ہے جب زمان آئے گا تو چیز نظر آئے گی جب زمان آگیا تو یکایک جہنم و جنت نظر آجائے گی۔ میں نے جمعہ کے دن ڈاکٹر برینڈ کا حوالہ دیا تھا کہ ڈاکٹر کہتا ہے کہ زمین کے نیچے جہنم ہے کافرمان رہا ہے مگر آج کل کا مسلمان نہیں مانتا۔ اگر یہ کہیں کہ ہمیں نظر نہیں آتیں جنت وغیرہ تو یہ غلط ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے درخت کو آگ بنایا ہے اس سے جہنم کی آگ کو یاد رکھو۔ ہر درخت میں آگ ہے مگر ظاہر نہیں جب تک کٹ کر خشک نہ ہو جائے تو خاص وقت میں خاص طریقہ سے ظاہر ہو جائے گی۔ اسی طرح نفخہ اسرافیلؑ بمنزلہ ماچس کے ہے جب صور بجے گا تو یکایک جہنم کی آگ وغیرہ ظاہر ہو جائے گی۔ تیسرا تصور یہ کہ اپنی زندگی کو یاد رکھو مثلاً آم کا درخت کہ ایک طرف تو میٹھا آم دیا دوسری طرف آگ رکھی۔ اس طرح تم اپنا قیاس کر لو کہ اے انسان تمہارا وجود جو ہے اس سے بھی دو چیزیں ہو سکتی ہیں اگر نیکی کی تو آخرت میں پھل ملے گا اگر بدی کی تو قیامت میں آگ ملے گی۔ محققین کا قول ہے کہ ہر نیکی پھل ہے اور ہر بدی آگ ہے جو قیامت کے دن اپنے وقت پر ظاہر ہونگے۔

ان الذین یأکلون اموال الیتامیٰ جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ داخل کرتے ہیں۔ عبداللہ بن سہل تستری بزرگ ہوئے ہیں خواب میں دیکھا کہ ایک میدان صاف پڑا ہے کچھ فرشتے انسانی صورت میں ہیں ان سے پوچھا کہ جہنم تو سنی تھی مگر یہاں تو میدان صاف پڑا ہے فرمایا کہ جہنم والے آگ ساتھ لاتے ہیں جو بھڑک کر جہنم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ حقوق والدین کی ادائیگی نہ کرنا یا نکال دینا وغیرہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور آگ ہیں بلکہ ہر جائز حکم ماننو نہ ماننے پر گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت گناہ صغیرہ و کبیرہ میں کیا فرق ہے حضرت نے فرمایا کہ چنگاری اور انگارہ میں کیا فرق ہے اگر قیمتی کپڑوں کا ایک صندوق ہو اس میں چنگاری جا پڑے تو بھی جلادیگی اگر انگارہ جا پڑے تو بھی جلا دے گا۔ ایک آدمی نے خط لکھا حضرت نفس گناہ پر آمادہ کرتا ہے کچھ فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے آپ نے لکھا کہ ماضی کے گناہ تو توبہ سے بخشوالو باقی مستقبل کیلئے نفس سے مجاہدہ کرو کہ اے نفس میں تیری بات نہیں مانتا اور تجھ سے ہی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہمت سے کرواؤں گا اور ساتھ ساتھ بہت عاجزی سے یہ دعاء بھی کیا کرو کہ یااللہ نفس سرکش سے کشتی کرنی ہے لڑنے کی ہمت دے پھر فرمایا کہ شروع شروع میں تکلیف ہو گی مگر بعد میں جب نفس دیکھے گا کہ یہ

آدمی اب میرے بس میں نہیں۔ اس سے مقابلہ کرنا بے سود ہے تو پھر کوئی تکلیف نہ ہو گی تو پھر اللہ تعالی اس دشواری کو تسکین میں تبدیل فرماتے ہیں۔ تو درخت ہمیں یہ تعلیم دے رہا ہے کہ جس طرح میرے اندر آگ اور پھل ہے اسی طرح اگر تم نے نیکی کی تو پھل ورنہ آگ ہو گی۔ تو گناہ سے بچنا چاہیئے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ رب العلمین اللہ تعالی کی ربوبیت عامہ سے دو تصور سامنے آتے ہیں تصور محبت اور تصور خوف۔ محبت یہ کہ اللہ ہر حالت میں پالنے والا ہے تو میں اتنا منحوس کیوں بنوں کہ اس کے احکام نہ مانوں جو میرے فائدہ کیلئے ہیں۔ امام فرماتے ہیں کہ اللہ امر ہے کہ کرو یا نہ کرو تو اس کا فائدہ ہمیں ہے اللہ کا نہ نقصان ہے نہ فائدہ یہ تو بدبختی ہے کہ عمل نہیں کرتے۔ تو امر و نہی میں فائدہ اپنا ہوا نہ کہ اللہ کا۔ حضرت غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے مثال دی ہے کہ اگر ایک آدمی کے پاس ایک لاکھ روپے تھیلے میں ہوں اور وہ روپے اس سے گر جائیں اور ایک آدمی پیچھے سے آواز دے کہ تمہاری کوئی چیز گر گئی ہے اٹھالو تو اس نے رقم اٹھانے کا حکم دیا اس میں فائدہ حکم ماننے والے کا ہے یا بلانے والے کا۔ اسی طرح اللہ تعالی کا حکم سمجھو اگر ہم حکم بجالائیں گے تو اپنا فائدہ کریں گے نہ کہ خدا تعالی کا۔ دوسرا شخص کمرہ میں شب کو جا رہا تھا کسی نے روکا میاں نہ جاؤ اس میں سانپ ہے نہ جانا وہ نہ گیا تو فائدہ بتلانے والے کا نہیں جو نہ گیا

فائدہ اس کا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں سانپ سے بچاتا ہے تو اللہ نے مادی انتظام کے ساتھ ساتھ روحانی انتظام بھی فرمایا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زندہ کی تو اللہ پرورش کرتا ہے مرنے کے بعد اللہ کی پرورش ختم ہوجاتی ہے۔ حدیث کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے معلوم ہوگیا کہ جب دنیا کی محبت غالب ہوجائے تو آخرت بھول جاتی ہے۔ بزرگ کا قول ہے کہ اگر موت نہ ہوتی تو ہر شخص خدائی کا دعویٰ کرتا مگر موت نے آکر گردن مروڑ ڈالی۔ حضرت بلالؓ روزانہ آذان دیتے تھے مگر وفات حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ شریف چھوڑ کر دمشق چلے گئے کہ میں غم و دکھ برداشت نہیں کر سکتا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لے آئے کہ بلالؓ کب آؤ گے۔ تو بلالؓ نے فوراً بستر باندھا اور مدینہ کی طرف چلے جب مدینہ والوں کو پتہ چلا کہ بلالؓ واپس آرہے ہیں تو مدینے کے لوگ شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لے گئے حضرت حسنینؓ عنہما بھی تھے بلالؓ نے کہا کہ کوئی خدمت کہا اذان سنا دو عرض کی کہ وہ تو قسم کھا چکا ہوں کہ آپکے نانا کے بعد اذان نہ دونگا خیر جب اذان کہی تو مدینہ سے بچے بوڑھے عورتوں کے چیخنے کی آوازیں آنے لگیں ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت مبارک یاد آگیا۔ دمشق کے پرانے مکان میں جب حضرت بلالؓ کو وقت نزع آیا تو انکی بیوی کی چیخ

نکلی کہ ہائے میرے شوہر کی مصیبت حضرت بلالؓ نے نزع کے وقت آنکھ کھول کر جواب دیا ہائے تیرے خاوند کی خوشی کہ ابھی ابھی تو اپنے دوستوں کو ملنے والے ہیں۔ حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آئی کہ کسی نے پوچھا کہ مسلمان کیسے ہونا چاہیئے۔ کہا جس طرح دولہا دلہن کی طرف جا کر جتنا خوش ہوتا ہے۔ مسلمان کو موت سے اتنی خوشی ہو۔ یہ مظاہرہ واقعی حضرت بلالؓ نے کیا ہمیں تو مرنا نہیں آتا کیونکہ ہمیں جینا نہیں آتا۔ حضرت عمارؓ بن یاسر صحابی جب نزع کی حالت ہوئی تو آواز دی کہ پینے کو کچھ لاؤ تو تھوڑا دودھ لایا گیا تو فرمایا صدق اللہ ورسولہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ تیری آخری خوراک دودھ ہوگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق مجدد بادشاہ ہو گذرے ہیں یہ اکثر وضو سے رہتے تھے ان کا ایک نوکر عبداللہ تھا مگر جب وضو ٹوٹ جاتا تو عبدل کہکر پکارتے تھے تاکہ اللہ تعالی کا اسم شریف بغیر وضو نہ لوں۔ آخری وقت میں بیوی کو کہا کہ مجھے مٹی پر لٹا دو اور تم اس کمرہ سے باہر چلے جاؤ تاکہ عاجزی سے جان دوں تو ایک منٹ میں جان نکل گئی۔ دہلی کی جامع مسجد کی بنیاد کا وقت آیا تو اعلان کیا گیا کہ جس سے پوری زندگی تہجد قضا نہ ہوئی ہو وہ رکھے گا کوئی نہ نکلا صرف شاہجہان رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ وقت میں یہ صفت تھی اس نے خود رکھی آج تو مسلمان فرض نماز کا نام تک نہیں لیتے۔

درس نمبر۱۴

19 فروری 1965ء

شانِ ربوبیت ۲

(دنیا کی زندگی خواب ہے)

رَبّ العٰلمینَ کہ سارے جہانوں اور عالم کا رب ہے۔ رب المسلمین نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ رب تعالیٰ کی صفت ربوبیت عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزیں شامل ہیں۔ عالم بالا ہو یا پست۔ مسلمان ہو یا کافر اس کی ربوبیت سب کیلئے عام ہے۔

ربوبیت کی اہمیت

ربوبیت کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اللہ کی رب العٰلمینی کا اقرار سب سے پہلے عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی روحوں کو جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھیں جمع کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی موجودگی میں۔ اقرار لیا گیا کہ میں تمہارا رب ہوں کہ نہیں؟ سب نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا کہ بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو لے لیا اور انہیں اپنے نفس پر گواہ بنا لیا۔ حدیث نے تشریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد نکالی پھر اولاد سے اولاد۔۔۔۔۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ الست بربکم قالوا بلیٰ

بلٰی اسے عہد اَلَستُ کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے سب روحوں سے میثاق و عہد لیا تا کہ کل یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم بے خبر ہیں۔ اس عہد کے بہت عرصہ بعد جب اولاد کا سلسلہ چلا۔ وہ وعدہ کسی کو یاد ہے؟ اس وعدہ کی تشریح یہ ہے کہ یاد کرانے کے لئے انبیأ علیہم السلام بھیجے گئے اور آسمانی کتابیں کافی ہیں۔ بزرگان دین نے فرمایا کہ اس وعدہ کا دوسرا اثر بھی ہوا۔ انسانوں میں لاکھوں ہزاروں اختلاف لیکن اللہ تعالی کی ذات کو سبھی مانتے چلے آرہے ہیں۔ انسان کی زندگی کی ابتداء بھی رب العٰلمین سے ہوئی ہے۔ جب دنیا سے رخصت ہو کر قبر میں پہنچتے ہیں تو وہاں بھی یہی سوال ہو گا کہ تمہارا رب کون ہے اس کے بعد آخری منزل جو داخلہ جنت ہے اس میں بھی انسان کی زبان سے جو جملہ نکلے گا وہ بھی یہی ہو گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ عالم ارواح۔ قبر اور جنت میں ربّ العٰلمین ہے رب ہونے کے لئے تین باتوں کا ہونا ضروری ہے رب العٰلمین صرف اللہ تعالی ہے۔

رَبُّ الدَّارِ۔ رَبُّ الاِبِلِ (یعنی اونٹوں کا مالک) اس طرح رب کا لفظ دوسروں کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ صنعاء یمن میں عیسائیوں کیلئے ایک کعبہ بنایا گیا اور ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو کعبۃ اللہ سے پھیر کر ادھر رخ کرایا جائے۔ جب عربوں نے سنا تو خالی موقعہ پا کر مصنوعی کعبہ میں پاخانہ کردیا۔ بعض کے نزدیک یہ کہ آگ لگا دی۔

ابرہہ۔ 60 ہزار فوج لیکر عرب پر آپہنچا۔ اس نے عربوں کے اونٹ پکڑ لئے حضرت عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے آپ مکہ شریف کے رہنے والوں کے سردار تھے۔ لشکر جب منٰی کے قریب پہنچا تو حضرت عبدالمطلب نے ملنے کی اجازت چاہی۔ اجازت دیدی اور تخت پر بٹھایا۔ آپ بہت خوبصورت بھی تھے۔ آپ نے مطالبہ فرمایا کہ سب لوگوں کے اونٹ واپس کر دیئے جائیں اور میرے اونٹ بھی واپس کریں بادشاہ نے کہا آپکو مل کر بہت خوشی ہوئی مگر آپکے مطالبہ سے آپکی عظمت ختم ہو گئی۔ کہا کعبہ کے بارے میں (جس کو میں گرانے آیا ہوں) آپنے کوئی سوال نہیں کیا۔ صرف اونٹوں کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اونٹوں کا مطالبہ اس لئے کیا کہ رَبُّ الاِبِل (اونٹوں کا مالک) ہوں اور بیت اللہ کا رب نہیں۔ یعنی رب کعبہ نہیں رب تعالی موجود ہے وہ خود تم کو روکوا لے گا۔ اس کے بعد ابرہہ نے حکم دیا کہ لشکر مکہ کی طرف جائے۔ منی سے آگے ہاتھیوں کو متوجہ کیا۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ اونٹ سب لیٹ جاتے ہیں۔ کعبۃ اللہ کی طرف کوئی رخ نہیں کرتا۔ بلکہ دوسری طرف منہ کر کے سب دوڑ جاتے ہیں۔ ابرہہ کو اس وقت نیند تھی۔ تھوڑی دیر بعد زرد رنگ کے پرندے غول در غول جمع ہوتے ہیں جب انہوں نے کارروائی شروع کی تو تھوڑی دیر بعد 60 ہزار میں سے صرف دو آدمی بچے۔ ابرہہ جو بادشاہ تھا اللہ

تعالی اس کو دکھاتا ہے کہ اللہ کے ساتھ مقابلہ کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔ گھر جاتے ہوئے اس کے سارے اعضاء گل سڑ گئے۔ ایک قاصد جو نجاشی کے دربار میں گیا تاکہ اسے ان حالات کی اطلاع دیجائے۔ ان پرندوں میں سے ایک پرندہ اس کے سر پر رہا اطلاع کے بعد اس نے اپنی کارروائی کی بس کنکر کے لگتے ہی وہ ہلاک ہو گیا۔ امام راغب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رب ہونے کیلئے تین چیزیں درکار ہیں۔ (1) رب اس ہستی کا نام ہے جو آہستہ و آہستہ کمال تک پہنچانے والا ہو۔ (2) المالک (3) المتصرف۔ کہ کامل کرنے والا مالک ہو۔ اور تصرف کرنے والا ہو۔ رب کیلئے ان تین صفات کا ہونا ضروری ہے۔ ربوبیت دو قسم ہے (1) ربوبیت تکوینی (2) ربوبیت تشریعی لفظ کن سے عالم بنایا۔ اور شریعت کیلئے کتابیں بھیجیں۔ تربیت تکوینی کا۔

دیکھو تمہارے لئے کتنا بڑا انتظام کیا گیا۔ الم نجعل الارض مھاداً مھداً۔ تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ اتنا بڑا انتظام کون کرسکتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرش ایسا ہے کہ انسان کا فرش اس کا کام نہیں کرسکتا۔ جب تک اللہ تعالی کا فرش یعنی زمین نہ ہو تو انسان اپنا فرش کہاں بچھائے گا۔ تو انسان اپنے مصنوعی فرشوں کو خدا تعالی کے فرش پر بچھاتے ہیں۔ سورۃ سباء میں اس طرف اشارہ ہے کہ فرش وہ چیز بن سکتی ہے جو نہ بہت سخت ہو اور نہ بہت نرم ہو۔ پانی یا سمندر

فرش نہیں ہوسکتے۔ یہ نرم ہیں۔ ہوا بھی فرش نہیں بن سکتی۔ لوہا سخت ہے۔ ابتداء میں انسان تو صرف زمین پر ہی سوتا تھا۔ اگر وہ لوہے کی طرح سخت ہوتی تو بڑی دشواری ہوتی۔ تیسری چیز یہ کہ فرش بہت گرم بھی نہ ہو اور بہت سرد بھی نہ ہو۔ اگر برف کی طرح بہت سرد ہو تو بہت دشواری ہوتی۔ اللہ تعالی کی ربوبیت یہ کہ سب سے پہلے زمین کو فرش بنایا۔ اگر زمین نہ ہوتی تو آدمی مرجاتا نہ معلوم کہاں ہوتا۔ پھر میت کو دفن کرنے کا طریقہ رکھا۔ میت کو جلانے والے لوگ بھی زمین پر ہی جلاتے ہیں۔ قرآن الم نجعل الارض مھادا زندگی میں کام اور زندگی کا سامان زمین میں ہے اور مرنے کے بعد بھی زمین ہی کام آتی ہے۔ مجوسی مردوں کو گدھوں کے سامنے رکھتے ہیں اسلام کا قانون نہایت پاکیزہ ہے۔ کہ انسان بنا ہی زمین سے اور واپس بھی زمین میں جاتا ہے۔ اگر راکھ بنا کر اڑائی تو کوئی پتہ نہیں کہ کون کہاں ہے۔ ماں باپ کی قبر دیکھ کر بھی تسلی ہو جاتی ہے۔ زمین کے ساتھ فرش ہونا بھی وابستہ کر دیا اور مرنے کے بعد دفن بھی وابستہ کر دیا۔ اور سامان حیات بھی زمین سے وابستہ کیا۔ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن زمین کاغذ کی مانند ایک سطح میں ہموار ہو جائے گی۔ بڑا لمبا دن ہو گا۔ جنہوں نے رکوع اور سجدے کئے ہونگے بیٹھے اور مزین حوض کوثر سے پانی پی سکے گا۔ سائے کا انتظام عرش کے ذریعے کیا جائے گا حضرت تھانوی رحمتہ

اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت قیامت میں مٹی کھائیں گے؟ فرمایا اب بھی تو مٹی کھاتے ہو۔ کہ خدا تعالی مٹی کو کبھی گندم کی شکل دیتا ہے کبھی آم کی شکل اور کبھی مالٹے وغیرہ وغیرہ کی۔ یہ تو سب مٹی کی مختلف شکلیں ہیں۔ قیامت جب آئے گی تو ہر قسم کے غلہ جات اور میوہ جات زمین میں موجود ہیں تو یہ سب ملکر کیک کی صورت اختیار کرلیں گی جو غذا کے کام آئے گی۔ حدیث پاک میں ہے کہ انسان پاؤں کے ذریعہ یہ غذا حاصل کرے گا۔ پوری زمین کیک کی مانند ہو جائے گی۔ دیکھو گندم کا دانہ زمین میں ڈالتے ہیں تو گندم وہاں موجود ہے تو گندم پیدا ہوتی ہے۔ تم نمونہ ڈالو ہماری دست قدرت اسے آم کی شکل میں نمودار کر دیتی ہے۔ اسی طرح آم کی گٹھلی دباتے ہیں تو آم کی شکل میں نمودار کر دیتی ہے۔ یہ انتظام اس لئے کیا کہ جب انسان جنت میں جائے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ آخرت و دنیا کی غذا میں کتنا فرق ہے اور آخرت کی غذا کی برتری و بلندی کا پتہ چلے گا۔ الغرض زمین فرش کا فرش ہے۔

قبر کی قبر ہے۔ الم نجعل الارض مهادا والجبال اوتادا اگر زمین پر پہاڑ نہ ہوتے تو بادل بھی نہ بنتا۔ کافی چیزیں سونا۔ چاندی اور تمام جواہرات پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ یہ پہاڑ زمین کو میخ کا کام بھی دیتے ہیں تختی میں جب تک میخ نہ ہو تو ہلتی رہے گی۔ اگر اللہ تعالی کروڑوں من کے وزنی پہاڑ زمین پر نہ رکھتا تو زلزلے آتے رہتے اور

زمین ہر وقت کانپتی رہتی اور مسلسل زلزلے کی شکل میں ہوتی۔ زلزلہ تو ایک منٹ کا بھی برداشت نہیں ہوتا۔ زمین تو ایک ہی ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے زلزلہ لانا ہوتا ہے صرف وہی حصہ ہلتا ہے قیامت کے دن پورا زلزلہ آئے گا جس سے دنیا کی پوری عمارت گر جائے گی۔ ایک زلزلہ سے پوری دنیا کی کائنات تہس، نہس ہو جائے گی۔ قرآن میں مختلف جگہ میں بیان آتا ہے۔ سورۃ ق

زلزلہ سے تمام پھیلے ہوئے اجزاء ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں گے۔ تو پہاڑ زمین پر میخ کی مانند ہیں۔ میخ سے حرکت بند ہو جاتی ہے اس طرح زمین کا زلزلہ بند ہو گیا۔ وخلقناکم ازواجا ۔ تم کو جوڑا جوڑا بنایا۔ آدمؑ سے پیدا کیا۔ اس کی جنس سے عورت بنائی تاکہ انسان اس سے سکون حاصل کرے۔ انفرادی زندگی کو اجتماعی زندگی سے بدل دیا۔ پوری دنیا اکٹھی ہو کر ایک عورت نہیں بنا سکتی۔ بخشتا ہے جس کو چاہے لڑکیاں اور جس کو چاہے لڑکے۔ چاہے تو لڑکے لڑکیاں دونوں دیتا ہے جسکو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ وجعلنا نومکم سباتاً ۔ تمہارے لئے نیند کو راحت کا سامان بنایا۔ انسانی زندگی کو دو گروہوں میں تقسیم کیا دن اور رات۔ بدنی اور دماغی تھکان سب رات میں اتر جاتی ہیں دن بھر کی کاوش نیند سے دور ہو جاتی ہے۔ یہ بھی کسی کے اختیار میں نہیں۔ بیداری میں انسان کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ نیند سے دنیا کا تعلق کٹ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے وجود

سے بھی انسان بے خبر ہوتا ہے نیند میں عجیب و غریب خواب دیکھتا ہے۔ خواب کی دنیا اور ہے

سچے خواب جو مومن خود دیکھے یا مومن کے حق میں کوئی دوسرا دیکھے جب انسان خواب سے بیدار ہوتا ہے تو پتہ نہیں چلتا کہ خواب کی دنیا کہاں چلی گئی۔ بیداری کی زندگی قوی ہے۔ یہ دنیاوی زندگی آخرت کا خواب ہے۔ جب قوی زندگی آتی ہے تو کمزور زندگی نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ دنیا کی زندگی بھی ایک خواب کی زندگی ہے۔ اس کی بیداری موت سے ہوتی ہے۔ آخرت کی زندگی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے پھر پتہ چلتا ہے کہ پہلی زندگی تو خواب ہی تھی اب حقیقی زندگی آئی ہے۔ حدیث شریف ہے ارشاد گرامی ہے کہ دنیا میں سارے لوگ خواب میں ہیں۔ آخرت کی زندگی سے کٹ گئے ہیں۔ جب موت آئے گی تو پھر معلوم ہو گا کہ خواب کی زندگی گئی اور بیداری کی زندگی آئی۔ وجعلنا الیل لباسا وجعلنا النہار معاشا معاشاً۔ رات کو تمہارے لئے لباس بنایا اور دن کو تمہارے لئے روزگار بنایا۔ بعض چیزیں عجیب و غریب ہیں مگر چونکہ روزمرہ ہوتی ہیں اسلئے پتہ نہیں چلتا۔ مثلاً بنگالیوں کیلئے اونٹ ایک کرشمہ ہے مگر عربوں کیلئے کوئی چیز نہیں۔ جس نے ہاتھی نہ دیکھا ہو اس کیلئے وہ ایک عجیب چیز ہے۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ جب میں مسجد نبوی میں درس حدیث دے رہا تھا تو

اتفاقاً ایک ہاتھی آ گیا۔ وہ ایک تماشہ تھا سوائے ایک شاگرد ابن قاسم کے باقی سب شاگرد درس چھوڑ کر ہاتھی دیکھنے چلے گئے۔ ابن قاسم سے کہا کہ تم بھی ہاتھی دیکھنے چلے جاؤ۔ اس نے کہا حضرت میں مدینہ میں آپ کو دیکھنے آیا ہوں تو آپ سامنے ہیں۔ اسی پر خطاب دیا۔ اعقل الاندلس یعنی اندلس کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ عقلمند ہو۔ اگر رات ہی رات ہوتی دن کسی نے نہ دیکھا ہوتا تو کوئی اعلان کرتا کہ ایک سورج نکلنے والا ہے جس سے روشنی آجاتی ہے۔ تو اس تماشہ کو دیکھنے کیلئے سب جمع ہو جاتے۔ لیکن روزمرہ کی ہونیکی وجہ سے اب کوئی قیمت نہیں۔ اللہ تعالی نے ایسا نظام رکھا کہ آدھا وقت آرام کا ہے اور آدھا کام کا ہے۔ رات کو سونا اور دن کو کام کرنا۔ روزگار کیلئے زیادہ روشنی کی ضرورت ہے۔ روشنی بعد میں ایجاد ہوئی ہے سب سے پہلے انسان آگ جلاتا تھا۔ دیا کی روشنی۔ چراغ۔ لالٹین۔ بجلی یہ بعد میں ایجاد ہوئیں۔ سب لوگ دن کے محتاج ہیں۔ اگر دن نہ ہوتا تو کسان کیسے ہل چلاتا۔ اللہ تعالی نے ایک ہی سورج کی بجلی روشن کر دی۔ تو اللہ تعالی کی شان ربوبیت کا تقاضا ہے کہ اس کے سب حکم مانے جائیں۔

درس نمبر ۱۵
21-2-1965

شانِ ربوبیت ۲

(ربوبیت کی اقسام)

رَبّ العٰلمینَ اللہ تعالیٰ سارے جہان کا رب ہے۔
پالنے والا ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو میں اب کچھ ربط کے ساتھ
بیان کرتا ہوں اللہ کی رب العٰلمینی انسانی زندگی کے تین دوروں
سے تعلق رکھتی ہے (1) دنیا (2) قبر (3) آخرت ربوبیت دنیویہ۔
ربوبیت برزخیہ۔ ربوبیت اخرویہ یعنی اللہ تعالیٰ انمقامات میں ہماری
پرورش کرتا ہے۔ دنیوی پھر دوم قسم ہے۔ (1) تربیت آفاقی (2)
تربیت نفسی الم نجعل الارض مھادا کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں
بنایا والجبال اوتادا ہم نے بڑے بوجھل پہاڑ کھڑے کر دئے تاکہ
سکون ہو۔ زلزلہ نہ ہو وخلقنکم ازواجا وجعلنا ہم نے تم کو جوڑا پیدا کیا۔ اگر
صرف نر ہوتے تو پھر کیا ہوتا۔ نومکم سباتا اگر تمہاری عمر
میں بیداری ہوتی تو انسان چند دن میں تھک کر ختم ہوجاتا۔ ہم نے
بغیر ڈاکٹر اور مشین کے نیند تیار کی تاکہ تھکان اتر جائے۔ وَجَعلنَا
وجعلنا الیل لباسا وجعلنا النھار معاشا ہم نے رات کو پردہ اور دن کو روزگار
کاسامان بنا دیا وبنینا فوقکم سبعا شدادا اور مضبوط آسمان تعداد میں سات

بنائے ہیں جو نہ پرانے اور نہ مرمت ہوتے ہیں۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے کہ اگر میں ان آسمان اور ستارے اور زمین کو حرکت دیدوں کوئی طاقت ہے جو ان کو روک سکے هل ترىٰ من فطور ان آسمانوں میں شگاف نہیں پڑتے وجعلنا سراجا وهاجا اور ایک روشن چراغ سورج پیدا کیا ہے جو بقول سائنسدانوں کے کہ 9 کروڑ 30 لاکھ میل دور ہے مگر دنیا میں ہر انسان یہ تصور کرتا ہے کہ یہ میرے گھر ہے۔ سردی میں اس سے گرمی کا کام بھی لیتے ہیں امام الوسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عجیب نظام فرمایا ہے کہ روشنی کے ساتھ گرمی بھی رکھ دی۔ مگر ایک روشنی ایسی بنائی جس کے ساتھ گرمی نہیں رکھی مثلاً جگنو علماء دین نے اس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ جگنو کو اجازت عام ہے کہ جس جگہ بیٹھے بیٹھ سکتا ہے اگر نوٹ وغیرہ پر بیٹھے اور گرمی بھی ہوتی تو یہ جل جاتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انسان کو نقصان نہ پہنچے۔ بہر حال قرآن نے آگے چلکر آفاقی سامان کا بیان کیا ہے وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا اور بادلوں سے زور سے برسنے والا پانی برسایا اس سے غلہ گھاس اور گنجان آباد ہوجاتے ہیں اگر پانی کا نظام نہ ہوتا تو کوئی جاندار زندہ نہ رہتا۔ یہ بڑے بڑے لیڈر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے اور پانی کا نظام ایسا رکھا کہ وہاں انسان کا ہاتھ نہیں جاسکتا تاکہ انسان خدائی کا دعوٰی نہ کر بیٹھے۔ زمین نے بارش کا پانی اپنے اندر رکھا پہاڑوں نے بادل سے پانی لیا پھر ندیوں نالوں سے شان ربوبیت کے تحت سب انسان

وجاندار پرورش پاتے ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ جب اوپر ہو تو بادل ہے اگر پانی کی شکل بناتے ہیں تو ایک قطرہ بھی اوپر نہیں رہتا فلسفہ سائنس پرانا و جدید کہ بادل زمین سے سولہ ہزار گز اونچا ہوتا ہے اس سے نیچے نہیں ہوتے اگر بہت زیادہ دور ہو تو ہم کو نظر نہیں آئے گا۔ تو یہ پتہ نہ چلے گا کہ بادل ہے کہ نہیں اچانک برسنے سے تکلیف ہوگی تربیت دنیا آفاقیہ کی بس اتنی تحقیق کافی ہے۔

(2) تربیت نفسیہ دنیویہ غالباً ہمارے دادا اور دادی آدمؑ و حوا کو ایک رکھا تاکہ سب انسان ایک کی اولاد ہونے کی وجہ سے آپس میں محبت رکھیں آدمؑ کی پسلی سے اماں حوا کو بنایا اس میں غالباً حکمت یہ تھی کہ میاں بیوی کے درمیان محبت ہونی چاہیے اسکے بعد اولاد کا معاملہ ہے انسان نے گندم کی روٹی اور سالن کھایا پھر خون تیار ہوا پھر نطفہ منی بنا پھر صحبت کی وجہ سے رحم مادر میں منتقل ہوا۔ پھر مختلف حالات گذرنے کے کچھ عرصہ نطفہ رہا پھر خون۔ پھر گوشت کا لوتھڑا بن گیا پھر بدن بن گیا پھر جان ڈال کر چھ ماہ رحم مادر میں رکھا پھر سانس کی ضرورت ہوتی ہے اور خوراک و حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے عجیب بات ہے کہ اس بند کمرے میں یعنی رحم مادر میں اللہ خوراک کی حفاظت و سانس کا انتظام فرما دیتا ہے کہ ماہواری کے ایام کا خون بند کر کے خوراک مہیا کر دیتا ہے۔ سانس ناں لیگی تو بچہ بھی زندہ رہے گا اور سانس لیگا یہ تربیت نفسی میں (1) پہلی قسم ہے تربیت رحمی اس تربیت میں کتنے مدارج گذرے ہیں حضرت جلال

الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی میں یہ مسئلہ فرمایا ہے کہ ایک حالت کو اللہ تعالی موت دیتا ہے دوسری حالت کو بقاء دیتا ہے مثلاً روٹی دیکھ لو کہ معدہ میں روٹی جا کر مر گئی اور خون پیدا ہو گیا پھر خون مر گیا اور نطفہ بنا پھر نطفہ مرا تو علقہ پیدا ہوا پھر علقہ مرا تو بدن پیدا ہوا پھر جان آئی اور انسانی عقل ڈالی گئی انسان بنتا ہے تو حیوانیت ختم ہو جاتی ہے یعنی ایسی حیوانیت جس میں عقل نہ ہو جب اللہ نے روح اور عقل ڈالی تو اب ہم کو حیوانیت نہیں کہا جاتا بلکہ انسانیت کہا جاتا ہے ہمیں یہ ڈر کیوں لگے مرنے کا اگر انسانیت مریگی تو آگے جنت آجائے گی مرے تو ہمیشہ آگے بڑھتے ہیں تو یہ چاہتا ہے بد بخت کہ دنیا سے چمٹا رہوں اگر تو اپنی پہلی حالت کو دیکھے کہ مٹی وغیرہ یا نطفہ کی حالت میں رہتا تو یہ ترقی تم کو کیسے ملتی موت تو ترقی کا راستہ ہے اللہ نے تبدیلی ایسی کی کہ ایک چیز کو ختم کیا تو دوسری چیز اس سے بہتر دی۔ سب سے پہلی چیز حسن صورت حدیث شریف کہ آخرت کی زندگی کی خوبصورتی عمل سے وابستہ ہے ایمان و عمل صالحہ کا نتیجہ ہے خوبصورتی۔ وہاں تو یہ پوڈر وغیرہ سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن بعض بدن چودھویں کے چاند کی مانند چمکدار ہونگے اور بعض ستاروں وغیرہ کی مانند غرضیکہ اعمال کے مطابق چمک وغیرہ ہوگی۔ (2) قوت ہے جو

[illegible] سلم نے

فرمایا میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان احدھم لیعطی قوۃ مأۃ رجل کہ قیامت کے بعد جنت میں کھانے پینے اور ہمبستری وغیرہ کیلئے ایک آدمی کو سو آدمیوں کے برابر قوت دی جائے گی۔ اور موت مرض دکھ وغیرہ سب ختم کردیئے گے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب جہنمی ابدی اور جنتی ابدی اپنی اپنی جگہ پالیں گے تو پھر اللہ تعالی موت کو دنبہ کی شکل میں ذبح کردیگا کہ اس کے بعد موت نہ ہوگی اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ قائم رہے گا۔ پھر جہنم والے چیخیں گے کہ ہائے ہائے یعنی انکو معلوم ہو جائے گا کہ اب ابدالآباد جہنم میں رہنا ہے ربوبیت دنیویہ میں آفاقی اور ربوبیت نفسیہ میں رحمی ختم ہوئی رحم مادر میں بچہ خود تو نہ اٹھ سکتا ہے نہ کھاپی سکتا ہے لیکن اللہ نے اپنی شان ربوبیت کے تحت بلا تنخواہ خوراک اور حفاظت کا انتظام فرمایا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوگیا تو والدین کے قلب میں بچہ کی محبت پیدا کردی تاکہ اسکی عمدہ طریقہ سے پرورش ہوسکے۔ میرے خیال میں اگر لاکھ روپیہ ماہوار تنخواہ دو تو ماں کے برابر بچہ کی کوئی پرورش نہ کریگا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ نصیحت فرمائیے فرمایا کہ ماں سے احسان زیادہ کرو پھر اس نے سوال کیا تو آپ نے یہی جواب فرمایا حتی کہ تین باریہی فرمایا پھر چوتھی بار فرمایا کہ پھر باپ سے محبت و احسان کیا کرو۔ ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا کہ حضرت میری ماں لنگڑی ہے اس کو حج کا شوق تھا میں نے اپنے کندھوں پر بٹھا کر

اتنے سو میل کا فاصلہ طے کر کے حج ادا کروایا ہے پھر اسکو دستوں کی بیماری شروع ہو گئی اور لمبی عمر رہی۔ روزانہ اسکی خدمت کرتا رہا ہوں کیا ماں کا حق ادا ہو گیا۔ فرمایا نہیں تو اس نے کہا کہ آخر بات کیا ہے کہ اس نے بھی میری پرورش میں اس سے زیادہ تکلیف تو نہ اٹھائی ہو گی۔ فرمایا کہ یہ درست ہے کہ تو نے بڑی خدمت کی ہے مگر یہ بتلا کہ جب تو دستوں والی خدمت کرتا ہو گا تو تیرا دل یہ نہ چاہتا ہو گا کہ جلدی مر جائے کہا واقعی قلب کی یہی حالت تھی۔ تو فرمایا کہ والدہ کی پرورش میں فرق ہے کہ بچپن میں تو جتنا اسکو پریشان کرتا تھا مگر وہ تیری درازی عمر کی دعا مانگتی تھی۔ تو رب العلمینی میں ربوبیت کی بہت سی چیزیں ہیں مگر ہم نہیں دیکھتے۔ اللہ نے قبل تو والدین کے قلب میں محبت ڈال کر تحفظ کا انتظام کیا پھر غذا کا انتظام کیا کہ خود ماں کے پیٹ کے قریب سینہ میں دو پستان لگا دئے کیونکہ سارے لوگ امیر تو نہیں جو روزانہ بازار سے خرید کر لائیں تو اللہ نے بلا قیمت ماں کے سینہ میں دودھ کا چشمہ پیدا کیا نہ کہ دور تاکہ بچہ دودھ مانگے اور فوراً مل جائے۔ ماں عالم الغیب تو نہیں کہ اسکو معلوم ہو کہ اب دودھ مانگ رہا ہے اللہ نے بچہ کے قلب میں یہ بات ڈالی کہ بس رو پڑے تو ماں اس کو دودھ پلا دیتی ہے۔ پھر پستانوں میں بند رکھا تاکہ بہہ نہ جائے تو اللہ تعالی نے یہ طریقہ شکم مادر کے اندر سکھایا ہے اللہ تعالی کی الہامی تعلیم ہر جگہ جاری ہے کہ پستان تمہارے منہ میں دیگی تم اس کو خوب دباؤ تاکہ خوراک نکلے یہ ہے

رب العلمینی۔ طبی اصول ہے کہ اگر دودھ گرم تو فائدہ مند ورنہ نقصان دہ ہوتا ہے تو اللہ تعالی نے ایسا انتظام کیا کہ پستانوں میں دودھ گرم رکھا تاکہ بچہ مانگے اور فوراً گرم گرم دودھ حاضر ہو جائے گرم کرنے کی دیر نہ ہو یہ صرف انسان کیلئے نہیں بلکہ ہر حیوان کے ساتھ اسی طرح معاملہ کیا ہے۔ قرآن کا ارشاد خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِینَ الخ شیر دار جانوروں سے اللہ تعالی خون اور گوبر کے درمیان سے صاف دودھ نکالتا ہے جو دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے دیکھو دودھ گھاس اور بنولہ وغیرہ سے بنتا ہے جب یہ چیزیں پیٹ میں گئیں تو ردی چیز کھائی ہوئی کا کچھ گوبر اور خون بنا اور کچھ باہر کے لوگوں کیلئے دودھ بنا دیکھو اللہ نے ایک چیز سے تین چیزیں بنائیں گوبر۔ خون۔ دودھ یہ ہے رب العلمینی۔ تفسیر جواہری علامہ طنطاوی رحمتہ اللہ علیہ فلسفہ کا بھی امام ہے کہتے ہیں کہ اللہ نے حیوانات کا جو انتظام فرمایا ہے وہ تصور سے بالاتر ہے لکھتے ہیں کہ مصر کے قریب سمندر میں ایک جانور دنبہ کے برابر پیدا فرمایا ہے سمندر میں کوئی کشتی جہاز یا آدمی ڈوبے تو اسکو اپنی پیٹھ پر ڈال کر کنارے پر پہنچاتا ہے اس جانور کا شکار مصر میں منع ہے اور جرم ہے اور بعض پرندے ایسے پیدا فرمائے ہیں جو چپ چاپ بیٹھے ہیں جب کھیت پر ٹکڑی آپڑے تو وہ پرندے پانچ منٹ میں ٹکڑی کا صفایا کر دیتے ہیں۔ یہ شان رب العلمینی کے تحت دنیا کا نظام ہے۔

نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربین

درس نمبر ۱۶
26-2-1965

شانِ ربوبیت ۵

(تربیت آخرت ۱)

رب العٰلمین اس سے پہلے درس میں اللہ جل جلالہ کی رب العٰلمینی کی اقسام بیان کی تھیں (1) اللہ کی تربیت کا تعلق دنیا سے ہے (2) برزخ سے (3) عالم آخرت سے ہے۔ دنیا کی ربوبیت کا بیان ہو چکا ہے۔ برزخ کا بیان بعد میں کرونگا اب آخرت کی تربیت کا بیان ہے۔ اللہ تعالی کی ربوبیت صرف دنیا میں بند نہیں بلکہ زندگی کے تمام درجوں میں ہے۔ اسلام مسلمان کو سب سے اول ایک روشنی بخشتا ہے جس سے وہ اپنی حقیقت اور انجام معلوم کرلیتا ہے۔ کہ اس دنیا کے اندر دو قسم کی تجارتیں چلتی ہیں (1) دنیا کی تجارت (2) آخرت کی تجارت دنیا کی تجارت کوئی بڑی چیز نہ تھی اس لئے اللہ تعالی نے اس کا نظام خود انسان پر چھوڑا اور اس قدر عقل دی کہ انسان دھوکہ نہ کھائے گا۔ اور دنیا کی تجارت سنبھال لیگا اگر دنیا کی تجارت میں غلطی کر بیٹھا تو کوئی نقصان نہیں۔ اور اگر آخرت کا نقصان کر بیٹھا تو پھر اس کا حل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اللہ تعالی نے اخروی تجارت کیلئے ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبرؑ

اتارے۔ دنیا میں روزی کمانے کے جتنے پیشے وسائل ہیں یہ سب تجارت ہیں کسان نے دو سرمائے لگائے ایک محنت اور دوسرا تخم بویا تجارت کا معنی ہے کہ ایک چیز کو اس امید پر صرف کرنا کہ آئندہ فائدہ دیگی۔ صرف الشئی بالنظر الی متوقع مزدور محنت کرتا ہے یہ بھی اس کی تجارت ہے اپنی جان سے طاقت صرف کر کے نفع حاصل کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ مزدوری یا صنعت و حرفت وغیرہ یہ سب ایک تجارت ہیں۔ کچھ مال اور کچھ محنت خرچ ہوتی ہے یہ سب ایک قسم کی تجارت ہیں یہ دنیوی تجارت ہے۔ صدر مملکت بھی تجارت کرتا ہے۔ یعنی ماہوار تنخواہ لیتا ہے یہ تجارت دنیا ہوئی اس کا تعلق دنیا سے ہے دنیا تنگ ہے اس کی حاجت بھی تنگ ہے۔ آخرت وسیع ہے اس کی حاجت بھی وسیع ہے تو اس لئے رب العزۃ نے آخرت کی تجارت کا بڑا وسیع نظام فرمایا۔ تجارت آخرت کے اصول تقریباً تجارت دنیا سے ملتے جلتے ہیں۔ تجارت دنیا میں ایک تاجر چاہیئے (2) سامان تجارت (3) سرمایہ خالی ہاتھ تو تجارت نہیں ہوتی (4) فاصلہ مکانی و زمانی تجارت اس وقت فائدہ مند ہوتی ہے جب مکان یا زمان سے فاصلہ ہو مثلاً دیکھو کہ یقینی طور پر آم افغانستان میں نہیں ہوتا اور پنجاب میں پیدا ہوتا ہے اگر ملتان کا آم ملتان میں بکے تو کوئی نفع نہیں۔ اگر ملتان کا آم افغانستان یا یورپ وغیرہ میں بیچا جائے تو نفع زیادہ ہوگا یہ ہوا مکانی فاصلہ۔ زمان کا فاصلہ یہ کہ مثلاً آم جون اور جولائی میں فروخت ہوتا ہے اگر کسی طریقے سے آدمی دسمبر

جنوری تک محفوظ رکھے پھر بیچے تو زیادہ نفع ہوگا اگر آج کل انسان نیکی کرے تو بہت فائدہ ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تو نیکی کی موسم تھی جب سے انگریز خبیث آیا ہے تو مسلمان ختم ہوتا چلا جا رہا ہے اکبر الہ آبادی مرحوم کہتا ہے۔

جدید وضع کے سانچے ڈھلتے جاتے ہیں
ہمارے طور طریقے بدلتے جاتے ہیں
دیار غرب کی مٹی کچھ ایسی چکنی ہے
کہ اچھے اچھوں کے پاؤں پھسلتے جاتے ہیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اعلان کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں صحابہؓ نے کہا کہ ہم جو ہیں فرمایا کہ تم تو میرے دوست ہو میرے بھائی آخری زمانہ میں ہیں وہ جب نیکی کرینگے تو پچاس نیکی کرنے والوں کا اجر ملے گا۔ صحابیؓ نے کہا کہ ہم جیسے پچاس یا اس زمانہ جیسے پچاس فرمایا آپؐ نے کہ تمہارے زمانہ کے پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا کیونکہ اللہ نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلادیا تھا کہ انگریز تیری امتہ کی کھوپڑی جلادیں گے اگر اس وقت وہ کوئی نیک کام کرینگے تو میں اس زمانہ حاضرہ کے یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے پچاس آدمیوں کا ثواب دونگا۔ امام منذری رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے کہ تم کو اللہ تعالی کے احکام آئے ہیں اگر ان کا دسواں حصہ ترک کرو گے تو تباہ ہوجاؤ گے اس

کے بعد ایک زمانہ آئے گا اگر اللہ تعالی کے احکام پر دسواں حصہ عمل کرینگے تو بخشش ہوجائے گی۔ تو نرخ ہونے پر بھی اگر مسلمان ٹانگ پھیلا کر لیٹ جائے تو یہ بدبختی ہے۔ خیر تجارت دنیا کیلئے سات اشیائ بیان کی ہیں (1) تاجر (2) سامان تجارت (3) سرمایہ (4) فاصلہ (5) زمانہ (6) منتقلی سامان تجارت کہ ملتان سے قلات یا کابل کو اسم منتقل کرو تو نفع زیادہ ہوگا (7) ضبط حساب تجارت کہ خرچ اور آمد کا حساب رہ جائے ان سات چیزوں سے دنیوی تجارت کا تعلق ہے لیکن اللہ کی رب العلمینی نے چاہا کہ انسان کو تجارت اخرت میں لگائے اور اس کیلئے بلا قیمت انتظام فرما دیا کہ پیغمبرؑ اور کتابیں بھیجیں اس نظام سے ہم اللہ تعالی کے احسان کے نیچے دب جاتے ہیں کیونکہ اس سے ہمارا فائدہ ہے اللہ کا نہیں دنیا میں تاجر کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہم ہیں دنیا کی تجارت کیلئے ڈھنگ تجارت کی ضرورت ہے وہ اللہ نے تجارت آخرت کیلیے فرمایا ہے کہ سن بلوغ سے کرے تاکہ کہیں پھسل نہ جائے تجارت دنیا کیلئے بلوغ کی ضرورت نہیں مگر تجارت شریعت میں سن بلوغ کی ضرورت ہے۔ پھر عاقل کی قید رکھی پاگل دیوانہ نہ ہو پھر سرمایہ تجارت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ نے ہمیں تجارت اخروی کیلئے سرمایہ زندگی وعمر دی درجہ بدرجہ کوئی پچاس سال کا ختم اور کوئی سو برس عمر لایا ہے وغیرہ قرآن اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ الخ کیا ہم نے تم کو عمر نہ دی تھی اگر وہ

اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر

تجارت کرتے تو کر سکتے تھے کیونکہ تجارت کا طریقہ بتلانے والے نبی
واحکام بھی انکے پاس آئے۔ ایک ہے دنیا کی تجارت کہ رقم بینک
میں محفوظ پڑی ہے اور تجارت نہیں کرتا مگر تجارت اخروی کیلئے
ایسا سرمایہ دیا کہ جو روزانہ ہر ساعت پگھل رہا ہے اور ختم ہو رہا ہے
حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر ایک منزل ہے
اور مہینہ یہ فرسخ ہیں یعنی میل یا اسٹیشن تصور کرلو کہ زندگی میں جب
ایک ماہ گذرتا ہے تو تصور کرو کہ گاڑی ایک اسٹیشن سے گذر گئی
اور سانس یہ ریل کے پہیے ہیں جو ختم ہوتے جارہے ہیں اس میں یہ
تنبیہ ہے کہ تمہارا سرمایہ گذر رہا ہے یعنی ندی سے گذرے ہوئے
پانی کی طرح عمر کو تصور کرلو نہ یہ پانی واپس لوٹ سکتا ہے نہ عمر
واپس لوٹ سکتی ہے۔ مگر آج ہم تجارت آخرت سے غافل ہیں اور
موت کا چیتا بھی ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے نہ جانے کب آپہنچے۔
بہرحال اللہ نے عمر ایسی دی جو مٹنے والی ہے۔ غالب نے ایک
اشارہ کیا کہ گرمی کے موسم میں ایسی جگہ برف بیچ رہا ہوں کہ خریدار
دور ہیں جب خریدار پہنچ جائیں گے تو میرا سرمایہ پگھلا ہوا ہوگا۔ ہم
غفلت میں ہیں جب موت آئے گی تو ہمارا سرمایہ پگھل کر ختم
ہوچکا ہوگا۔ مامورات وہ کام جنکے کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہو۔
منہیات وہ کام جن کے نہ کرنے کا حکم دیا حضور کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ مامورات میں زندگی لگاؤ منہیات میں نہ لگاؤ یہ طریقہ
تجارت اخرویہ کیلئے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلادیا بازار

دنیا سے آخرت کیلئے منہیات نہیں لے جانی چاہئیں دنیا میں خیر و شر نیکی و بدی مل کر ہیں مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ نیکی کا ذخیرہ لیکر جاؤ تو تجارت کا طریقہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے فرمایا اگر اللہ تعالی یہ انتظام نہ فرماتا تو بجائے نفع کے ضرر کی چیز لے جاتے۔ یہ اللہ کی رب العلمینی ہے۔ تو چونکہ فاصلہ مکانی وزمانی ضروری ہے تو دنیا کی ساری تجارت دنیا ہی کے اندر ہے لیکن جو سامان اتنا دور لے جائے کہ دنیا سے آخرت کو منتقل کرے تو جس قدر دور پہنچائے گا اس قدر نرخ بڑھ جائے گا تو آخرت کا فاصلہ مکانی وزمانی دونوں بہت دور ہیں تو نفع نہ جانے کتنے اربوں گنا زیادہ ملے گا۔ میں نے کہا کہ سامان تجارت ٹرک یا ریل گاڑی وغیرہ میں تبدیل کرنا پڑتا ہے لیکن اگر دنیا سے آخرت کو منتقل کرو گے تو اللہ فرماتے ہیں کہ ایک کوڑی بھی خرچ نہ کرو یہ کام میرے ذمہ ہے اور حفاظت سے پہنچاؤں گا لیکن جائے گی الہی طریقہ کے مطابق۔ ایک ہے اصلاح نیت کہ نیت درست ہو دوسرا ہے صحت مصرف کہ مصرف صحیح ہو۔ نیت درست کہ خالص مالک کیلئے تجارت کرو اگر ریاکاری کرو گے تو دنیا میں رہ جائے گی۔ صحت مصرف یہ کہ اگر جائز کاموں پر صرف کیا تو بلٹی جائے گی ورنہ یہیں رہ جائے گی اور وہاں غفلت کی سزا ہو گی۔ حدیث صحیحین کہ قیامت میں تین لوگ اللہ کے حضور میں پیش ہونگے اللہ سے اپنی اجرت مانگیں گے (1) عالم کہے گا کہ یا اللہ میں دنیا میں اتنا بڑا عالم

تھا خوب تقریر و وعظ سے دین کی خدمت کی اللہ عَلِیمٌ بِذَاتِ الصُّدُور
اللہ سینہ میں چھپی باتوں کو جانتا ہے تو اللہ کہے گا کہ علم تو نے اس
لئے حاصل کیا کہ دنیا عالم کہے وہ دنیا نے خوب کہا تو اجر تو وہیں مل
گیا اب کیا مانگتے ہو (2) سخی آئے گا کہ یا اللہ دنیا میں خوب صدقہ و
خیرات کی ہے تو اللہ تعالی فرمائے گا کہ جو کچھ کیا تھا اس غرض سے
کیا کہ دنیا سخی کہے تو دنیا نے خوب سخی کہا اجر تو مل گیا اب کیا مانگتے
ہو (3) غازی آئے گا کہ میں نے جہاد کیا تھا تو اللہ فرمائیں گے تو
نے کہا تھا کہ دنیا بہادر کہے تو دنیا نے خوب بہادر کہا اب کیا مانگتے
ہو تو اس کے بعد اللہ تعالی فرشتوں کو حکم دیگا کہ ان کو دھکیل کر جہنم
میں پھینک دو۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ آخرت میں مال اس
وقت جائے گا جب نیت درست ہو اور ایک مصرف صحیح ہو۔ اللہ
جہاں صرف کرنے کو کہے وہیں خرچ کرو ورنہ یہ تو یوں ہو گا کہ آدمی
ڈاکخانہ میں آیا کہ میں نے دوست کو 100 روپیہ بھیجا تھا مگر ابھی تک
واپسی رسید نہیں ملی تو وہ کہے گا کہ کس طرح بھیجا تھا کہا کہ سو روپیہ
لیکر اوپر پتہ لکھ کر لیٹر بکس میں ڈالدیا تھا تو ڈاکیہ کہے گا یہ تو طریقہ
نہیں ہے۔ تو اللہ تعالی کے ہاں بھی منی آرڈر کا ایک طریقہ ہے وہ
یہ کہ نیت صحیح اور مصرف صحیح ہو تو پھر پہنچنے کا معاوضہ بھی اللہ
تعالی نہیں مانگتا بلکہ ہم نے اگر ایک من بھیجا تو وہاں سو من ملے گا یا
سات سو من شمار کرونگا۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا جو ایک نیکی بھیجے
گا اس کو دس شمار کیا جائے گا۔ قرآن کہتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں

خرچ کر ڈالے اسکو ایک دانہ جانو جو اگایا گیا جس کے اندر سات سو دانے ہیں اور اللہ تو اس سے بھی زیادہ کر دیتا ہے۔ بموجب اخلاص زیادتی ہوتی ہے۔ آدمی جب تجارت کرتا ہے تو کوئی منشی رکھتا ہے ہمارا جو سامان جائے گا تو منشی بھی اللہ نے اپنی طرف سے مقرر کئے ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ یَعلَمُونَ مَا تَفعَلُونَ جو تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں اور انسان جب میدان قیامت میں اپنی بلٹی دیکھے گا تو پہچان کر کہے گا کہ واقعی یہ میرے سامان کی بلٹی ہے کہیں خلط ملط نہیں ہوئی۔

درس نمبر۱۷
28-2-1965

شانِ ربوبیت ۶

(تربیت آخرت ۲)

رب العلمین اللہ تمام عالم کی پرورش اور تربیت کرنے والا ہے دنیا و آخرت و قبر تمام میں آج یہ بیان کرنا ہے کہ آخرت کیلئے اللہ نے کیا نظام تربیت فرمایا ہے دنیا ایک ایسی منڈی ہے جس میں ہر قسم کی چیزیں پڑی ہیں نیک بھی اور بد بھی۔ کچھ عقیدے ایسے ہیں جو جہنم اور کچھ عقیدے ایسے ہیں جو جنت تک رسائی کرتے ہیں۔ تو دنیا کی منڈی میں نیکی و بدی ملی جلی پڑی ہے۔ آدمی کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ بازار آخرت کیلئے کیا خرید کر لے جائیں تاجر کیلئے یہ ضروری ہے کہ عمدہ چیز کی پہچان کر سکے۔ تو اللہ نے عمر کے عظیم سرمایہ کو صرف کرنے کیلئے یہ انتظام کیا کہ اپنے پیغمبرؑ بھیجے جو یہ بتلانے آئے کہ دنیا ایک پڑاؤ ہے اس سے گذر کر آگے ٹھکانے پر جا پہنچنا ہے اس ٹھکانے کیلئے اعمال صالحہ اور صحیح عقیدہ کی ضرورت ہے۔ تمام پیغمبروں کی عمر انکی تبلیغ میں گذر گئی اور یہ بھی بتلاتے رہے کہ اعمال حقہ اور صحیح عقیدے کیا ہیں تاکہ

انسان نفع مند اشیاء کی بجائے ضرر مند اشیا میں زندگی نہ گذار دے۔ تو ایک تو حضرات انبیا کا سلسلہ رکھا دوم ان کے مقابلہ کیلئے آدمی کھڑے کر دئے مگر یہ حضرات انبیا کرام اپنے فرائض پوری کوشش سے انجام دیتے رہے کسی قسم کی کوتاہی و سستی نہ برتی یہ نہ کیا کہ چلو بنگلے میں بیٹھ جائیں جتنی رکاوٹیں پیش آئیں اتنا چستی سے کام کیا۔ یہ نہیں کیا کہ بنگلے بیٹھ گئے کہ کچھ فیس دو تو آخرت کیلئے نفع مند چیز بتلائیں ورنہ نہیں جس طرح ڈاکٹر صاحبان کرتے ہیں آپ ڈاکٹر یا وکیل کو رقم دیتے ہیں تو دنیاوی مقدمہ کیلئے؟ اور بڑا مقدمہ تو قیامت کا دن ہوگا دیکھو دنیا کے فائدے کو زوال ہے اور اس پر ہم مال و جان قربان کر دیتے ہیں اور آخرت کا فائدہ جو دنیا کے فائدہ سے لاکھوں اربوں گنا زیادہ ہے اسکی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ اور دنیا کے مقدمہ میں تم جو رقم لگاتے ہو تم کو مقدمہ جیتنے کا یقین بھی نہیں ہوتا۔ مگر آخرت میں مال وجان اگر صرف کرو تو اس کا مقدمہ جیتنا یقینی اور لازوال ہے پرانے زمانے کے بادشاہ بھی بزرگان دین کی صحبت اختیار کرتے تھے تاکہ دین و ایمان تازہ ہو جائے ہارون الرشید نے حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کو بڑی مشکل سے ملاقات پر آمادہ کیا تو جب حضرت گئے تو سلام کیا فرمایا کہ سلام ہو تجھ پر اے مسکین بادشاہ حیران ہوا کہ کشمیر سے مراکش تک میرا راج ہے کیا میں مسکین ہوں۔ فرمایا کہ سن لو تمہارا راج ساری دنیا پر ہے یا کسی حصہ پر کہا کہ حصہ پر فرمایا کہ پوری دنیا

آسمان زمین ستارے وغیرہ کو رب العزۃ نے .قل متاع الدنیا قلیل
فرمایا ہے تیری باشادہی تو ایک حصہ پر ہے پھر فرمایا کہ جب آخرت مین دیکھو گے تو وہ راج تم کو بڑا معلوم ہوگا۔ عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پوری دنیا کو ایک مٹی کا ڈھیلہ تصور کرو اسکی گرد اور دھول بڑے بادشاہ کو ملتی ہے تذکرۃ الاولیا میں حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخرت سونے کی مثل ہے اور دنیا مٹی کے مثل ہے جو مٹنے والی ہے۔ اور اگر آخرت مٹی کی ہوتی اور ہمیشہ کیلئے ہوتی تو عقلمند آدمی آخرت قبول کرتا کیونکہ اس کو بقاء ہے۔ ایسا سونا کیا کرینگے جو مٹنے والا ہو۔ مثلاً آپکو کسی کام کی ضرورت ہے ایک شخص کہتا ہے کہ سائیکل دیتا ہوں جو ہمیشہ کیلیے آپکی ہے اور ایک آدمی کہے کہ موٹر دیتا ہوں مگر ایک دن کیلئے۔ تو عقلمند سائیکل کی صورت اختیار کریگا مگر یہاں تو دنیا کے سازو سامان کا ایک دن کا بھی وعدہ نہیں۔ لہٰذا دنیا کی جتنی نعمتیں ہمارے پاس ہیں جب تک ہم زندہ ہوں مردہ سامان کو کیا کریگا۔ اور زندگی کا تو پانچ منٹ کا بھی وعدہ نہیں ہے تاکہ ہر وقت ڈر لگا رہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زندگی کی باگ ڈور تو اللہ کے ہاتھ میں ہے ، واعمل لذمرنك گویا کہ تو نے کل مرنا ہے اس لئے اس نماز کو آخری نماز سمجھ اور خشوع خضوع سے ادا کر نہ جانے پھر موقع ملے یا نہ ملے۔ مطلب یہ کہ دنیا کا فائدہ فانی ہے اور آخرت کے فائدہ کو بقا ہے۔ اگر آخرت ادنی چیز ہوتی اور دائمی ہوتی تو عقلمند

اسکی خواہش کرتے مگر یہاں تو معاملہ برعکس ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کی ایک لکڑی یعنی کہ چابک پوری دنیا سے قیمتی ہے۔ اللہ نے پیغمبرؑ بھیجے مگر فیس نہیں دین کی مفت خدمت کرتے رہے۔ پیغمبرؑ یہ اعلان کرتا رہا کہ دین سکھانے پر ایک کوڑی نہیں لونگا۔ لیکن بدبخت انسان ان کے مقابلے میں آگیا مگر تکلیف کے باوجو اللہ کے پیغمبرؑ تبلیغ کرتے رہے کیا کوئی ڈاکٹر ایسا کریگا کہ فیس بھی نہ لے اور تکلیف بھی اٹھائے؟ محمد بن اسحاق نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک میں لکھا ہے کہ جب آپ نے طائف والوں کیلئے تبلیغ شروع کی آپؐ طائف تشریف لے گئے ہمراہ ہی حضرت بلال تھے انسان نے ہمیشہ ہمدرد کو حقیر اور دشمن کو عمدہ نظر سے دیکھا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تشریف لے گئے ان بدبختوں نے دعوت اسلام نہ مانی بلکہ بچوں کو سکھا کر پتھر وغیرہ مروائے جن سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے کافی خون مبارک نکلا آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشان ہوکر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ میں کمزور ہوں مجھے ایسے امتحان میں نہ ڈالئے جس کو میں ادا نہ کرسکوں تو تھک کر ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ تو کسی سردار کا غلام وہاں سے گذرا اس نے کچھ انگور دھوکر ایک تھال میں پیش کئے تو حضرت نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو عرض کی کہ میں ایلے کا رہنے والا ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ تو

میرے بھائی یونسؑ بن متی کے علاقے کے رہنے والا ہے تو اس غلام نے کہا کہ مجھے بھی مسلمان کردو کیونکہ یہ بات بھی صرف نبیؑ بتلا سکتا ہے۔ یہ واقعہ اس غلام کا مالک دیکھ رہا تھا اس نے کہا یہ کیا کر رہا تھا عرض کی کہ میاں یہ تو نبیؑ ہے میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اتنے میں جبرائیل تشریف لائے عرض کی یارسول اللہ جو فرشتہ پہاڑوں پر مقرر ہے وہ میرے ہمراہ ہے اگر فرمادیں تو ان پہاڑوں کو جو طائف کے اردا گرد ہیں انکو آپس میں ملادیں تاکہ یہ آپس میں پس جائیں فرمایا نہیں میں تو رحمت للعلمین بنا کر بھیجا گیا ہوں شاید انکی نسل سے کوئی مسلمان ہو پڑے۔

قرآن کہتا ہے۔ کہ بت کو گالی دینا جائز نہیں

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ ۔ آج تو علماء کو گالیاں دی جارہی ہیں۔ تو تربیت آخرت کیلئے ایسے پیغمبرؑ بھیجے پھر ان میں محبت ایسی ڈالی کہ تکلیف کے باوجود بھی دعا دیتے تھے یحیٰی وزکریا کو قتل کیا گیا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں دیکر مکہ سے نکالا گیا مگر ان حضراتؑ کے قلب میں محبت ویسی کی ویسی رہی اب بھی ان نبیوںؑ کی شفقت و محبت کا اثر ہے کہ علماء سے مسئلہ پوچھو تو بلا قیمت بتلادینگے۔ اللہ نے یہ اس لئے نظام فرمایا کہ غریب وامیر دونوں دین کی بات معلوم کرسکیں اور دین کی بات کسی سے بھی پوچھو کوئی اجرت نہیں ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر ہے جو کسی نہ کسی درجہ تک قائم ہے۔ یہ اللہ

تعالیٰ نے تربیت آخرت کا نظام فرمایا جس طرح دنیا کی تربیت کیلئے نظام محفوظ رکھا اسی طرح دین کا نظام بھی محفوظ رکھا مثلاً قرآن وحدیث کو قیامت تک محفوظ رکھا کیونکہ یہ تربیت آخرت کے اسباب ہیں چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ یہ اِنَّ هٰذَا الدِّیْنَ لَایَنْتَزِعُ اللّٰهُ اِنْتِزَاعاً الخ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ عالم کے دل سے دین اٹھالے مگر عالم مرجائے تو علم چلا جائے گا علماء قیامت تک رہیں گے۔ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ چاہے گا کہ اب دنیا کے دفتر کو لپیٹنا ہے۔ اور آخرت کی تجویز شروع ہو تو صبح اٹھتے ہی لوگ دیکھیں گے کہ قرآن وحدیث پر کاغذ سفید ہوگا کوئی لفظ باقی نہ ہوگا پھر نفخ اسرافیلؑ ہوگا اس کے بعد قیامت قائم ہوجائے گی انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون انگریز جب ہند میں آئے تو دس روپے والا قرآن پاک سو سو روپے مین خریدا تا کہ انکو جمع کر کے جلا دیں نہ کتاب ہوگی نہ عالم بنیں گے۔ ایک مولوی صاحب گذرا کہا کہ کیا کر رہے ہیں اتنے میں ایک بچہ گذرا اس سے مولوی صاحب نے پوچھا کہ بیٹے قرآن یاد ہے کہا ہاں فرمایا فلاں سورۃ پڑھو اس نے سنا دی۔ تو مولوی نے کہا کہ کاغذ تو جلا دو گے مگر سینوں سے کیسے اتارو گے اب یہودیوں نے اسرائیل کے نام پر حکومت بنائی ہے انہوں نے اپنی کتب سماوی میں آیات کا بہت ردو بدل کیا ہے مگر قرآن کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے اسکو کون مٹا سکتا ہے۔ آج دیکھو اسلامی مملکت میں کہیں عربی و دینی مدارس کیلئے کوئی بجٹ یا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعاً یَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ

امداد منظور ہے؟ بالکل نہیں۔ مگر دیکھو تو صحیح کہ دینی مدرسے جو اپنے خرچ کے خود کفیل ہوتے ہیں اور سالانہ لاکھوں روپیہ بجٹ بنتا ہے وہ جال کی طرح بچھے ہوئے ہیں۔ انگریز نے مسلمان کی توجہ دنیا کیطرف مبذول کروائی تاکہ اسلام ختم ہوجائے مگر دیکھو کیا ان دینی مدارس میں طلباء تعلیم حاصل نہیں کر رہے یہ ہے اللہ تعالی کی حفاظت۔ حضرت عثمان غنیؓ تیسرے خلیفۃ الرسولؐ اور عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ آپ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو آنسو مبارک سے داڑھی تر ہوجاتی کسی نے کہا کہ جنت و جہنم کے تذکرہ کرتے وقت تو آپؓ نہیں روتے مگر قبر پر روتے ہیں فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آخرت کی پہلی منزل قبر ہے اگر یہاں نجات ہوگئی تو آگے بھی ہوگئی اگر یہاں پر پھسلا تو آگے بھی عذاب ہوگا۔ طبرانی کی حدیث امام منذری نے نقل کی ہے کہ چونکہ قبر میں نیا جہان ہوگا اس لئے گھبراہٹ ہوگی تو جب عذاب آئے گا تو سر کی طرف سے اسی سمت سے یہی قرآن محبوب شکل بن کر اس کو دھکیل دیگا۔ اور جب آدمی کو معلوم ہوگا کہ اب ہاتھ کی طرف خطرہ آرہا ہے تو یہ مال جو اللہ کی راہ میں دیا جاتا ہے یہ محبوب شکل بن کر آجائے گا اور اس عذاب کو دھکیل دیگا۔ پھر جب پاؤں کی طرف سے خطرہ محسوس ہوگا تو ایک خوبصورت چیز آکر اس خطرہ کو دھکیل دیگی۔ تو یہ شخص اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے وہ کہے گی کہ میں وہی ہوں جو تو مسجد کی طرف چل کر آیا تھا۔ یہ حالتیں نزع

کے وقت سے شروع ہوجاتی ہیں۔ ایک شاگرد نے نزع کے وقت اپنے استاد سے پوچھا کہ کیا گذر رہی ہے فرمایا کہ اب بات کا وقت نہیں ہے دعا کا وقت ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ جس نے اللہ کو مانا اور موت تک ڈٹا رہا تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جان نکلنے کے وقت جہان تبدیل ہوگا تو کچھ گھبراہٹ ہوگی مگر میں ایک خوبصورت شکل میں فرشتے بھیجونگا وہ کہیں گے کہ بس آگے کوئی مصیبت نہیں تم خوشخبری سن لو کہ خدا نے جس جنت کا وعدہ قرآن مجید میں دیا تھا وہ چند منٹ بعد ملنے والی ہے ہم تمہارے دوست ہیں دنیا میں بھی ہم تمہارے ساتھ تھے۔ اللہ نے عجیب انتظام فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تو الگ نظام فرمایا۔ دنیا میں تو الگ نظام فرمایا۔ قبر میں تو الگ نظام فرمایا۔ آخرت میں تو الگ نظام فرمایا۔ یاد رکھو کہ رب العلمین اللہ کی صفت ہے اللہ جہانوں کا پالنے والا ہے تو اگر ہم کسی کو پالیں تو ہم بھی اللہ کی اس صفت میں شامل ہوجائیں گے اور اس کا بڑا درجہ ہوگا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے آخرت کی بادشاہی کیلئے دنیا کی بادشاہی ترک کر دی ایک دن ایک شخص پریشان حالت میں ملا کہا کیا بات ہے عرض کی کہ آج روزی کیلئے مزدوری نہیں ملی تو بادشاہ نے کہا کہ میں پوری زندگی کی نیکی تم کو بخشتا ہوں تو اسکے بدلے میں حلال روزی کی پریشانی مجھے دیدو وہ حیران ہوگیا کہ یہ کیا ہے کہا کہ اولاد کیلئے حلال رزق کمانا یہ اللہ کی ربوبیت کی صفت میں شریک ہے میں اگر

عبادت دوں تو یہ بندہ کی چیز ہے اور تیرے پاس تو اللہ کی صفت ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث مبارک ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میرے گھر میں ایک عورت آئی سوال کیا فلم تجد عندی غیر تمرۃ واحدۃ میں نے کہا کہ میرے پاس صرف ایک کھجور کا دانہ ہے یہ پیغمبرؐ کی محبوبہ بیوی ہے اور امت کی ماں ہے تو ایک دانہ خرما ہے اور کوئی چیز نہیں کھانے کو۔ مگر خوشی ہے پریشانی نہیں اب تو بٹوہ بھرا ہے تو بھی پریشانی ہے تو حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ دانہ اس کو دیدیا اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں جو کمسن تھیں اس عورت نے اس کے دو حصے کئے ایک حصہ ایک کو اور دوسرا دوسری کو دیدیا۔ اور خود نہ کھایا اس کے بعد حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے یہ واقعہ سنایا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنی لڑکیوں کی پرورش کریگا تو یہ لڑکیاں دوزخ کی آگ سے نجات بنیں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ربوبیت بہت اعلیٰ چیز ہے۔

درس نمبر۱۸
5-3-1965

شانِ ربوبیت

(رزق میں مساوات کیوں نہیں)

رب العٰلمین = اس سے پہلے درس میں اللہ جل جلالہ کی ربوبیت کی چار قسمیں بیان کی تھیں (1) ربوبیت رحمی (2) ربوبیت دنیوی (3) ربوبیت برزخی (4) ربوبیت اخروی، رب العٰلمین کہ وہ سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ربوبیت دنیا کی کچھ وضاحت باقی ہے جو دور حاضر میں ضرورت رکھتی ہے۔ اللہ ماں کے پیٹ دنیا آخرت و قبر میں سب میں پالنے والا ہے۔ دنیوی ربوبیت میں بعضوں کو غنی اور بعضوں کو غریب رکھا غریبوں اور امیروں کا وجود دونوں اللہ کی رب العٰلمینی کے تحت پرورش پا رہے ہیں ان میں مساوات کیوں نہیں رکھی یہ اشکال پیدا ہو گیا۔ یعنی رزق اور مال کے معاملات میں مساوات کیوں نہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق اقوام عالم کی دو رائے ہیں اور تیسری رائے اسلام کی ہے دنیا جب دین سے الگ ہو جاتی ہے تو پاگل بن جاتی ہے۔ دنیا نے دین کو ترک کیا اور تو کیا صرف روٹی کا مسئلہ بھی حل نہ کر سکے۔ اقوام عالم سے مراد (1) مغربی بلاک کی رائے ہے وہ سرمایہ دارانہ نظام ہے

دوسری رائے (2) مشرقی بلاک روس چین وغیرہ سرمایہ دارانہ نظام کی ضد اور کمیونزم اور تیسری رائے اسلام کی اعتدال پر ہے کہ دونوں غلط ہیں۔ اب اموال اور دولت کی تقسیم کے سلسلہ میں آسمان کے نیچے اولاد آدمؑ میں اس دور میں کل تین رائے ہیں یورپ امریکہ جو سرمایہ دارانہ نظام ہے یعنی بینکوں میں رقم کثیر جمع کرنا اس کا توڑ اللہ نے پیدا کیا اشتراکیت یہ روسی و چینی بلاک کہ تمام اولاد آدمؑ اموال دولت میں شریک ہوں فرق نہ ہو۔ اور اسلامی شرط کا نام میانہ روی درمیانی رائے۔ معاشیات کے سلسلہ میں تین رائے ہوئیں۔ (1) اکتناز تقریباً 17 صدی عیسوی کے آخر میں یورپ کی نئی نئی تہذیب کا آغاز ہوا اور آج تک جاری ہے یورپ و امریکہ نے جو زندگی کا حاصل مقصد بنایا ہے وہ یہ کہ دولت کا اکثر حصہ چند خاندانوں کے ہاتھ آجائے۔ اور آگیا اس کی وجہ (1) کہ یورپ و امریکہ کا موجودہ نظام صنعتی اور مشینی نظام ہے۔ اور روزی کمانے کا سب سے بڑا ذریعہ ایک ہے صنعت۔ اور دوسری چیز تجارت ہے جدید نظام میں ان دونوں پر چند افراد کا قبضہ ہوا اور انہوں نے ایسے اصول بنائے کہ صرف دولتمند ہی ان سے نفع اٹھا سکتا ہے۔ جس طرح ہم انکے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ غیر ملکی تجارت و صنعت اس پر چند افراد کا قبضہ ہے نتیجہ یہ کہ پورے ملک کی دولت سمٹ سٹا کر چند افراد پر آگئی اور دولت کا معاملہ یہ کہ اگر ایک طرف سے زیادہ ہوگئی تو دوسری طرف سے محروم ہوگئی۔ مثلاً

ایک گھر میں دس افراد ہیں اور بیس روٹیاں روزانہ پکتی ہیں اب اگر ایک زبردستی اور چالاکی کے ساتھ بیس روٹی پر قبضہ کر لے تو اس کا معنی یہ کہ باقی 9 لوگ محروم۔ پوری دنیا ایک گھر ہے زمین جو کچھ پیدا کرتی ہے اگر عادلانہ طور پر اس کی تقسیم نہ ہو اور چند افراد یا خاص طبقہ میں تقسیم ہو جائے تو توازن ختم ہو جائے گا۔ تو اکتساب رزق کا مسئلہ ہوا جو مغربی نظام نے چند افراد پر منحصر رکھا اور غرباء کی حاجت روائی کیلئے کوئی ذریعہ نہ رکھا۔ خود ہمارے ہندوستان اور پاکستان پر ایک تجارتی کمپنی 1857ء تک پوری حکومت کرتی رہی اور اکثر لڑائیوں کی تہہ میں تجارت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یعنی یورپ جو مال بھی تیار کرتا ہے تو اسکے فروخت کیلئے ایک منڈی تلاش کرتا ہے اور پھر اس پر ایسا قبضہ کرتا ہے کہ صرف ہمارا سامان ہی فروخت ہو۔ تو ایک اسباب دولت اور دوسرا ذرائع اکتساب رزق پر مخصوص طبقہ کا قبضہ ہے۔ دوم غرباء کیلئے سودی نظام رکھا جس طرح ہم بھی کر رہے ہیں۔ جسکا معنی یہ کہ محتاج محتاج تر اور امیر امیر تر ہوتا چلا جائے۔ اس نظام نے ایسی مشکلات پیدا کر دی ہیں کہ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق دنیا کا نصف حصہ بھوکا ہے یعنی ضروریات دنیا نہیں۔ تو اس کا لازمی یہی نتیجہ ہونا تھا۔ اس کے مقابلہ میں اشتراکیت کا بچہ پیدا ہوا۔ یعنی کمیونزم جس کا معنی یہ کہ تمام دولتمندوں کو دولت زمین سے محروم کر کے سب میں برابر تقسیم کی جائے۔ اس میں ایک 1917ء سے یہ نظام چلا اس حساب سے کہ

یورپ میں جو روزی کا تفاوت ہے وہ ختم ہوجائے۔ تو نصف دنیا میں اشتراکیت ہے اور نصف دنیا میں سرمایہ داری ہے اب رہا نظام اسلام اس کا بیان بعد میں ہوگا۔ لیکن ہر نظام یقین سے چلنا چاہیئے آج ہم سے کہا جاتا ہے کہ لوگوں کی حالت خراب ہے اسلامی نظام نہیں چل سکتا۔ قرآن کہتا ہے کہ لوگ اگر مریض ہیں تو اسلامی نظام علاج ہے۔ اگر لوگ بگڑے ہیں تو نسخہ شفاء اسلامی قانون قرآن و سنت ہے۔ تو اسلامی نظام کو ٹالنے کیلئے یہ بات ایسی ہوگئی کہ میرے گھر میں مریض ہے اسکے لئے ابھی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ یہ کون عقلمند کہتا ہے۔ تو یہ بات غلط ہے کہ لوگ بگڑ گئے ہیں اسلامی نظام نہیں چل سکتا۔ پھر یہ کہنا کہ چل ہی نہیں سکتا تو یہ اور ہی بیوقوفی ہے۔ لینن ایک ہی شخص تھا نظام غلط یا صحیح اور بات ہے مگر اس کو کمیونزم پر یقین تھا اشتراکیت یہ کہ پوری دولت و زمین وغیرہ کو حکومت خود برابر تقسیم کریگی تو لینن نے ایسی بات پر یقین کیا جو پورے ماحول کے خلاف تھی یہ نظام پوری دنیا کے خلاف ہے لیکن اس کو رائج کرنے والے کو یقین تھا اور ایسا تھا جیسا صحابہ کرامؓ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔ تو چونکہ یقین کامل تھا اس لئے تھوڑے ہی عرصہ میں نصف دنیا نے اس نظام کو قبول کیا اور باقی دنیا خوف زدہ ہے کہ عنقریب یہ ہم پر چھا جائیں گے۔ یہ کیوں مقبول ہوا؟ کیونکہ چلانے والوں کا یقین کامل تھا۔ اور یہاں تو خود مسلمان کہتے ہیں کہ اسلام نہیں چل سکتا۔ دیکھو لینن نے باطل پر

یقین کیا تو کامیاب ہوا اور ہم نے حق پر شک کیا تو شکست کھائی تو اکتنازیت کے مقابلہ میں اشتراکیت آگئی۔ دونوں نظام غلط اور فطرت کے خلاف ہیں اس لئے دونوں میں چین نہیں ہوا۔ سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعہ یورپ بے چین ہے کیونکہ روزانہ حقوق کیلئے ہڑتالیں وغیرہ ہیں۔ اشتراکی نظام میں لنین کے بعد سٹالن نے کچھ ترمیم کرڈالی تو روس اور چین آپس میں دشمن بن گئے۔ تو دونوں نظام انسانی فطرت کے خلاف ہیں۔

سٹالن نے ترمیم اس بات پر کی کہ خود سٹالن کی تنخواہ 9 لاکھ روبل تھی اکتنازیت یعنی سرمایہ داری نظام میں کئی قسم کے نقصانات ہیں ایک اخلاقی نقصان وہ یہ کہ انسانی معاشرہ یا زندگی قربانی و ایثار کی خواہاں ہے اور اخلاق کو بگاڑنے والی چیز خود غرضی ہے۔ کہ جب ایک آدمی کروڑپتی ہے او دوسرا غریب آدمی غلہ خریدنا چاہتا ہے اور نظام ایسا ہے کہ رقم سود کے بغیر نہیں مل سکتی حالانکہ اگر آپکی دی ہوئی رقم واپس مل جائے تو آپکی چیز محفوظ رہ گئی اور درمیان میں ایک غریب کا کام ہوگیا یہ بھی قربانی ہوگئی۔ تو سرمایہ دارانہ نظام میں کبھی کبھی چندہ بھی کرتے ہیں اسکی کوئی بات نہیں بات ہے معاشرہ کے نظام کی اس کے معنی یہ کہ سرمایہ دارانہ نظام میں روز بروز خود غرضی بڑھتی ہے جب آدمی سود میں پڑا ۔تو پھر آئندہ کوشش کریگا کہ زیادہ آمدنی ہو۔ خود غرضی کا زہر بڑھتا ہے اور خود غرضی سے اخلاق خراب ہوجاتے ہیں۔ تو دوسرا اخلاقی

نقصان ہوا اور شجاعت کا معنی یہ کہ نیک مقصد کیلئے جان قربان کردینا۔ جس طرح جہاد میں صحابہ کرامؓ جان کی بازی لگاتے تھے اب جس آدمی کی پرورش ہی ایسی ہو کہ ایک سو روپیہ بھی بلا سود نہ دے سکے تو جہاد میں سر کس طرح دیگا۔ سود بزدل کردیتا ہے جس طرح بنئے ہوتے ہیں۔ شجاعت کے بعد باہمی محبت ہے جو بنیادی چیز ہے۔ انسانی زندگی کی شیرینی اس بات میں ہے کہ مجھے آپ سے اور آپکو مجھ سے محبت ہو۔ سرمایہ دارانہ نظام میں محبت کی بجائے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ کیا سود خور سے کسی کو محبت ہوتی ہے نہ اسکو کسی سے ہوتی ہے نہ کسی کو اس سے ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے سود کو حرام کیا سود کے متعلق کراچی، پشاور سے گورنمنٹ کی طرف سے کئی تحریریں آئیں میں نے لکھا کہ اگر آپ یہ کہیں کہ کسی نہ کسی طریقہ سے سود کو حلال کردوں یہ تو ناممکنات میں سے ہے بلکہ اس یورپ کے شجرہ خبیث کو اکھیڑ دو پھر انکو اس کا متبادل نظام لکھدیا ہے مگر رائج کرنا ان کے بس میں ہے میرے بس میں نہیں۔ باہمی محبت کے بعد (4) نقصان معاشی ہے وہ یہ کہ امیر کا امیر تر ہونا اور غریب کا غریب تر ہونا یقینی بات ہے کہ جب آدمی پر بھوک غالب ہوجائے تو تنگ آمد بجنگ آمد اس لئے سرمایہ دارانہ نظام کی اسلام مخالفت کرتا ہے والذین یکنزون الذهب والفضة جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں نہیں دیتے فبشرھم بعذاب الیم انکو دردناک عذاب کا اعلان سنادو۔ قیامت کے

دن سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ سے گرم کرکے انکی پیشانیاں اور پہلو داغے جائیں گے اور پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ وہی سونا ہے جسکو تم نے سرمایہ کر رکھا تھا اب سرمایہ کا مزہ چکھ لو۔ تو بندہ جذباتی ہے کہ کبھی ایک بگاڑ کرتا ہے تو اس کے توڑ کیلئے بھی بگاڑ کرتا ہے اللہ ہر عیب اور بگاڑ سے پاک و صاف ہے اس نے جو نظام فرمایا وہ بھی نہایت ہی عمدہ ہے۔ بعض جاہل مسلمان ہیں جو کمیونزم نظام کو عمدہ تصور کرتے ہیں۔ ہم بیان کرتے ہیں کہ اشتراکیت میں کتنے نقصانات ہیں۔ دیکھو دولت پیدا کرنے والا خود انسان ہے زراعت یا تجارت وغیرہ سے دولت کماتا ہے تو حقیقت میں دولت کمانے کا سب سے بڑا سبب خود انسان ہے ایسا تو کہیں نہیں کہ فرشتہ اتر کر دولت دیجائے۔ اب اگر ایک آدمی کہے کہ ہم دولت میں برابری کرنا چاہتے ہیں تو دیکھیں کہ فطرت برابر ہے کہ نہیں اگر خالق کائنات نے فطرت میں برابری پیدا کی تو پھر تو دولت میں بھی برابری کرینگے۔ یقینی بات ہے کہ بکری اور بھینس دونوں دودھ دیتی ہیں مگر خلقت پیدائش میں فرق ہے۔ تو اگر ایک آدمی یہ کہے کہ بکری اور گائے کے دودھ کو ایک کرنا ہے تو یہ حد درجہ کی بیوقوفی ہے گدھے اور ہاتھی کی فطرت مختلف ہے تو نتیجہ فطرت پر مقصود ہے۔ جب دونوں کی فطرت میں فرق ہوا تو مساوات کا نعرہ لگانا فطرت کے خلاف جنگ ہے یہی وجہ ہے کہ روس نے اشتراکیت کو سو فیصدی رائج کیا مگر آخیر میں تنگ آکر ترمیم کرنی پڑی کہ یہ نظام

نہیں چل سکتا۔ آج یہ نعرہ گونج رہا ہے کہ مولویوں نے عورتوں کے حقوق دبا رکھے ہیں اور یورپ نے مردوزن کی مساوات کا نعرہ لگا رکھا ہے اس قدر مساوات ضروری ہے جتنی فطرت میں ہو۔ اگر ہم بعض چیزوں میں مساوات نہیں رکھتے تو خالق کائنات نے فطرت ہی الگ رکھی ہے۔ فِطرَتَ اللّٰہِ الخ جو فطرت سے بدل کریگا ختم ہوجائے گا۔ یہ سیدھا راستہ ہے لیکن یورپ اور روس کے لوگ بے عقل ہیں۔ فطرت میں تین بنیادی چیزیں ہیں۔ (1) علم و عقل (2) قوت (3) صحت۔ میں اکثریت کا نام بیان کر رہا ہوں کہ اللہ نے کسی حکمت کے تحت مرد کو علم و عقل عورت سے زیادہ دیا اور عورتوں کی اکثر تعداد علم و عقل میں کم ہے۔ تو اکثریت کی بات ہو رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون میں دو عورتوں کی گواہی بمنزلہ ایک مرد کے ہوتی ہے۔ کیا یورپ امریکہ وغیرہ مین پروفیسر مرد زیادہ ہیں یا عورتیں؟ حالانکہ مردم شماری مین عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ کیا فوج اور فوجی افسروں میں عورتیں زیادہ ہیں یا مرد۔ چلو ہمارے ملک میں تعلیم نسواں کم ہے مگر یورپ میں تو تعلیم نسواں مردوں کے برابر ہے۔ تو وہاں عورتیں عہدوں پر کم کیوں ہیں؟ کیا کوئی عورت پیغمبرؑ گذری ہے؟ پیغمبرؑ علم و عقل کی آخری سرحد ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے مرد چنے۔ تو غیر مذاہب میں بھی عورتوں کی تعداد عہدوں پر کم فائز ہے کیا یہ اس بات کی تصدیق نہیں کہ اللہ نے فطرت کے لحاظ سے تفاوت رکھا ہے۔

دوسری چیز قوت ہے مردوں میں تو گاما اور گونگا بہادر جوان سنے ہیں مگر عورتوں میں تو نہیں سنے۔ تیسری چیز صحت ہے خدا نے قرآن سے محروم کیا ہے اب دھکے کھاتے پھرو مرد اور عورت ظاہری امراض میں برابر ہیں مگر عورتوں کے کچھ مخصوص امراض ہیں مثلاً ایام (1) ماہواری حیض وغیرہ تو ان دنوں میں عورتوں کو نماز پڑھنا منع ہے اور روزہ کھولنے کی اجازت ہوتی ہے البتہ روزہ کی قضا ہوگی اور نماز کا اعادہ نہیں۔ دوسری (2) مرض استحاضہ ہے کہ حیض اپنی حد سے بڑھ جائے۔ تیسری (3) مرض حالت حمل ہے۔ (4) اور دودھ پلانے سے بھی عورت کمزور اور مریض بن جاتی ہے۔ یہ امراض عورت سے مخصوص ہیں مرد میں نہیں۔ اگر عین لڑائی کے وقت وضع حمل کی شکایت ہوجائے تو افسر عورت کیا کریگی۔

درس نمبر۱۹
7-3-1965

شانِ ربوبیت ۸

(اسلام کا عادلانہ نظام ۱)

ربّ العٰلمین = آج اصل تو اللہ کی ربّ العٰلمینی عالم برزخ میں بیان کرنا ہے مگر اس زمانہ کا ایک اہم مسئلہ ہے قبل وہ بیان کرتا ہوں، چونکہ اللہ سب جہانوں کا پالنے والا ہے روزی رساں اور روزی تقسیم کرنے کا طریقہ وہی سمجھاتا ہے۔ دنیا میں جس قوم نے دین ترک کیا تو روزی تقسیم کرنے کا طریقہ ہی سمجھ نہ آیا۔ یورپ امریکہ روس وغیرہ کتنے بڑے ممالک ہیں مگر روٹی تقسیم کرنے کا طریقہ ہی نہیں جانتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے طریقہ بتلا دیا۔ بہت سے مسلمان ان نظاموں سے متاثر ہیں اس لئے اس مسئلہ کا بیان کرنا ضروری ہے کہ اسلام کا کیا نظام ہے تو ایک نظام اشتراکیت تھا اس سے نقصان یہ کہ انسان کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے کہ سارا دن کماتا رہے بس گورنمنٹ سے کپڑا اور روٹی لیکر کھاتا رہے اس سے انسان کی حیثیت حیوانیت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تو انسان کا شرف و عظمت تو خاک میں مل گیا جس طرح حیوان ہمارے ہاتھ میں ہوتے ہیں اسی

طرح حکومت بھی ہم پر قابض ہوگی۔ اشرف المخلوقات اتنا ذلیل نہیں کہ حیوان بن جائے۔ اور اس کے ساتھ حریت ختم ہوجاتی ہے دوم شرافت کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ دوسرا نقصان یہ کہ بوڑھے اور مریض لوگ جو گورنمنٹ کو کام نہیں دے سکتے انکو یہ بدبخت گورنمنٹ قبرستان روانہ کردیتی ہے۔ چوتھا نقصان یہ کہ یہ نظام نفرت پھیلاتا ہے کہ دولتمند اور غرباء میں اگر مساوات ہو تو روزانہ کی لڑائی اور نفرت پیدا ہوجائے گی امیر کی رائے کہ مزدور ختم ہوجائے اور مزدور یہ چاہتا ہے کہ میں امیر کو لوٹ لوں۔ یورپ کی رپورٹ کے مطابق کہ انشورنس کمپنی میں ایک حصہ مزدور کا اور 99 حصہ حکومت کا یہ کتنا غلط نظام ہے ------- یورپ اور مشرق کی خامیاں بیان ہوئیں اب اسلام کا عادلانہ نظام بیان کرتا ہوں اور یہاں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق بھی ہوجاتی ہے۔ دیکھو امی تھے اللہ نے ایسا قانون دیا کہ آخرت تو چھوڑو دنیا میں بھی مفید ثابت ہوا۔ یورپ اور مشرق آخرت تو کیا دنیا کی روزی بھی تقسیم نہ کرسکے۔ مگر صرف امی نبیؐ نے آکر صحیح طریقہ سمجھایا۔ اب دیکھو کہ اسلام کیا نظام قائم کرتا ہے (1) حق معشیت یعنی کمائی کا حق (2) درجات المعیشت کہ دولت کے لحاظ سے فرق کوئی غریب کوئی امیر یہ اسلام نے پیش کیا (1) حق معیشت کہ سب انسان روزی کمانے میں برابر ہیں اسلام نے یہ مسئلہ اس طرح حل کیا قرآن ہم نے اس دنیا میں جو روزی کے اسباب پیدا کئے ہیں وہ

سب اولاد آدم کیلئے ہیں نہ کہ کسی خاص جماعت کیلئے وجعلنا لکم فیہا معایش
ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا روزی کا سامان جو زمین میں بنایا
وہ سب کیلئے بنایا یعنی ہر آدمی تجارت میں آزاد ہے کوئی آدمی کہے
کہ مجھے فلاں ملک سے یہ سامان ملا ہے یہ کسی امیر کا حق نہیں بلکہ ہر
ایک کو حق دیا جائے۔ اس لئے ملک کی داخلی و خارجی تجارت کسی
خاص طبقہ کا حق نہیں بلکہ ہر مسلمان غریب و امیر کا حق ہے
مطلب یہ کہ اللہ کی صفت رزاقیت کا ظہور ہو اور سارے لوگ اللہ کے
دستر خوان سے برابر برابر کھائیں۔ اسلامی دور میں جتنی پہلے ہی نظر
ڈالیں تو یہ نہ دیکھیں گے کہ تجارت کسی خاص طبقہ میں ہو بلکہ جو
چاہے کر سکتا تھا۔ دوسرا درجات معیشت میں تفاوت کہ اللہ تعالی
نے ایسا نظام رکھا کہ لوگ دولت کے لحاظ سے ایک نہ ہوں تو سرمایہ
داری اور حق معیشت میں جب اولاد آدمؑ برابر کا حق رکھتی ہے تو
اس سے یورپ کا قانون خارج ہو گیا۔ صدر مملکت کا بیٹا بی۔ اے
پاس ہو اور چپڑاسی کا بیٹا بی اے پاس ہو تو اسلام یہ بتاتا ہے کہ اگر
کہیں ملازمت کی جگہ نکلے تو فرق نہ ہو بلکہ برابر سے تقسیم کی جائے۔
تو حق معیشت کی مساوات میں سرمایہ داری کو خارج کیا۔ جو آدمی یہ
کہے کہ سارے انسان ایک برابر ہوں یہ بالکل غلط ہے۔ دیکھو اگر یہ
طریقہ اختیار کیا جائے تو اڑھائی ارب دنیا کی آبادی سب غریب
ہو جائے اللہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کفار عرب کی خواہش
تھی کہ اللہ اگر نبی بھیجتا تو طائف یا مکہ کے سرداروں سے بھیجتا

کیونکہ امیر تھے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ الخ یہ کہ مکہ کے سردار اللہ کی نعمت ورحمت نبوی کو اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کرنا چاہتے تھے مگر اللہ نے فرمایا یہ تو بہت عظیم نعمت ہے ہم نے تو تمہاری روزی بھی تقسیم کردی ہے نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض لیتخذ بعضھم بعضا سخریا۔ ہم نے تمہاری روزی کو تقسیم کردیا ہے اور بعضوں کو بعض پر فوقیت بخشی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ سب کو امیر بنانا اللہ کے لیے آسان تھا لیکن ہمارے لئے نقصان تھا۔ وہ نقصان یہ کہ انسان کی اجتماعی زندگی کا دارومدار تعاون پر ہے مثلاً ایک انسان یہ غور کرے کہ انسان کی زندگی امداد باہمی کی محتاج ہے مثلاً میں اپنی حجامت خود نہیں کرسکتا تو حجامت کیلئے حجام کی ضرورت۔ اور کپڑے کیلئے کپاس کی ضرورت ہے تو میاں پڑھنا لکھنا چھوڑ دو میں نے کپڑوں کے لیے کپاس کاشت کرنی ہے اور اس کے بعد بہت کام کرنے کے بعد کپڑا تیار ہوجاتا ہے۔ اسی طرح تمام سامان ضروریات زندگی ہیں۔ تو اگر ضرورت کا ہر کام انسان خود کرے تو یہ وبال جان بن جائے گی۔ تو ضرورت ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کام آئے۔ مجھے حجامت کی ضرورت ہے اور حجام کو آٹے کیلئے پیسہ کی ضرورت ہے ایک ضرورت اس نے پوری کی اور دوسری ضرورت میں نے پوری کردی۔ اگر سب کے سب امیر ہوتے تو حجام کہتا کہ تو پہلے میری حجامت بنا بعد میں میں تیری بناؤں گا۔ اور مزدور کو اگر دیوار بنانے کیلئے کہا جائے تو

کہے گا تو کس باپ کا بیٹا ہے اگر میری دیوار بنادیگا تو میں بناؤنگا ورنہ نہیں۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے تفاوت معیشت رکھا کہ انسان ایک دوسرے کا محتاج ہو تاکہ تعاون رہے تو تمدن اور اجتماعیت جڑجانے کا نام ہے، بعضھم بعضاً سے تم کو غرور نہ ہوجائے تمہاری کھوپڑی فخر نہ کر بیٹھے کہ قلی و مزدور وغیرہ غریب ہیں اور ہم امیر ہیں بلکہ یہ گندہ پن اپنی کھوپڑی سے نکال دو کیونکہ خود قرآن فرماتا ہے اللہ الغنی وانتم الفقراء کہ اللہ ہی غنی ہے باقی سب غریب و محتاج ہو۔ کمشنر کو چپڑاسی سے امیر کہاجاتا ہے۔

دیکھو چپڑاسی کو قالین و بنگلہ کی ضرورت نہیں اور کمشنر کو ہے چپڑاسی کو نوکر کی محتاجی نہیں کمشنر کو ہے تو امیر آدمی تو بہت محتاج ہوا۔ اس لئے تو اللہ نے فرمایا ورفعنا بعضھم فوق بعض تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اسلام نے درجات معیشت کا نظام بیان کرکے اشتراکی نظام کی تردید کی۔ بہرحال دولت کمانے کا ذریعہ سب سے بڑا خود انسان ہے او رمال کمانے میں تین چیزوں کا بڑا دخل ہے (1) علم (2) قوت (3) قسمت، تو سمجھ بوجھ کی بہت ضرورت ہے کیونکہ اگر سمجھ نہ ہوئی تو کچھ عرصہ بعد نقصان اٹھائے گا کیونکہ بے علم تھا، قوت پر بھی دارومدار ہے قوی آدمی جو کام کرسکتا ہے ضعیف آدمی وہ کام نہیں کرسکتا۔ لیکن اللہ نے جو تیسری چیز رکھی ہے۔ تاکہ آدمی کی کھوپڑی نہ بگڑے وہ ہے قسمت، سب سے اول چیز غلہ اور غلہ کا

دارومدار پانی پر اور پانی کو اوپر رکھا تاکہ کوئی ہاتھ نہ مارسکے اور محتاج رہیں قرآن وفی السماء رزقکم وما توعدون کہ روزی کا سامان اور آخرت کی زندگی جس کا وعدہ دیا گیا ہے وہ بھی اوپر رکھی ہیں اور یہ بھی بتلادیا کہ فلاں اعمال کرنے سے جنت اور فلاں اعمال کرنے سے جہنم ملے گی قسمت اللہ تعالی نے ایسا طریقہ رکھا ہے کہ زیدوعمر دونوں کاشت کرتے ہیں۔ ایک کے ہاں بیس من گندم اور دوسرے کے ہاں ساٹھ من گندم ہوتی ہے۔ قسمت کا معنی تقدیر خداوندی کہ سب اسباب کے باوجود اللہ کی تقدیر نے معاملہ اپنی مٹھی میں رکھا۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ قسمت کے معاملہ میں فرماتے ہیں کہ علم دین جس کو زیادہ ملتا ہے وہ مالدار نہیں ہوتا کیونکہ اللہ فرماتے ہیں کہ عالم نے سونا تو لوٹ لیا اب دوسری چیزیں دوسروں کو دنیا میں دیدوں۔ عالم نے تو آخرت حاصل کی جو ابدالاباد رہے گی اور مالداروں نے دنیالی جو چند روز کی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اذا سمعت ان مجدودا فاثمرنی کہ اے انسان جب تو یہ سنے کہ ایک خوش نصیب آدمی کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی فاثمر فی کفیہ اتفاقاً سرسبز ہوگئی اور اسکے ہاتھ میں پھل دینا شروع کردیا تو یقین کرلو کہ یہ درست ہے اور اگر کسی بد قسمت کو دیکھا کہ وہ زمین سے پانی لینا چاہتا تھا مگر پانی نیچے سرایت کر گیا تو اس کا بھی یقین کرلو۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنے اصل وطن مکہ کو تشریف لارہے ہیں آپکے ہاں دس ہزار اشرفیاں تھیں مکہ کے باہر ان کا ڈھیر لگا کر

رکھ دیا اور غریبوں کو بلا کر تقسیم کر دیں پھر اپنے کپڑے جھاڑ کر
فرمانے لگے کہ اب اللہ کے مکہ کو جانے کے قابل ہوں۔ امام شافعی
رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عقل و تدبیر سے دولت ہاتھ آتی تو
میں آسمان کے ستاروں تک پہنچ جاتا لیکن اللہ جسکو دین کی سمجھ دیتا
ہے اسکو دنیا کی دولت کم دیتا ہے یعنی کم۔ امراء کے درجہ کی
دولت نہیں ہوتی۔ مقصد یہ کہ دولت کا مسئلہ قسمت سے وابستہ
ہے۔ ایک بار کہیں دعوت میں تشریف لے گئے بال بکھرے
ہوئے تھے کپڑے میلے تھے ایک حجام کے پاس گئے حجامت بنوائی
اس نے بڑی بیغوری سے حجامت بنائی کہ یہ غریب کیا پیسے دیگا امام
صاحب کے ساتھ ایک خادم تھا آپ نے اسکو فرمایا کہ اسے 12
اشرفیاں دیدو جب دی گئیں تو حجام حیران ہو کر دیکھنے لگا تو امام
صاحب نے ایک شعر پڑھا۔ عَلَیَّ ثِیَابٌ لَوْ یُبَاعُ بِمِثْلِهَا الخ کہ میرے
جسم پر کپڑے ہیں اگر انکو بیچا جائے تو انکی قیمت سے ایک پیسہ
بھی زیادہ ہے لیکن ان کپڑوں میں ایک روح ہے اگر اس کی خرید و
فروخت ہو جائے تو پوری کائنات کے روحوں سے اسکی قیمت بڑھ
جائے۔ تذکرہ الاولیا میں ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک بزرگ مکہ میں
تشریف لے گئے حجام کسی امیر کی حجامت بنا رہا تھا اس بزرگ نے
آواز دی کہ اللہ کیلئے میری حجامت بنا دو تو حجام نے امیر کو کہا کہ اٹھ
جاؤ۔ کیونکہ اس سے بڑی ذات اللہ تعالی کا اسم مبارک آگیا تھا۔ تو
اس نے اسکی حجامت پہلے بنائی اور حجامت کے بعد ایک درھم بھی

بزرگ کو دیدیا۔ تو اس وقت بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ اگر کہیں سے مال آیا تو اس کو دونگا۔ تو اتفاق سے کہیں سے ایک تھیلا درہم کا آگیا بزرگ لیکر حجام کے پاس گیا جب اسکو دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کون ہو بزرگ نے واقعہ سنایا تو حجام نے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ اللہ کے نام پر حجامت کروا کر اب معاوضہ دے رہے ہو۔ تو بزرگ نے کہا کہ بڑے بڑے چلے کاٹے ہیں مگر الٰہیت کا سب سے بڑا سبق حجام سے سیکھا ہے تو علم۔ قوت قسمت کی ضرورت ہے۔ ترمذی بخاری و مسلم کی صحیحین حدیث ہے کہ اگر پوری کائنات کسی کو اللہ کے ارادہ کے بغیر نقصان پہچانا چاہے یا فائدہ تو پوری کائنات عاجز ہوگی۔ یعنی اللہ کے ارادہ کے بغیر کوئی کسی کو نقصان یا فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور علم، قوت، اور قسمت کسی کی برابر نہیں اور فطرت مختلف ہے اور اگر کوئی اسکو مصنوعی طریقہ پر یکساں کرنا چاہے تو یہ تو بہت ناقص چیز ثابت ہوگی۔ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ سے لیکر قیامت تک عقل شکل رنگ ہر ایک کا مختلف رکھا ہے۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع کائنات سے آخر کائنات تک جتنی پیدائش ہے ہر ایک کی آوازیں مختلف ہیں طنطاوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتداء کائنات سے انتہاء کائنات تک ہر مچھر کی شکل مختلف ہے۔ تو اب مساوات کا نعرہ لگانا کتنا برا کام ہے۔ جب فطرت میں تفاوت ہوا تو نتیجہ تو فطرت پر منحصر ہے یعنی دولت میں بھی تفاوت ہوگا اس لئے جو لوگ اللہ کی

فطرت سے غافل اور ناواقف ہیں وہ مساوات کا نعرہ لگاتے ہیں۔
کسی نے بانڈ خریدنے کے متعلق پوچھا، جواب دیا کہ بانڈ خریدنا منع
ہے جوا بازی کی صورت ہے۔

درس نمبر۲
12-3-1965

شانِ ربوبیت ۹

(اسلام کا عادلانہ نظام ۲)

اللہ جل جلالہ کی ربوبیت کے سلسلہ میں اسلام کے معتدلانہ معاشی نظام کا بیان تھا اکثر قوموں نے آخرت ترک کر دی ہے اور دنیا اختیار کر لی ہے۔ پہلے درسوںؒ میں اشتراکیت اور سرمایہ داری کا بیان تھا اب اسلام کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ قرآن پاک نے ہمیں نبی امیؐ کے ذریعہ ایک ایسا بہترین نظام دیا جسکی نظیر نہیں ملتی اور رہتی دنیا تک کافی ہے ترمیم کی ضرورت نہیں۔ حق المعیشت اور درجات معیشت کا بیان گذر چکا ہے اسلام نے نظام معیشت کیلئے چند بنیادی چیزیں بیان کی ہیں (1) تحدید فی الاکتساب کہ مال کمانے میں حد بندی (2) تحدید فی الا نفاق کہ مال خرچ کرنے میں تم آزاد نہ ہوجاؤ کیونکہ یہ تو اللہ کی دی ہوئی امانت ہے جس کا حساب ہوگا۔ (3) تحریک دولت کہ مال و دولت چکر و گردش لگائے ایک جگہ نہ پڑی رہے یہ تین بنیادی چیزیں ہیں۔ یہ ہے معاشیات اور اقتصادیات کا گُر۔ (1) تحدید فی الاکتساب کہ کمانے میں تم آزاد نہیں ہو کیونکہ تم ایک حاکم اعلیٰ کی حکومت کے نیچے ہو اور اُس نے تمہاری زندگی کا پروگرام بنا رکھا ہے چاہے

دنیاوی یا برزخی یا اخروی زندگی ہو۔ تمہیں اس پروگرام کے مطابق چلنا پڑے گا۔ اسلام نے پہلا معاشی طریقہ یہ فرمایا کہ سود سے روکا کہ سودی نظام نہ ہو قرآن کہتا ہے کہ اگر تم سود خوری سے نہ رکے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کیلئے تیار ہوجاؤ۔ سود کی ممانعت حدیث شریف میں بھی آئی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خور کیلئے بد دعا کی ہے کہ یااللہ۔ سود خور کو اپنی رحمت سے محروم رکھ۔ تو گویا کہ سود حرام کمانے کا طریقہ ہوا مگر دنیا سود خوری میں مبتلا ہے۔ دوسری چیز ہے۔ قمار بازی یعنی جواء بازی یورپ اور امریکہ میں اربوں روپے کا جواء کھیلا جاتا ہے۔ انما الخمر والمیسر اور جواء بازی یہ شیطان کی چیزیں ہیں جو تمہارا دشمن ہے۔ (3) رشوت لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الراشی والمرتشی والرائش حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت خور اور رشوت دینے والا اور دلالی کرنے والا ان تینوں پر لعنت فرمائی ہے مگر آج تو رشوت کے بغیر کام ہی نہیں چلتا ان کے علاوہ چوتھی چیز (4) غصب ہے کہ کسی غیر طریقہ سے مال نہ چھینا جائے۔ بخاری و مسلم کی حدیث کہ جس نے کسی سے غیر طریقہ پر زمین کا ٹکرا چھینا قیامت کے روز اتنے ٹکڑوں کے نیچے دبا دیا جائے گا۔ یعنی سات طبقات کی مٹی اسکی گردن پر ڈال دی جائے گی۔ (5) خیانت لا ایمان لمن لا امانۃ لہ اس کا ایمان کامل نہیں جس کی امانت

والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن

نہیں۔ امانت تو دین روح ہے۔ انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض
لا تزول قدما ابن آدم کہ آدمی میدان قیامت میں کھڑا ہوگا تو سب سے پہلے پانچ چیزوں کا سوال ہوگا۔ (1) کہ مال کس طریقہ سے کمایا۔ (2) اور کس طریقہ سے خرچ کیا۔ (3) ہم نے جو قیمتی سرمایہ زندگی دین کی تیاری کیلئے دی تھی وہ کہاں صرف کی ہے۔ (4) ہم نے تجھے تندرستی بخشی تھی وہ کہاں صرف کی گپوں میں یا اللہ اللہ میں[عشہ] اللہ تعالی کی عدالت کے قیام سے قبل یہ سوالات کئے جائیں گے مگر ہم ان چاروں نعمتوں سے غافل ہیں۔ حدیث شریف کہ جو آدمی اپنی جان کے متعلق امن میں ہو ایک دن کی خوراک بھی ہو اور تندرستی بھی ہو تو وہ یہ جانے کہ پوری دنیا سمٹ کر اسکے پاس آ گئی ہے۔ آج اتنا حرص بڑھ گیا ہے کہ قبر کے جانے تک ہی ہم تسلی نہیں پاتے یعنی قبر تک ہی کماتے رہتے ہیں۔ حدیث قدسی اگر ایک کو سونے کے دو وسیع میدان دئے جائیں تو وہ تیسرے کی خواہش کریگا پھر فرمایا کہ بنی آدمؑ کے پیٹ کو ماسوا قبر کی مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ ہمارے تائب ہونے کی دیر ہے اللہ تو ہر توبہ قبول فرمالیتے ہیں بہرحال اسلام نے ناجائز طریقے ختم کئے مثلاً بانڈ خریدنا یا بیمہ کرانا تاکہ سرمایہ داری ٹوٹ جائے اور اس نظام کی جڑ بھی پیدا نہ ہو۔ پہلے زمانہ میں تو حرام سے محفوظ رہنے کی تدابیر سوچی جاتی تھیں۔ واقعہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت صلح جو اس وقت کے قاضی تھے یعنی مجسٹریٹ مگر آجکل کی

عشہ اپنے علم پر عمل کس حد تک کیا۔

طرح نہیں بلکہ بہت متقی و پرہیز گار تھے نیک اتنے تھے کہ گھر کے
باہر ایک جھونپڑا بنایا ہؤا تھا تاکہ کسی غریب کو بات کرنے میں
رکاوٹ و مشکل پیدا نہ ہو آج تو پیشی پر پیشی دی جاتی ہے تاکہ
غریب پریشان ہوں اور رشوت کا دروازہ کھل جائے خیر تو اتنے
نیک تھے تو ایک دن حضرت امام کی خادمہ دیر سے کھانا لائی پوچھا کہ
دیر سے کیوں لائی ہو عرض کی کہ خمیر ختم ہوچکا تھا تو قاضی صلح کے
گھر سے لینے گئی تھی اسی وجہ سے دیر ہو گئی ہے۔ تو حضرت امام
صاحب نے فرمایا کہ یہ کھانا تو ناجائز ہے ہوسکتا ہے کہ اسکو کسی نے
ظاہراً تحفہ بنا کر دیا ہو اور حقیقت میں رشوت ہو کہ کبھی ان سے کوئی
کام کروائیں گے اور فرمایا اگر فقیروں کو دینا تو انکو کہہ دینا کہ اس کا
خمیر قاضی صلح کے گھر کا ہے۔ تو فقیروں نے روٹی لینی چھوڑ دی
اور جب یہ افواہ پھیل گئی کہ فلاں کوچہ میں قاضی کے خمیر والی روٹی
ملتی ہے تو فقیروں نے اس کوچہ میں آنا ترک کر دیا آخر خادمہ نے
تنگ آ کر ان کو دریا دجلہ میں پھینک دیا۔ جب حضرت امام صاحب
کو پتہ چلا تو آپنے فرمایا کہ بدبخت تو نے یہ کیا کیا آج سے میرے
لئے دجلہ کی مچھلی بھی حرام کر دی۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ حرام حلال
کی کس قدر تمیز ہوتی تھی۔ جب معاشرہ درست ہو تو سب کچھ
درست ہوتا ہے (1) تحدید فی الاکتساب (2) تحدید فی الانفاق خرچ
کرنے میں دو صورتیں ہیں اسلام کا حکم یہ ہے کہ ناجائز طریقہ پر مال
خرچ نہ کرو۔ دیکھو آج کل ہم یورپ کی تقلید میں کتنی رقم جوا

بازی اور شراب خوری میں خرچ کر رہے ہیں جب ناجائز طریقوں پر خرچ ہوگا تو جائز طریقوں کیلئے تو کچھ نہ بچے گا۔ قرآن نے شدید حکم دیا ہے وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا تم حرام جگہ مال خرچ نہ کرو کیونکہ تبذیر ہے ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین کہ فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اللہ تعالی کا سخت ناشکر گذار ہے اگر بیجا مال خرچ کیا تو یقینی بات ہے کہ ایک دن آدمی تنگدست ہوجائے گا۔ اور حرام مال میں ہاتھ ڈالنے لگے گا۔

حدیث شریف کہ تنگدستی اتنی بری چیز ہے کہ قریب ہے کہ آدمی کافر ہو جائے۔ مطلب یہ کہ تنگدستی ہزاروں نقصانات کی جڑ ہے اور یہ تنگدستی ناجائز تصرفات سے پیدا ہوتی ہے۔ تبذیر فضول خرچی اور حرام جگہ پر خرچ کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اور دوسری چیز کفاف ہے کہ نہ تنگدستی کرو نہ فضول خرچی کرو بلکہ میانہ روی اختیار کرو ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط تم اپنے دونوں ہاتھ گردن پر نہ باندھو کہ ضرورت اور غیر ضرورت کی جگہ پر ہاتھ بند ہوں پہلی صورت میں خرچ چھوڑ دوگے تو بخیل ہو گے اور دوسری صورت میں ہاتھ کھلا رکھا تو تنگدست ہو جاؤ گے۔ اب اگر فضول خرچی کرو گے تو نیک کاموں کیلئے چندہ کس طرح دو گے۔ متحدہ ہندوستان کے وقت شملہ جانا ہوا تو ایک سیٹھ نے دعوت دی جس میں میں اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور لاہور کے پریزیڈنٹ مرحوم شہاب الدین رَحِمَہُ اللہ شریک تھے دعوت کھائی تو انتظام کو

دیکھ کر حیران ہو گئے۔ کہ ایک کمرہ میں صرف خشک میوہ ہے اور
دوسرے کمرہ میں صرف فروٹ غرضیکہ ہر چیز کا علیحدہ کمرہ۔ میں
نے کہا کہ سیٹھ جی آمدنی کتنی ہے کہا کہ سالانہ چھ لاکھ اتنے میں
سیٹھ کہتا ہے کہ حضرت جی دعا کرو کہ قرضہ اتر جائے میں نے کہا کہ
یہی چیز قرآن نے بیان کی ہے کہ ہاتھ تنگ نہ کرو کہ بخیل بن جاؤ
اور اتنا خرچ نہ کرو کہ تنگدست بن جاؤ یقینی بات ہے۔ کہ کپڑا ستر
ڈھانکنے کیلئے اور سردی گرمی کیلئے اور یہ ضرورت دو روپیہ گز والے
سے بھی پوری ہو سکتی ہے ضروری ہے کہ کئی کئی سو روپیہ کا قیمتی
سوٹ بناؤ پھر سوٹ کی دھلائی مہنگی اور پھر سوٹ والا کرسی کے بغیر
بیٹھ نہیں سکتا یہ تو عذاب الٰہی ہے۔ قشیریہ رسالہ میں ایک واقعہ
درج ہے کہ کسی نے بزرگ سے پوچھا کہ آزادی کسے کہتے ہیں فرمایا کہ
مخلوق سے آزادی ہو خالق سے نہ ہو۔ دیکھو اگر بوٹ پہنو یا اتارو تو
کتنی تکلیف ہوتی ہے مگر جوتا پہننے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔
یورپ نے مسلمان کو اتنا عادی بنا دیا ہے کہ اپنے غریب مسلمان
بھائی کیلئے کچھ نہیں بچا سکتا۔ یہی تمام پیغمبروں کا تمدن رہا ہے
ایک دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانا لایا گیا
سالن کی بجائے خرماء کے چند دانہ تھے کسی نے پوچھا کہ حضرت
سالن فرمایا کہ خرما کے دانہ ہیں سالن کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سفید اور صاف ہوتے تھے
مگر قیمتی نہیں ہوتے تھے الطہور نصف الایمان کہ پاکی صفائی نصف

ایمان ہے۔ یورپ کی تہذیب نے ساٹھ فیصد عیاشی میں خرچ کر ڈالا قیامت کے دن اس کا حساب ہوگا۔ ایک صاحب نے کہا کہ آج تو مولوی آزاد نہیں ہونے دیتا میں نے کہا کہ سب سے اول ہمارا پاؤں آزاد ہے کہ جو چاہیں پہن لیتے ہیں اور آپ بوٹ کے بغیر زندگی بسر نہیں کرسکتے ہمارا سر آزاد ہے کہ جو کچھ آجائے پگڑی ہو یا ٹوپی پہن لیتے ہیں اور آپ کے لئے ہیٹ ضروری ہے ہمارا لیٹرین ہی آزاد ہے جہاں چاہا اور جیسا ہوا فارغ ہو لیتے ہیں۔ ہماری گردن آزاد ہے مگر آپ نے حضرت عیسیٰؑ پر الزام لگا کر پٹی باندھ رکھی ہے قرآن کہتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ کہ نہ صلیب چڑھائے گئے ہیں اور نہ قتل کئے گئے ہیں ان کے بعد جس نے پٹی باندھی اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ نعوذ باللہ یا اللہ آپ جھوٹ بولتے ہیں عیسیٰؑ تو صلیب چڑھائے گئے ہیں تو ٹائی عیسائیوں کے مذہب میں داخل ہے اگر مسلمانوں نے نہ باندھی تو کیا گردن ٹوٹ جائے گی۔ اور کچھ نہیں دینی غیرت کا خاتمہ ہوچکا ہے انگریز خبیث چلا گیا مگر اس خبیث کی دم پکڑ رکھی ہے۔ ــــــــــ حدیث کہ جس کو جو پسند ہو قیامت میں اسکے ساتھ ہوگا۔ کفاف، تحدید، تحریک، تحریک کا معنی یہ کہ مال ساکن نہ ہو متحرک ہو قرآن کہتا ہے کہ مال نادانوں کے ہاتھ میں نہ دو تمہاری زندگی کا ذریعہ ہے۔ جس طرح جسم میں خون چکر لگاتا ہے تو اللہ تعالی یہ چاہتے ہیں کہ مال بھی چکر لگائے قرآن میں مال کو اس لئے چکر دیتا ہوں کہ خالص روزی کمانے والے کیلئے روزی

تنگ نہ ہو جائے۔ (1) پہلا یہ کہ ذخیرہ اندوزی نہ ہو کہ نہ اپنے ہاتھ کا نہ دوسرے کے لئے رہا حالانکہ یہ ذریعہ حیات ہے اس کو بند کرنا کتنا نقصان ہے۔ تو اسلام نے چند قوانین رکھے سب سے اول زکوٰۃ کا قانون پیدا کیا کہ اڑھائی فیصد یا چالیسواں حصہ مال پر زکوٰۃ قائم کی۔ اگر بغیر تکلیف کے زمین کی آمدنی ہو تو دسواں حصہ رکھا اور اگر تکلیف سے ہو مثلاً ٹیوب ویل یا کنوئیں وغیرہ سے پانی دیا جائے تو پھر بیسواں حصہ رکھا۔ اور زمین میں جو معدنیات ہیں ان میں غرباء کا پانچواں حصہ رکھا۔ اس کا اخلاقی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو مال پاک ہوگا کہ اللہ کا حق ادا ہوگیا دوسرا یہ کہ کنجوسی سے بچ گیا اور آپس میں الفت پیدا ہوگی یہ ہے دین فطرت۔ آج تو معدنیات وغیرہ کا چالیسواں حصہ بھی گورنمنٹ غریب کو نہیں دیتی خیر یہ ہے دین فطرت یہ نہیں کہ شیطان کی طرح امیر و غریب کو آپس میں لڑاؤ۔ دیکھو زکوٰۃ تو ایک قانونی چیز ہے اور ایک اخلاقی چیز ہے کہ اے انسان تو ہمیشہ کیلئے دنیا میں نہیں رہے گا تو بہتر یہ کہ یہ کمائی وطن اصلی جو وطن آخرت ہے اس کی طرف منتقل کر۔ کہ زکوۃ کے علاوہ صدقات و خیرات وغیرہ بھی دیا کرو خیرات میں تو اللہ نے ترغیب دی ہے کہ اس میں تکلیف کیا ہے کہ ایک دو اور کئی گنا زیادہ لو۔ قرآن کہتا ہے کہ ایک پیسہ دو اسکو ایسے تصور کرو کہ تم نے ایک دانہ کاشت کردیا اس سے سات شاخیں نکلیں ہر شاخ میں سو دانہ نکل آیا۔ 28 سو تک زیادہ ملے گا۔ اگر اخلاص زیادہ ہو تو اللہ کے

ہاں اور زیادہ ملے گا کیونکہ اللہ کے ہاں تو اخلاص کی قیمت ہے اور بہت وسعت ہے۔ مادی چیز کیلئے حد بندی ہوتی ہے روحانی چیز کیلئے کیا حد بندی مثلاً مادی چیز روٹی وغیرہ کھانا اس سے پیٹ بھر جاتا ہے۔ روحانی چیز علم ہے اسکو جتنا حاصل کرو پیٹ نہیں بھرتا۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کی رب العلمینی کی کیا نشانی ہے فرمایا کہ ایک مرغی ہی کافی ہے دیکھو اللہ نے مرغی کے قلب میں الہام کیا کہ ان انڈوں سے چمٹ جا امریکہ نے شروع میں جب مشین سے بچہ پیدا کرنا چاہا تو انڈے خراب ہوگئے۔ کسان سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے اس نے کہا کہ مرغی چوبیس گھنٹہ میں ایک مرتبہ انڈے تبدیل کرتی ہے تو جب انڈے تبدیل کئے تو مشین سے بچہ پیدا ہوگیا تو جب بچہ پیدا ہوجاتا ہے تو اللہ اس وقت مرغی کے قلب میں الہام کرتے ہیں کہ اب چونچ مار کر انڈے کو توڑو کیونکہ بچہ تیار ہوچکا ہے۔

درس نمبر۱۲
28-3-1965

شانِ ربوبیت ۱۰

(اسلام کا عادلانہ نظام ۳)

اللہ جل جلالہ نے انسان کی بہتری کیلئے ایک دین بھیجا اس میں زندگی کے ہر شعبہ کی ہدایت موجود ہے۔ چنانچہ مالی نظام کے متعلق دنیا کے جو دو ذریعہ تھے دونوں کی غلطیاں بیان ہو چکیں اور اسلام کا اعتدلانہ مسلک شروع ہوتا ہے۔ سب سے اول اعتقاد مالیت۔ اسلام انسان کو یہ تصور دیتا ہے کہ تیرے پاس ہزاروں کی تعداد میں مال ہے اس مال کے ساتھ آپ کا حقیقی تعلق کونسا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کائنات کی حقیقی مالیت اللہ کیلئے مختص ہے وللہ مافی السموٰت ومافی الارض ساری کائنات کا مالک اللہ تعالی ہی ہے۔ سب سے اول آدمؑ کی طرف مستقر ومتاع الی حین تم یہاں سے اترو میری بنائی ہوئی زمین سے فائدہ اٹھانا ہے مگر خاص وقت تک۔ تو اسلامی تصور میں انسان اور مال کا کیا تعلق ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہم کو جو کچھ ملا ہے پہلے والوں سے رفتہ رفتہ ملا ہے اسی طرح یہ سلسلہ حضرت آدمؑ کو جا پہنچتا ہے اور حضرت آدمؑ کو دنیا کیسے ملی الفاظ یہ ہیں مستقر ومتاع الی حین معلوم ہوا کہ مالک حقیقی نے انسان اور

ابو الانسان کو جو کچھ دیا مالک مجازی بنا کر دیا مگر حقیقت میں عاریۃً
تھی۔ مثلاً آپ کسی کو مکان دیں کہ اس میں رہو اور کسی حد تک فائدہ
اٹھاؤ اس کا معنی یہ کہ حقیقی ملکیت میں کوئی نقص نہیں ہوا۔
شریعت کی اصطلاح میں مالک کی ملکیت باقی رہی اور فائدہ کسی حد
تک اٹھانا اسکو عاریتہ کہتے ہیں۔ عاریتہ میں فائدہ کیلئے کوئی چیز طلب
کی جاتی ہے تو مقررہ وقت پر چیز واپس کر دی جاتی ہے بہر حال اللہ
کی طرف سے جو الفاظ ابو الانسان کو ملے وہ یہ تھے مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی
حِیْنٍ کہ فائدہ اٹھاؤ مگر وقت تک۔ تو عاریتہ ہو گئی۔ فللہ الاٰخرۃ والاولٰی
اللہ ہی کے لئے ہے پہلا جہان بھی اور آخری جہان بھی۔ در حقیقت
امانت عاریتہً ہے اور ملکیت مجازی بھی ہے تاکہ جھگڑا نہ ہو جب تک
ایک زندہ رہے گا تو دوسرا قابض نہیں ہوگا۔ سیدنا حضرت علیؓ
کرم اللہ وجہ حضرت امام حسینؓ کو وصیت فرما رہے ہیں۔ اے فرزند
روزی کی ذمہ داری پیدائش سے پہلے اللہ نے لے لی ہے جب روزی
رساں روزی کا ذمہ دار ہے تو تو جائز طریقہ سے روزی طلب کرنا اور
ناجائز طریقہ سے نہ طلب کرنا۔ تو وصیت میں حضرت علیؓ نے ایک
شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات کی روزی کا ضامن اللہ
بن چکا ہے اور مال اور دنیا اللہ سے مانگی ہوئی چیز ہے کبھی آئے گی
اور کبھی جائے گی۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ نماز وغیرہ کے لئے
تو شریعت پر چلیں اور مال و دنیا میں اپنی مرضی پر چلیں ہم تو محتاج
ہیں اور محتاج کیلئے یہ ضروری ہے کہ غنی مطلق کی بات مانے۔ تیسرا

شعر اس کا مطلب یہ کہ اگر روزی طاقت اور غلبہ سے ملتی تو باز چڑیا کی روزی اڑا لے جاتا۔ مطلب یہ کہ زور کی بات نہیں بہت پہلوان ہیں کہ روزی کم ہے اور بہت سے لاٹھی پر چلنے والے ہیں کہ انکی روزی بہت زیادہ ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہ چیز خالق کائنات کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر عقل سے روزی بڑھتی تو بیوقوف سے تنگ روزی کسی کو نہ ملتی۔ حالانکہ بہت سے بیوقوف ہیں کہ انکو اللہ ایسی روزی دیتا ہے کہ عقلمند بھی حیران رہ جاتے ہیں۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب دیو بند والے برما کا دورہ کرنے گئے وہاں ایک ہندو سیٹھ تھا جو ساگوان کی لکڑی کا بڑا بھاری کاروبار کرتا تھا اس ہندو نے ہر قصبہ میں مندر گرجا اور مسجدیں تعمیر کرائی ہوئی تھیں اور ہر قصبہ میں مسافروں کیلئے لنگر خانے قائم کئے ہوئے تھے مسجد کیلئے اگر کوئی چندہ مانگتا تو کہتا کہ تم جتنا دے سکتے ہو دیدو بس اس سے اتنی رقم لیکر مسجد کو اپنی طرف سے رقم لگا کر مکمل کروا دیتا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ ایک عالم دین آیا ہے تو اپنے تخت سے نیچے اتر کر بیٹھ گیا۔ علامہ اقبال (نہ فقر کیلئے موزوں نہ سلطنت کیلئے۔ وہ قوم جس نے گنوایا تاج تیموری) یہ تھا مسلمانوں کا حال اس سیٹھ کا تکیہ کلام تھا بکا کا ئنیکا معنی یہ کہ کیا کہتے ہیں۔ تو مولانا کو سیٹھ نے کہا کہ مولانا دنیا و مال اچھی چیز نہیں اتنی سی معمولی بات میں اس نے بکا کا ئنیکا تین چار مرتبہ کہہ دیا۔ تو مولانا نے کہا اگر اچھی چیز ہوتی تو آپ کو نہ ملتی کہ جسکو بات کرنے کا ڈھنگ بھی

نہیں آتا۔ تو معلوم ہوگیا کہ دنیا کوئی اچھی چیز نہیں۔ مثلاً ایک آقا حج کا سفر کرتا ہے ایک خادم ساتھ ہو سارا سفر خرچ اس کے ہاتھ میں دیدیتا ہے تو یقینی بات ہے کہ وہ ملازم اس پیسہ کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ نہیں کرسکتا بلکہ مالک کے فرمان کے مطابق خرچ کریگا اگر اپنے ارادہ پر کریگا تو خائن اور غدار کہلائے گا۔ تو مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں اگر اس کی اجازت پر خرچ کیا تو درست ورنہ حرام ہوگا۔ یہ وہ عقیدہ ہے اور عقیدہ کے ماتحت عمل ہے عقیدہ ایک تصور دیتا ہے اور بعد میں عمل ہوتا ہے۔ عقیدہ یہ کہ جو کچھ ہے یہ اللہ کا ہے تو اللہ کی امانت کو جائز راستہ پر خرچ کرنا ہے نہ کہ ناجائز راستہ پر۔

اکبر مرحوم ؒ (تمہارے مذہبی دعوے جو کچھ ہیں میں یہ دیکھوں گا، عقیدوں کا اثر فکر معیشت پر کہاں تک ہے) مطلب یہ کہ روزگار اور معاشیات کے معاملہ میں باغی یا کامل مسلمان بنتے ہو

وللہ مافی السمٰوٰت وما فی الارض ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین

یہ تصور نہ سرمایہ داری میں اور نہ اشتراکیت میں پایا جاتا ہے۔ سرمایہ داری نظام میں اپنے آپکو حقیقی ملکیت کا تصور کرتے ہیں اور پھر اتنا کہ قرضہ حسنہ تو ہے ہی نہیں صرف سودی کاروبار ہے۔ آج تو گورنمنٹ کا بھی یہی حال ہے کہ قرضہ حسنہ تو ہے ہی نہیں سود پر جتنا لو مل جائے گا۔ اور عوام کا بھی یہی حال ہے کتاب الخراج صفحہ نمبر 84-85 میں حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکاری

بیت المال سے تنخواہیں مقرر کیں مثلاً جو بدر میں شامل ہوئے توانکو پانچ ہزار سالانہ ملتے تھے تو یہ سلسلہ بتدریج پانچ سو تک جاتا تھا۔ تغلق کے زمانہ میں بھینس آنہ کو ملتی تھی یہ تھا سستا زمانہ خیر پانچ ہزار سے پانچ سو تک بتدریج سالانہ بیت المال سے رقم ملتی تھی۔ اس میں مومن و کافر سب شریک تھے حضرت فاروق اعظمؓ کے الفاظ کہ میری مملکت میں جو شخص فقیر ہو جائے یا کمزور ہو جائے تو اس سے ٹیکس معاف کیا جائے چاہے غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اور پورے کنبے کو بیت المال سے روزی دی جائے جب تک غیر مسلم ہماری مملکت میں رہے تو اسکو یہ رعایتیں ہیں۔ مگر آج تو ایسی خود غرضی پیدا ہو گئی ہے کہ سود کے بغیر ایک کوڑی ملنا دشوار ہو گیا ہے۔ تو یورپی نظام نے انسان کو حیوان سے بدتر بنا دیا کیونکہ بغیر سود کے قرضہ نہ دینا یہ خود مختاری کا دعوی ہے۔ مگر اسلام پہلے یہ عقیدہ دیتا ہے کہ اَلْمُلْکُ لِلّٰہ کہ ملک حقیقت میں اللہ کا ہے اور تمہیں امانت دی گئی ہے۔ تو عقیدہ امانت فی الاموال کہ مال کے اندر امین رہو۔ حضرت اورنگ زیب آپکی حکومت برما سے لیکر سمر قند و بخارا تک تھی اتنی بڑی بادشاہی کے باوجود بھی 24 گھنٹہ کام میں مصروف رہتے تھے اور کام بھی اتنا سخت کہ کوئی حد نہیں لیکن آپ نے بیت المال سے ایک کوڑی نہیں لی۔ حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو آپ اپنے معمول کے مطابق کپڑا بیچنے لگے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے روکا تو آپ نے جواب دیا کہ گھر والوں

کو کہاں سے کھلاؤں تو حضرت فاروق اعظمؓ نے چند صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے ایک میٹنگ کی اور خلیفہ وقت کیلئے پاکستانی سکہ کے مطابق 45 روپے مقرر کروائے تاکہ خلیفہ الرسولؐ امیر المومنین بیفکر ہو کر ملک کی قیادت کریں۔ حضرت اورنگ زیب دو کام فرمایا کرتے تھے ایک ٹوپی سیتے تھے دوسرا قرآن شریف لکھتے تھے کشمیر کے مشہور مورخ قاضی نور الدین کہتے ہیں کہ میں انکی ملاقات کیلئے گیا تو پتہ چلا کہ آگرہ تشریف لے گئے ہیں جب میں آگرہ کے شاہی باورچی خانہ کے قریب سے گذرا تو طرح طرح کے کھانے پک رہے تھے۔ ملاقات ہوئی بادشاہ نے پوچھا کہ میرے ہاں رہو گے یا لنگر خانہ میں قاضی صاحب نے کہا کہ آپکے ہاں۔ ممکن ہے کہ کچھ خصوصیات کا خیال ہو۔ خیر اشراق سے فارغ ہو کر بادشاہ ایک کمرہ میں تشریف لے گئے جو فوجی کاروائی کا دفتر تھا قاضی صاحب بھی ہمراہ تشریف لے گئے ناشتہ تو نہیں آیا دوپہر کو خرما کے پتوں کی گول چٹائی بچھائی گئی اس پر دو پیالے دودھ کے اور تین مکئی کی روٹیاں رکھی گئیں ایک بادشاہ اور دو مہمان کیلئے قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا مر گئے اس کے بعد چند دانے خرما کے پلیٹ میں لائے گئے۔ اللہ نے خرما میں شفاء رکھی ہے۔ پھر میں اور بادشاہ نے قیلولہ کیا دوپہر کے بعد مقدمات کے فیصلے کئے پھر رات کو دو پیالے یخنی کے بغیر بوٹی کے تھوڑا سا نمک رکھا ہے نصف شب کو ایک آدمی نے آکر بیدار کیا کہ تہجد کیلئے پانی حاضر ہے۔ تو

بادشاہ نے صبح کو فرمایا کہ آپکی رہائش کا انتظام مہمان خانہ میں ہوگا قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے دل میں سوچا کہ یہ تو لالچ ہوگی خیر میں مہمان خانہ میں نہیں جاتا۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ ردی کھانا کیوں تناول فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ اپنی کمائی سے کھاتے ہیں جو بہت کم ہے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ تین روپے جو ٹوپیوں سے بچے ہیں ان سے تکفین کردو اور پانچ سو روپیہ جو قرآن نویسی سے بچے ہیں وہ خیرات کردو بیت المال سے خرچ نہ ہو۔

درس نمبر۲۲
2-4-1965

شانِ ربوبیت

(اعتقادی و اخلاقی نظام)

اس سے پہلے درس میں یہ بتلایا گیا تھا کہ دنیا کی قومیں دو جماعتوں میں تقسیم ہیں بعض سرمایہ داری اور بعض اشتراکیت میں اسلام ان دونوں جماعتوں کے نظاموں اور خرابیوں سے پاک اور خوبیوں کا مالک ہے اسلام نے معاشی سلسلہ میں چند نظام پیش کئے (1) نظام اعتقادی (2) نظام اخلاقی (3) نظام قانونی، جن سے انسانیت کی بہترین تنظیم ہوجاتی ہے اور شورشیں ختم اور باہمی میل پیدا ہوجاتا ہے۔ اعتقادی سلسلہ میں یہ بیان تھا کہ مال در حقیقت امانت خدا ہے اور ظاہر ہے کہ امانت میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرسکتے۔ کروڑپتی یہ سمجھے کہ اصل مالک اللہ ہے جہاں اس کی مرضی ہو تو خرچ کرو اور نہ ہو تو خرچ نہ کرو۔ پہلے بھی اللہ مالک ہے اور بعد میں بھی اللہ مالک ہے اسلام نے مال کی ایک حیثیت امانت کی بتلائی۔ (1) اعتقادی نظام یہ کہ اللہ نے مالدار کے ہاں غریب کے کچھ حقوق رکھے اور مالدار کو یہ سمجھایا کہ اس حقوق کی ادائیگی میں تیرا فائدہ ہے ورنہ نقصان ہوگا۔ حق

حق للسائل والمحروم   ذات ذوالقربیٰ مقرو المسکین وابن السبیل رشتہ دار
مسکین، اور غریب کو ان کا حق دو۔ رشتہ دار کو پہلے لایا مطلب یہ کہ اس میں طبعی و شرعی دونوں جذبے موجود ہیں ہر آدمی چاہتا ہے کہ رشتہ دار کی خدمت ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اسی کا حکم فرماتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ اگر ایک روپیہ جہاد میں اور ایک روپیہ مسکین کو اور ایک روپیہ رشتہ دار کو دیا جائے تو درجہ کس کا زیادہ ہوگا۔ تو آپؐ نے جواب فرمایا کہ جو رشتہ دار کو دیا گیا اس کا درجہ زیادہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ غریب تھے اور آپکی زوجہ حضرت بی بی زینبؓ مالدار تھیں وہ چاہتی تھیں کہ میں اپنے مال سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے خاوند کو صدقہ و عطیہ دیدیا کروں یہ لوگ تو ثواب کے خواہاں تھے پیسہ کے تو نہ تھے۔ خیر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو فرمایا کہ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کر آئیں۔ آپؓ نے انکار کردیا اور انکار درست تھا کیونکہ خودداری تھی لالچ تو نہ تھی۔ خیر خود حضرت زینبؓ تشریف لے گئیں فرماتی ہیں کہ میں نے دوسرے بادشاہوں کی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر دربان نہ دیکھا باوجود اتنی سادگی کے بھی آپ کی ہیبت و جلال بہت تھا۔ میں نے حضرت بلالؓ خادم الرسولؐ کو عرض کی کہ یہ مسئلہ دریافت فرما دیویں میرا اور میرے شوہر کا نام ظاہر نہ ہو۔ حضرت بلالؓ تشریف لے گئے اور حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ

ایک دوسری عورت بھی یہی مسئلہ پوچھنے آئی ہوئی تھی۔ آج تو مسئلہ پوچھنے کو عیب جانتے ہیں بس جو کچھ جی میں آیا کر ڈالا۔ تو حضرت بلالؓ نے مسئلہ پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتیں فلاں مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کونسی عورتیں ہیں تو آپنے نام فرما دیا کہ فلاں صحابیؓ کی عورت ہے۔ شارحین لکھتے ہیں کہ باوجود روکنے کے حضرت بلالؓ نے نام کیوں بتلایا۔ جواب یہ ہے کہ پہلے تو حضرت بلالؓ نے نام نہیں بتلایا مگر جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو نبی کے سوال پر جواب فرض ہو جاتا ہے کیونکہ اب تو حق الزینبؓ وحق الرسول کا معاملہ تھا۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو دو اجر ہو گئے ایک رشتہ دار والا دوم صدقہ کا ایک طرف اسلام کا اعتقادی نظام یہ کہ غرباء کے حقوق بنائے ایک طرف تو حکم نبوی ہے کہ سائل کو ڈانٹو نہیں دوسری طرف بھیک سے بندش کا حکم دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کے پاس ایک وقت کا کھانا ہو اس کے لئے بھیک مانگنا حرام ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے۔ کہ جو بھیک مانگ کر مال بڑھانا چاہے تو قیامت کے دن اس کا چہرہ زخمی ہوگا کیونکہ اس نے بےحیائی کا کام کیا۔ تو ایک طرف روکا کہ سائل کو نہ ڈانٹو دوسری طرف سائل کو بندش فرمائی یہ اعتدال فرمایا کیونکہ اگر سائل کی بندش نہ فرماتے تو دنیا تباہ ہو جاتی کیونکہ بھیک مانگنے سے ہمت پست

ہو جاتی ہے اور محنت و مشقت سے انسان جی چرانے لگ جاتا ہے۔ دوسری طرف فرمایا کہ سائل کی خدمت کیا کرو کیونکہ شاید اسے ضرورت ہو۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے رشتہ دار کہتے ہیں کہ مجھے ایک بار ضرورت آپڑی تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیدو دوسری مرتبہ پھر پڑی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حکیم یہ مال بظاہر تو سر سبز نظر آتا ہے لیکن جو طمع اور لالچ سے کمائے تو اس کو نفع نہیں ہوتا اور برکت بھی نہیں ہوتی اور بغیر لالچ کے کمانے میں برکت ہوتی ہے۔ تو میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں آئندہ سوال نہ کرونگا تو کہتے کہ اگر آپ گھوڑے پر سوار ہوتے اور چابک گر جاتا تو خود اتر کر اٹھاتے اور فرماتے کہ میں دوسرے کو کیوں کہوں جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کر چکا ہوں کہ آئندہ سوال نہ کرونگا۔ غلام علی بلگرامی ایک بزرگ کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک عالم فی سبیل اللہ قرآن و حدیث کا درس دیا کرتے تھے کافی دن سے فاقہ تھا درس سے پہلے وضو فرمایا کرتے تھے ایک بار وضو کرنے کے بعد فاقہ کیوجہ سے کمزور تھے تو گر گئے طالب علموں نے اٹھایا ایک طالب علم گھر سے کچھ کھانا لایا بزرگ نے باوجود فاقہ کے انکار کردیا کہ اسے تو نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ جب تم گئے تھے تو میرے قلب میں یہ خیال آیا تھا کہ شاید کوئی خورد و نوش کا سامان لینے جا رہے ہو۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لالچ کی کمائی

سے منع فرمایا ہے۔ وہ طالب علم لیکر واپس چلا گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس لایا اور کہنے لگا کہ میرے جانے کے بعد لالچ تو ختم ہو گئی ہو گی اس لئے آپ تناول فرمادیں تو پھر بزرگ نے تناول فرمایا۔ علامہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک بار علماء کو اکٹھا کر کے خطاب فرمایا کہ تم حلال روزی کماؤ اور لوگوں پر بوجھ مت بنو مطلب یہ ہے کہ عالم کو یہ تصور نہ کرنا چاہیئے کہ میں عالم ہوں محراب میں ٹانگیں پھیلا کر لیٹوں گا اور روزی کا بوجھ امت محمدیہ پر رکھ دیا۔ سب سے افضل و اعلٰی ماسوا رب العزۃ کے صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اتنی بڑی فضیلت اور بادشاہی کے بھی آپ نے بسر اوقات کیلئے ایک سو بکریاں پالی ہوئیں تھیں۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے کیا ان سے بڑا بھی کوئی پیر ہو سکتا ہے۔ ملازمت بھی ایک رزق حلال کا ذریعہ ہے۔ جب آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بنائے گئے تو معمول کے مطابق آپ کپڑا فروخت کرنے لگے تو صحابہ کرامؓ نے ایک مجلس شوریٰ قائم کی اس میں یہ طے پایا کہ خلیفہ کیلئے بیت المال سے تنخواہ مقرر ہونی چاہیے ورنہ ملک کا کام مشکل ہو جائے گا۔ تو شروع میں پاکستانی سکہ کے مطابق ۴۵ روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی اور بعد میں [illegible] روپیہ تک گئی تو اس تنخواہ کے مقرر کرنے پر آپ اتنے خفا ہوئے کہ مجلس شوریٰ میں شرکت نہ فرمائی جب وفات کا وقت

قریب آیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے فرزند کو بلا کر وصیت فرمائی کہ میری پوری تنخواہ کا حساب کر کے میرے گھر اور رشتہ داروں سے چندہ کرلینا اور اونٹنی و پیالہ و غلام یہ میرے پاس سرکاری چیزیں ہیں میرے بعد حضرت فاروق اعظمؓ خلیفہ ہونگے انکو دیدینا جب یہ وصیت پوری کر کے حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس لائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا عرض کی وصیت فرمائی تھی تو فاروق اعظمؓ رو پڑے اور فرمایا کہ آپ تو چل بسے اور ہمیں مشکل میں ڈال گئے کہ ہمیں بھی اسی طرح کرنا پڑے گا۔ اسلام نے اعتقادی نظام یہ کیا کہ مالدار پر غریب کا حق رکھا تو مال کو امانت اور غریب کا حق سمجھنا چاہیئے تیسری بات یہ کہ اللہ تعالی کو معلوم تھا کہ مالدار غریب کو نہ دیگا تو اس لئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ مالدار اگر تو غریب کو دیگا تو تجھے اس سے کئی گنا زیادہ ملے گا اس لئے تو رب العزۃ کے راستہ پر دینے سے خوشی ہوتی ہے۔ اسلام نے یہ سمجھا کہ دنیا مسافر خانہ ہے اور آخرت اصلی وطن ہے۔

کل من علیہا فان یقینی بات ہے کہ انسان کو مسافر خانہ میں کم پیسہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وطن میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور پھر ایسا وطن جس میں ابدالاباد رہنا ہو گویا اللہ تعالی نے اس لئے انفاق فی سبیل اللہ کا نظام فرمایا۔ یعنی صدقات وغیرہ کہ تمہارا فطری تقاضا یہ کہ جہاں ابدی زندگی گذارنا ہو اس جگہ کیلئے جمع کرو۔ دنیا میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں منی آرڈر جاتا ہے تو

مزدوری دینی پڑتی ہے مگر اللہ نے دنیا سے آخرت کو منی آرڈر کیلیے مفت انتظام کردیا ہے۔ تو جس طرح دنیاوی منی آرڈر کے قواعد ہیں اسی طرح اللہ میاں نے آخرت کے منی آرڈر کے بھی قانون و قواعد رکھے ہیں۔ (1) یہ کہ جو مال منی آرڈر کیا جائے وہ حلال ہو ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا اللہ خود بھی پاک ہے اور قبول بھی پاک چیز کرتا ہے (2) محفوظ عن الریاء کہ دکھاوے سے محفوظ ہو یعنی اخلاص ہو۔ (3) کہ جسکو صدقہ دیا پھر ساری زندگی اسے احسان نہ جتلاؤ یاایہا الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کہتا ہے کہ بھیجے ہوئے سرمایہ کو احسان جتلانے سے ضائع نہ کیا کرو اللہ فرماتے ہیں کہ بغیر فیس کے مال پہنچاؤ نگا اور زیادہ پہنچاؤ گا کہ کم از کم ایک روپے کا ستر تو دونگا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر خلوص زیادہ ہوگا تو ایک روپے کا بدلہ لاکھ ملے گا تو دارومدار خلوص پر ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایسا کونسا روپیہ ہوگا جواب میں فرمایا کہ جو غریب ہو اور ایک روپیہ کمائے اس کا ایک روپیہ دیا ہوا امیر کے لاکھ روپے سے بڑھ کر ہوگا۔ قرآن فرماتا ہے کہ شیطان تو انسان کو دھوکہ دیتا ہے اور کنجوسی سکھلاتا ہے کہ اگر چندہ دیدیا تو ہزار میں سے ایک سو روپیہ کم ہوجائے گا حالانکہ اللہ تعالی بار بار فرماتے ہیں کہ میں گناہ بھی بخش دونگا اور زیادہ بھی دونگا تو یہ اعتقادی نظام ہوا۔

نظام اخلاقی:۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہ بار فرمایا کہ جو آدمی خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے تو وہ کامل مومن نہیں اس قسم کی بہت سی احادیث گذری ہیں۔ دولت کے مسئلہ پر چند قوانین کی ضرورت ہے (1) قانون اکتساب کہ روزی کمانا۔ اگر آدمی مال کمانا ترک کردے تو معاشی نظام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (2) قانون حرکت دولت کی مثال بعینہ ملی زندگی کیلئے ایسی ہے جیسے جسم کیلئے خون ہے۔ کہ جگر پیدا کرتا ہے اور دل صاف کرتا ہے اور پھر رگ رگ میں حرکت کرتا ہے اگر خون کی حرکت اور گردش سکون اختیار کرلے تو انسان مرجاتا ہے۔ ملی اور قومی زندگی میں دولت محرک ہو تو حیات ہے اور اگر مسکن ہو تو ممات ہے۔ قرآن نے یہ بتایا کہ نادان اور بیوقوف لوگوں سے مال چھین لو کیونکہ اللہ تعالی نے اس مال کو تمہاری زندگی قائم رکھنے کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ (3) تقسیم ضروری ہے کہ اگر دولت جمع ہو جائے تو تقسیم کی جائے اس پر آئندہ بحث ہوگی مولانا عبید اللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں لینن سے ملا اور دونوں نے معاشی نظام پر تبادلہ خیال کیا تو لینن کہنے لگے کہ اگر 1917ء سے قبل یہ قانون اسلام بتلا دیتے تو ہم اس نظام کو تسلیم کر لیتے۔ مگر آج خود مسلمان ہی اسلام کے کسی نظام کو زندگی کے کسی شعبہ میں لانا پسند نہیں کرتا۔

درس نمبر ۲۳
4-4-1965

شانِ ربوبیت ۱۲

(انفاق بالمحل ۱)

اللہ جل جلالہ کی رب العٰلمینی کے تحت بیان ہے۔
اللہ تعالیٰ نے جیسے دین کا نظام فرمایا تو دنیا کے درست کرنے کیلئے بھی انتظام فرمایا ہے اور ایسے قوانین رکھے کہ دنیا و آخرت دونوں سدھریں قانون اکتساب رکھا۔ دنیا میں پہلے یہ قاعدہ ہوتا تھا کہ اگر روپیہ حد سے بڑھ جائے تو گرانی ہو جاتی تھی اگر نہ ملے تو بھوک ہوجاتی تھی اگر دیکھو جس سال آم زیادہ ہوں تو قیمت کم ہوجاتی ہے اگر آم کم ہوں تو قیمت زیادہ ہوجاتی ہے۔ قبل زمانہ میں روپیہ کا چھ سیر گھی اور اب چھ روپیہ کا ایک سیر ملتا ہے۔ چیزوں کا نرخ بڑھنے کا معنی یہ کہ روپیہ کی قیمت کم ہوگئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انسان آسودہ حال سے زندگی بسر کرے تنگی نہ ہو اور مصیبت میں نہ پڑیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک حد ڈالی کہ روپیہ بڑھے نہیں۔ تو مطلب یہ کہ ناحق اور باطل طریقہ سے مال کمانے کی بندش فرمائی تاکہ حلال مال آئے حرام نہ آئے کیونکہ حرام کے نہ آنے کی وجہ سے

افراط زر نہ ہوگا اور نرخ نہ چڑھیں گے۔ (2) ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا مطلب یہ کہ غلہ وغیرہ کو اس نظریہ سے جمع کر کے رکھ دینا کہ نرخ چڑھے گا تو فروخت کرونگا۔ اس کے متعلق اسلام نے ہدایات فرمائیں حضرت فاروق اعظمؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الجالبُ مرزوقٌ کہ تاجر رزق دیا گیا ہے۔ والمحتکر ملعونٌ اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنت دیا گیا ہے دوسری حدیث جمع الفوائد میں ہے کہ وہ بندہ اللہ کے ہاں بہت گندہ ہے کہ جب نرخ چڑھے تو خوش ہو اور جب نرخ کم ہو جائے تو غمگین ہو۔ تیسری حدیث جمع الفوائد کی یہ ہے کہ جس نے کھانے کی چیز کو چالیس دن اس خیال سے بند کئے رکھا کہ نرخ بڑھنے پر فروخت کرونگا پھر خیال آیا کہ یہ تو گناہ کا کام کیا ہے تو ساری چیز اللہ کے رستہ میں خیرات کر ڈالی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر بھی اس کے گناہ کا کفارہ نہ ہوا۔ انسان اگر حرص کی وجہ سے ذخیرہ اندوزی کرے تو قحط کی صورت اختیار ہو جاتی ہے حالانکہ حقیقت میں چیز بہت ہوتی ہے۔ تو ان چیزوں پر اللہ نے بندش ڈالی کیونکہ ان سے پریشانی بڑھتی ہے اور پھر مزید فرمایا کہ انسان اور حیوان دونوں کی خوراک کی بندش نہ کیا کرو۔ تو اسلام نے اکل باطل کی صورتیں منع فرمادیں۔ جمع الفوائد کی چوتھی حدیث ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کا مجھ پر ایمان نہیں جو پیٹ بھر کر سو جائے اور وہ جانتا ہو کہ میرا پڑوسی

بھوکا سو گیا ہے۔ ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی غریب پڑوسی ضرور ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جبرائیلؑ ہر بار پڑوسی کے متعلق تاکید فرماتے تھے کہ پڑوسی کا خیال رکھا کرو تو مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حکم آئے گا کہ پڑوسی مال کے وارث بنادئے جائیں۔ آپ خیال کریں اگر یہ دیکھ بھال ہو تو کوئی غریب بھوکا رہے گا؟ ایک آدمی حج پر گیا عبادت کرتے کرتے کعبۃ اللہ کے سامنے تھک گیا تو نیند آگئی خواب میں دیکھتا ہے کہ دو فرشتے انسانی صورت میں ہیں ایک دوسرے سے پوچھتا ہے کہ اس سال کتنے لوگوں نے حج کیا دوسرا کہتا ہے کہ پانچ لاکھ نے پھر پوچھتا ہے کہ کتنے لوگوں کا قبول ہوا ہے کہتا ہے کہ پانچ کا اور ایک شخص جو دمشق کا موچی ہے اس کا نام لیا۔ وہ ابن موفق ہے وہ حج پر تو نہیں آیا مگر اس کا حج قبول ہو گیا ہے۔ صبح جب بیدار ہوا تو دل میں ولولہ پیدا ہوا کہ اس شخص کی تحقیق کرونگا۔ دمشق گیا اس کا گھر مل گیا مسجد میں گیا اس کو پورا واقعہ سنایا اس نے کہا کہ اور تو کچھ نہیں مجھے حج کا بڑا شوق تھا کافی عرصہ کے بعد تین ہزار درہم اکٹھے کئے تھے ارادہ کیا تھا کہ حج کرونگا مگر اس دوران میں بیوی کو وضع حمل کی شکایت ہوئی گھر تو کھانے کیلئے کچھ نہ تھا پڑوسی کے گھر گیا اس سے کھانے کیلئے چیز مانگی اس نے کہا کہ ایک چیز پک رہی ہے مگر دے نہیں سکتا کیونکہ میرے لئے حلال اور تمہارے لئے حرام ہے۔ میں نے کہا یہ

کیا کہا کہ تین دن سے سب بمع اولاد بھوکے ہیں جب بالکل مجبوری کی صورت پیدا ہوئی تو اس صورت میں تو اللہ نے مردار چیز کی اجازت دی ہے تو مردار گدھا کے گوشت کو کاٹ لایا ہوں اور اس کو پکا رہے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ اگر آدمی بھوکا مر رہا ہو تو مردار کھانے کی شرعاً اجازت ہے۔ مگر کسی اور کے مال کے کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر آج کل دیکھو دفتروں میں کیا حالت ہو رہی ہے اسلام نے حرام مال کمانے کی بڑی مذمت فرمائی ہے کہ مردار کی اجازت ہے کسی غیر کے مال کھانے کی اجازت نہیں۔ تو میں یہ سن کر چلا آیا اور حج والے درہم انکو دے دئے دمشق میں یہ کام کیا اور حج قبول ہو گیا اور پھر ایسی صورت میں ہوا کہ خود مکتہ المکرمہ میں بھی پانچ لاکھ میں سے صرف پانچ کا حج قبول ہوا یہ ہے پڑوسی کی خدمت کرنے کا اجر۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ محدث دہلوی نے ایک بار درس میں فرمایا کہ حرام کا مال حرام جگہ اور حلال کا مال حلال جگہ صرف ہوتا ہے ایک طالب علم کو تردد ہوا تو حضرت

صاحب نے جیب میں سے ایک روپیہ نکال کر دیا کہ دہلی میں جو شخص پہلے ملے یہ اس کو دیدینا تو ایک گھوڑا سوار ملا اس کو روپیہ دیدیا مگر خیال ہوا کہ استاد کی بات تو غلط ثابت ہوئی کیونکہ گھوڑا سوار تو مستحق نہیں ہو سکتا آخر اس نے گھوڑ سوار کو روکا اور اس کو واقعہ سنایا تو اس نے جواب دیا کہ تیرے استاد نے سچ کہا ہے کہ ہم کافی

دنوں سے فاقہ میں مبتلا تھے جب مجبور ہو گئے تو میں نے اپنے پڑوسی سے گھوڑا مانگ کر جنگل میں کوئی مردار چیز جو مجبوری کے تحت شرعاً جائز ہے تلاش میں نکلا تو کتے کی ٹانگ ملی یہ رومال میں بندھے مگر جب روپیہ مل گیا تو اب اس کی اجازت نہیں اس لئے اسے پھینک رہا ہوں۔ تو واپس آ کر حضرت شاہ صاحب کو کہا کہ حضرت آپ نے درست فرمایا تھا کہ حلال مال حلال جگہ اور حرام مال حرام جگہ صرف ہوتا ہے۔ بہرحال اسلام نے پہلی چیز حرام مال کی بندش فرمائی اور دوسری ہدایت کی کہ اگر جائے تو درست جگہ پر جائے یعنی انفاق بالمحل ہو۔ ایک آدمی کی آمدنی چالیس ہزار ہے اگر ناجائز کاموں میں صرف کریگا تو کچھ نہیں بچے گا اگر حلال جگہ صرف کیا تو بہت کچھ بچ جاتا ہے۔ سیٹھ شہاب الدین نے میری اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی دیکھا تو خورد و نوش کی ہر قسم کی اشیاء کا سٹور الگ تھا دعوت کے بعد دعا کروائی کہ مجھ پر قرضہ ہے وہ اتر جائے میں نے کہا کہ بندہ خدا یہ قرض کیوں نہ ہو جبکہ تو نے شیطانی کام کر رکھے ہیں۔ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوا الخ فضول خرچ نہ بنو فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔ روح المعانی میں ہے کہ بھائی سے مراد ہے کہ شیطان کے ساتھ جہنم میں دھکیل دئے جائیں گے۔ اگر مال حلال صحیح جگہ پر صرف ہو تو ایسے سمجھو کہ جس طرح زمین میں تخم بویا اور اگر غیر محل پر صرف ہوا تو ایسے سمجھو کہ تخم

زمین کے اندر نہیں بلکہ زمین کی سطح پر رہ گیا ہو اور ضائع ہو گیا ہو۔ تو تبذیرا کا معنی بعض مفسرین نے عُم لیا ہے۔ آج تو مسلمانوں نے انگریز کی زندگی کو دیکھ کر اپنی زندگی کو بھی یورپ کی زندگی میں ڈھال دیا ہے کہ بنگلہ اور زندگی کا خرچ وغیرہ اس طرح کے ہوں۔ مومن وہ ہے جو بھوکا ہونے کے باوجود بھی آخرت کیلئے جمع کرتا ہے آج کل لڑکیاں جوان بیٹھی ہیں مگر شادی نہیں ہوتی وجہ یہ کہ شیطانی راستے پر اتنا چلتے ہیں کہ پھر شادی کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتے۔ ایک آدمی نے کہا کہ حضرت دعا کریں میرے چار بیٹے ہیں دعا کریں رقم نہیں ہے شادی کروں۔ میں نے کہا کہ ایک شادی رحمانی ہے اور دوسری شادی شیطانی ہے اگر اسلام کی رو سے شادی کرو تو کوئی تکلیف نہیں مثلاً ایک لڑکی کی دوسرے لڑکے سے شادی کرنی ہو تو دو گواہوں کو بلا کر شادی کر دو مولوی وغیرہ بلانے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ نکاح ایجاب و قبول کا نام ہے اور باقی کام تو مستحب ہیں تو اس کام میں دولہا اور دلہن کیلئے کوئی کپڑے وغیرہ کی شرط نہیں بس لڑکی بھیج دی تو اس میں کیا خرچ ہے۔ حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ یہ تابعی ہیں جو بڑے محدث ہیں انکی صاحبزادی بڑی حسین اور علم میں نمایاں کمال رکھتی تھی عبدالملک بن مروان جو اندلس سے لیکر کشمیر تک مسلم حکمران تھے اپنا قاصد بھیجا کہ میں آپکی لڑکی سے رشتہ کرنا چاہتا ہوں

آپ کی مہربانی ہوگی۔ آج اگر کوئی حکمران رشتہ کا قاصد بھیج دے تو خوشی کے مارے انسان سمائے نہیں بارہا قاصد بھیجنے کے باوجود حضرت نے انکار کردیا کہ میں بادشاہ سے رشتہ کرنے پر راضی نہیں ہوں یہ اتنے بڑے عالم تھے کہ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر عبدالملک بن مروان علم پڑھانا شروع کردیتے تو ہم سے کوئی بھی علم نہ پڑھتا۔ حدیث کہ عورت کے ساتھ نکاح چار مقاصد کے تحت کیا جاتا ہے (1) نسب کی شرافت۔ (2) مالداری۔ (3) خوبصورتی۔ (4) دینداری تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چار میں سے دینداری کو چن لو تو حضرت نے فرمایا کہ میں بادشاہ کو چھوڑ کر دیندار کو رشتہ دونگا اتفاقاً مسجد نبوی میں ایک آدمی خشوع خضوع سے نماز ادا کر رہا تھا وہ دیندار معلوم ہوا اس کو بلا کر اپنی لڑکی کا نکاح کردیا۔ اس نے کہا کہ میرا تو اپنا گھر ہی نہیں تو اپنی طرف سے مکان کا انتظام کردیا تو پھر خوردو نوش کا انتظام بھی کردیا۔ دیکھو یہ صحابہؓ کے بعد بڑے محدث تھے جن کا عمل یہ تھا مہر و محبت ایک بڑی چیز ہے۔ نکاح میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق مہر کی مقدار اڑھائی روپیہ آج کس کے پاس اڑھائی روپیہ نہیں حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تین روپیہ ہے ابن خرم کہتے ہیں۔ کہ صرف گندم کا دانہ بھی کافی ہے۔ آج ہمارے سال کا بڑا حصہ

شادی کی رسومات پر خرچ ہوجاتا ہے تو اس لئے زندگی خراب ہوگئی ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں ایک طالب علم آئے مہتمم دیوبند نے طالب علم سے پوچھا کہ کیسے آئے۔ کہا کہ پڑھنے کیلئے پوچھا شادی کی ہے وہ کچھ مذاحی تھا کہنے لگا کہ آدھی تو کرلی ہے اور آدھی رہتی ہے کہ ایجاب تو کر چکا ہوں آدھی ہوگئی اب کوئی دیدے تو مکمل ہوجائے گی۔ تو پوچھا کہ پڑھنے تو آئے ہو کھانے پینے کا بندوبست ہے کہا کہ پینے کا تو ہے کھانے کا آپ فرمادیں۔ بہرحال اللہ تعالی نے مال کو بھلائی بنا کر پیدا کیا ہے اور یہ سبق دیا کہ اصلی وطن کیلئے جمع کرے نہ کہ اسی دنیا میں اجاڑ جائے۔ گویا اس لئے یہ نظام فرمایا کہ مال حلال ہو اور حلال جگہ خرچ ہو تاکہ بچت ہو اور مسلم کی قومی و ملی کاموں میں صرف ہو۔ اگر یہ طریقہ ہو تو یہاں کام بن گیا ادھر آخرت بن گئی۔ حدیث شریف کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر خاتون جنت حضرت علیؓ کی بیوی حسن و حسینؓ کی والدہ ماجدہ آپ اپنے گھر کی چکی خود پیستی تھیں اور چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ آج سے چوالیس برس قبل میں نے حج کے موقعہ پر اس چکی کی زیارت کی تھی۔ اور اپنے نازک بدن مبارک پر ایک میل کے فاصلہ پر سے مشکیزہ بھر کر لاتی تھیں اور گھر کے جانور گھوڑا وغیرہ کا گھاس بھی خود لاتی تھیں۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فراخی ہوگئی تو حضرت علیؓ نے

فرمایا کہ میں جب تجھے کام کرتا دیکھتا ہوں تو قلب کو تکلیف ہوتی ہے تو آپ اپنے ابا جان کے پاس جائیں اور یہ حال سنائیں کہ حضورؐ محنت کرنے سے تکلیف ہوتی ہے تو کوئی خادمہ عنایت فرمادیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ خاموش ہوگئیں مگر حضرت علیؓ نے اصرار کیا کہ پیغمبرؐ کی بیٹی کا یہ حال ہے حضرت علیؓ کا مکان دو میل دور تھا خیر گئیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ حیاء کی وجہ سے درخواست نہ کرسکیں۔ حضرت عائشہ رضؓ جو سوتیلی ماں تھیں ان سے یہ بات عرض کردی کہ میرے جانے کے بعد ابا جان سے عرض کردینا تو حضرت ام المومنین رضؓ نے انکے چلے جانے کے بعد درخواست پیش کی۔ حضورؐ بجائے اس کے کہ جواب دیتے بلکہ عشاء کی نماز کے بعد خود تشریف لے گئے جب حضرت علیؓ و حضرت بی بی فاطمہ رضؓ نے دیکھا تو ادباً کھڑے ہوگئے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ تو فرمایا کہ تونے یہ درخواست کی ہے تو بی بی کی آنکھیں شرم سے نیچے ہوگئیں میں نے کہا جی ہاں فرمایا بیٹی مدینہ میں بہت محتاج ہیں اس میں شک نہیں کہ کنیز موجود ہے مگر جو سب سے زیادہ محتاج ہو اس کو دیدوں مگر آپکو میں ایک چیز بتلاتا ہوں جو سب خادم وغیرہ سے بہتر ہے فرمایا کہ جب عشاء کا وقت ہوجائے تو 33 بار سبحان اللہ اور 33 بار الحمد اللہ 34 بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ساری عمر اس کو پڑھتا رہا اس سے معلوم ہوا کہ سچائی محمدی کیا تھی کہ اپنی اولاد کو دکھ تکلیف ہو اور غیر کو نہ ہو اس کو تسبیح فاطمی کہتے ہیں۔ دس لاکھ مربع میل پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی تھی مگر گھر میں چراغ نہ تھا گھر بھی ایسا کہ چھت کیلئے کمبل استعمال فرماتے تھے اور اتنا تنگ کہ تہجد کے وقت سجدہ کی جگہ نہ ملتی تھی اور دشمنان دین نے اس حد تک اقرار کیا کہ آدم کی اولاد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل زندگی کا نمونہ کسی نے پیش نہیں کیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد میں سے سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمۃ الزہرا رض تھیں وفات کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر کان میں کوئی بات کی تو بی بی رو پڑیں۔ پھر دوبارہ بات فرمائی۔ تو ہنس پڑیں حضرت عائشہ رض نے پوچھا کہ کیا بات تھی تو فرمایا کہ یہ تو راز رسول اللہ ہے میں نہیں بتاتی پھر آپ نے فرمایا کہ میں بھی تو تمہاری والدہ ہوں تو پھر فرمایا کہ پہلی بات یہ تھی کہ فرمایا کہ بیٹی میں اب جا رہا ہوں تو باپ کی جدائی نے دل کو غمگین کر دیا تو رو پڑی دوسری بات یہ کہ میرے بعد سب سے پہلے آپ ہی مجھے ملیں گی تو پھر خوش ہوئی۔ اکتساب کے سلسلہ میں انفاق بالکل بیان ہو چکا ہے قانون حرکت و قانون تقسیم باقی بیان کرنا ہے آج اس دنیا سے تبلیغی جماعت کے عالم رحلت فرما گئے ہیں اللہ اس جماعت میں ایسا عالم پیدا کر دے کم سنی میں فوت ہوئے ہیں جب دیوبند

میں پڑھتے تھے تو ابھی داڑھی بھی نہ آئی ہوئی تھی اللہ مولانا محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ صاحب مرحوم کی قبر کو منور کرے اور بخشش عطاء فرمائے اور سب بیماروں کیلئے بھی دعا کریں کہ اللہ انکو شفاء عطا فرمادیں۔

درس نمبر ۲۴
9-4-1965

شانِ ربوبیت ۱۳

(انفاق بالمحل ۲)

اللہ کی رب العلمینی کے اثر سے، اللہ نے ہماری دنیوی اصلاح کیلئے ہدایات فرمائی ہیں کہ جو مال خرچ کرنا چاہو تو ضرورت کی جگہ خرچ کرو بیجاہ اور گناہ پر خرچ نہ کرو تاکہ قیامت کے سخت عذاب سے میری مخلوق بچ جائے شراب سود وغیرہ میں خرچ کرنا یہ سب گناہ میں شریک ہیں۔ تو مال جیسی عظیم نعمت عذاب بنکر آگ بن جائے تو یہ تو بہت بری چیز ہے ولاتبذرتبذیرا اسلام نے ہر برائی سے بچنے کیلئے تدابیر پیش کیں۔ تو بذر عربی میں تخم کو کہتے ہیں معنی یہ کہ تم اسراف نہ کرو اور مثال تخم سے دی تاکہ آدمی سمجھ جائے کہ اگر تخم زمین میں کاشت کیا تو اس کے بدلہ کئی دانہ میسر ہونگے اگر گندی اور شوریلی زمین میں ڈالا تو زیادہ کی امید تو کیا اصل تخم بھی ضائع ہوجاتا ہے اگر صحیح جگہ پر صرف کیا تو یہ تصور کرو کہ یہ دانہ کئی تخم دیگا۔ اسی طرح اللہ تعالی کے ہاں اگر غلط رستوں پر صرف کیا تو اصل تخم بھی ضائع کر دیا اگر جائز جگہ پر صرف کیا تو ایک دانہ کئی دانے نکالے گا۔ تو جب غلط راستوں پر مال خرچ نہ ہوگا تو

عمدہ راستوں کیلئے بچ جائے گا۔ دیکھو آجکل بہت سے گناہ ایسے ہیں
کہ آدمی انکو گناہ تصور ہی نہیں کرتا مثلاً غلط رسومات اور ریاء کاری
وغیرہ۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ مال اللہ کی نعمت ہے ناپسند
جگہوں پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ مثال دی کہ
اگر کوئی شخص کسی کو یکصد روپیہ دے اور یہ کہے کہ میں سفر پر جارہا
ہوں پیچھے میرے گھر پر اس سے خرچ کرنا اگر اس نے یہ پیسہ اسکی
مرضی کے خلاف شراب وغیرہ پر خرچ کر دیا تو وہ یقیناً اس سے خفا
ہوگا اور ناراض ہوگا۔ تو اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ مال کو جائز جگہ پر
خرچ کرو تو اگر ناجائز جگہ پر خرچ کیا اور جائز جگہ پر بھی حد سے زائد
خرچ کیا دونوں صورتوں میں یقیناً اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔ حدیث کہ
میانہ روی روزگار ہے مال کا آنا اپنے اختیار میں نہیں لیکن خرچ کرنا
اپنے اختیار میں ہے۔ جو میانہ روی کریگا نصف المعیشت یعنی اسکو
نصف روزی مل گئی۔ دوسری حدیث کہ وہ آدمی کبھی غریب نہ
ہوگا جو ضرورت سے زائد خرچ نہ کریگا۔ تو شریعت نے انسان کو
تعیش سے منع فرمایا ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک ہاتھ میں سونا اور ایک ہاتھ مبارک میں ریشم لیکر فرمایا کہ یہ
میری امت پر مردوں کے لئے ممنوع ہیں قیامت کے دن سونا پہننے
والے کو اس سونے سے داغا جائے گا۔ اس طرح سونے چاندی کے
برتن کے استعمال سے منع فرمایا اگر استعمال کیا تو قہر الٰہی مانگنا ہوگا
اور کپڑا ضرورت سے زائد منع فرمایا۔ مثلاً ٹخنوں سے کپڑا لمبا ہو

جائے یا اور کوئی زیادتی ہو جائے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کے ساتھ اللہ کبھی نہ نظر کریگا نہ کبھی گناہ سے پاک کریگا کہ نہ شفقت فرمائے گا۔ اور ان کے لئے عذاب الیم ہوگا اس بات کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہ بار فرمایا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر حضرت ابوذرؓ غفاری فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ تین آدمی تو برباد ہوگیے تو پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریح فرمائی کہ وہ کون سے ہیں (1) لالچی آدمی (بخل اور لالچ میں فرق بخل موجود پر اور لالچ غیر موجود پر یہ قول حضرت امام منذری سے مروی ہے) حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی بوڑھا تو ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں جوان ہوتی ہیں ایک مال کا حرص اور ایک عمر کا حرص۔ حدیث قدسی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک کہ اگر ایک انسان کے دو میدان سونے چاندی کے ہوں تو وہ تیسرا بھی مانگے گا اور اولاد آدم کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ (2) احسان جتلانے والا اگر آپ نے کسی پر احسان کیا تو یہ رقم آپ نے اپنے اصلی بینک میں رکھدی تو احسان کیوں جتلاتے ہو۔ حدیث کہ جب تم خیرات کرتے ہو تو پہلے اس چیز کو اللہ تعالی اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ اور بعد میں اس کو ملتی ہے تو یہ تو آخرت تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں احسان کس بات کا جتلاتے ہو۔

(3) تیسرا آدمی جو حد سے زیادہ کپڑا پہنے۔ ریاض الصالحین میں ہے کہ ضرورت سے زائد خرچ کرنا قمیص پگڑی اور تہمد میں بھی ہوتا ہے اس کو بھی اسلام نے منع فرمایا ہے کہ ان سے بچا کر صحیح جگہ پر خرچ کرو۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے گذرا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی چادر کو اونچا کرو پھر میں نے اوپر کیا پھر فرمایا پھر میں نے اوپر کیا۔ جب ابولؤلؤ نے حضرت عمرؓ فاروق کو خنجر مار کر زخمی کردیا اس وقت صحابیوں کی کافی تعداد جمع ہو گئی ایک کی چادر لمبی تھی آپ نے فرمایا کہ میاں چادر کو اونچا کرو دیکھو عین تکلیف کی حالت میں بھی تبلیغ جاری ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ نانوتوی نے ایک لمبی چادر والے شخص کو دیکھا تو اسے فرمایا کہ میاں میں مسجد میں جاتا ہوں دیکھنا کہ میری شلوار کے پائنچے شریعت کے خلاف لمبے تو نہیں۔ وہ آدمی سمجھ دار تھا وہ سمجھ گیا کہ حقیقت میں یہ مجھے فرمایا جارہا ہے تو وہ پشیمان ہوا اور کپڑے کو درست کیا۔ قرآن فرماتا ہے کہ مال کو اتنا بند نہ کرو کہ ضرورت کی جگہ خرچ نہ ہو اور اتنا نہ دو کہ حد سے زیادہ بڑھ کر قیامت میں تکلیف کا سبب بنے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے کپڑے نہایت سادہ اور صاف ہوتے تھے میاں اگر آدمی سو روپیہ گز والے کپڑے پہنے یا دو روپیہ گز والے پہنے اس میں کیا فرق ہے مطلب تو ہے کہ ستر ڈھانک لیا جائے وہ دونوں سے حل ہوجاتا ہے اور سو روپیہ والے

انسان تنگدست ہو جاتا ہے۔ آج تو بس یورپ کے کسی حمار لایعقل کے بنگلہ کو دیکھا تو اس کے مطابق اپنا تیار کروالیتے ہیں کیا اندھی تقلید ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طبیعت میں ایک بار جوش ہوا کہ ضرورت سے زائد خرچ نہ کرونگا تو اس دوران بغداد سے سفر پیش آیا تو فہرست ضروریات سفر تیار کی۔ (1) ایک پیالہ کھانے کیلئے۔ (2) ایک پیالہ پینے کیلئے (3) ایک لوٹا ضرورت کیلئے۔ جب ان ضروریات کو لیکر چل پڑا دیکھا کہ ایک بدو دجلہ کے کنارے چلو سے پانی پی رہا ہے تو تب معلوم ہوا کہ غزالی تیرے انتخاب سے بدو کا انتخاب صحیح نکلا کہ پینے کیلئے پیالہ کی کیا ضرورت ہے اللہ نے ہاتھ کس لئے بنائے ہیں۔ ہم جن چیزوں کو ضروریات تصور کرتے ہیں ان میں اکثر بے ضرورت ہوتی ہیں۔ تو آپ نے وہ پیالہ کسی کو دیدیا حلال کمائی سے یہ فضول شیطانی یورپی اخراجات پورے نہیں ہوتے اس لئے توراشی بننا پڑتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کتنے ممالک فتح کئے مگر کھانے کیلئے صرف خرما کے دانے ساتھ ہوتے تھے جن کی تعداد ایک دانہ یا دو دانہ ہوتی تھی مگر آج ہر فوجی کیلئے علیحدہ کوٹا مقرر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے الجزائر سے لیکر چین تک فتح کی مگر فضول خرچ نہ بنے ہم نے فتح بھی نہیں کیا مگر عیاش اور فضول خرچ بن گئے ہیں۔ وہ ضرورت کے مطابق خرچ اور فتح کرتے تھے۔ ایک بار ہارون الرشید نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ کسی اللہ والے سے ملوں حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کہاں جانے کا

ارادہ ہے فرمایا امام اعظم کے شاگرد حضرت داؤد طائی کے پاس ارادہ ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بیس سال گذارے ہیں مگر کبھی انکو سر ننگے یا ٹانگیں پھیلاتے ہوئے نہیں دیکھا میں نے ایک دن عرض کی کہ حضرت تنہائی میں تو کرلیا کرو فرمایا کہ اللہ کا ادب کرنا ضروری ہے۔ تو بادشاہ ہارون الرشید حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر گئے۔ کنڈی لگی ہوئی تھی۔ کھٹکھٹائی تو آواز آئی کون فرمایا امیر المومنین جواب دیا کہ میں ظالم سے نہیں ملنا چاہتا تو پھر امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ انکو لیکر انکی والدہ کے پاس گئے والدہ نے سفارش کی پھر بھی نہ مانے آخر والدہ جوش میں آکر فرمانے لگیں والدہ کی خوشی اسی بات میں ہے اور رب العزۃ نے والدہ کی خوشی چاہی ہے۔ آخر زیارت کی اجازت دی مگر چراغ بجھا دیا تاکہ ظالم کا چہرہ نہ دیکھوں۔ بادشاہ نے ایک اشرفی نکالکر تحفہ کے طور پر پیش کی اور کہا کہ یہ حلال کی ہے۔ فرمایا لے تو لیتا مگر اب اس کا لینا فضول ہے کیونکہ اس وقت میرے پاس خرچ موجود ہے کہ والد کی وراثت سے جو مکان ملا تھا اسکو فروخت کرکے پیسے اپنے پاس رکھے ہیں روزانہ اپنی ضرورت کے مطابق اٹھا کر خرچ کرلیتا ہوں اور اللہ تعالی سے دعا کی ہے کہ یااللہ العزیز جب یہ ختم ہوجائیں تو مجھے دنیا سے اٹھا لینا۔ تو اس دوران میں حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کتنے درھم باقی ہیں فرمایا دس اور روزانہ ایک درھم خرچ کرتا ہوں جب

دن پورے ہوگئے تو حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ طلبہ کو
زمانے لگے آج داؤد طائی فوت ہوگئے ہونگے کیونکہ وہ مستجاب
الدعوات تھے تو اسی دوران میں اطلاع ملی کہ حضرت داؤد طائی وفات پا
گئے ہیں۔ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں حضرت فاروق اعظم
مدینہ سے کئی میل دور اونٹوں کے پالان رکھے تھے وہ خود اٹھا لائے
ایک صحابیؓ نے عرض کی کہ یہ تو غلاموں کا کام ہوتا ہے آپ نے
کیوں تکلیف کی فرمایا کہ قیصر کے بادشاہ نے میری بہت تعریف
کی ہے تو قلب میں تکبر کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا تو اس لئے یہ کام کیا
تاکہ نفس سرکش مردہ رہ جائے۔ بہر حال اسلام نے حرام جگہ اور
بے ضرورت خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آج کل عورتوں اور
مردوں کے کپڑوں اور زیورات پر مال صائع ہو رہا ہے یہ خرچ بھی
شرعاً منع ہے اندازے کے مطابق ہو بے اندازہ نہ ہو اللہ نے فرمایا
بیضرورت خرچ نہ کرو ایک سخت گھڑی آنے والی ہے اس کے
لئے خرچ کرو۔ دنیا میں انسان نیکی و بدی و مال وغیرہ کما سکتے ہیں مگر
جب موت آگئی تو پھر ایک ذرہ کے برابر بھی کمائی نہیں کرسکتا۔
حدیث شریف کہ آج کے دن کمانا ہے حساب نہیں اور کل
حساب ہے کمانا نہیں۔ بس یہاں جان نکلی تو ادھر مقام آخرت میں
قدم داخل ہو گیا اس لئے آج اور کل کا لفظ فرمایا۔ دنیا میں تو دوسرا
آدمی بھی دیدیتا ہے مگر وہاں تو سخی سے سخی بھی دوسرے کو نہ دیگا۔
قرآن کہتا ہے کہ ایک نفس دوسرے کے کام نہ آئے گا حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بکری ذبح کی گئی کچھ اس نے کباب بنائیں گے۔ (چونکہ حضرت پٹھان ہیں اور کباب پسند فرماتے ہیں اس لئے یہ لفظ فرمایا ورنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان عمدہ کھانوں کو استعمال نہیں فرماتے تھے غالباً کسی اور نوعیت کا کھانا ہوگا)۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ گوشت بچا بھی ہے عرض کی کہ تین حصے توراہ خدا میں دئے ہیں ایک حصہ پڑا ہے فرمایا یہ غلط کہا ہے جو حصے خدا کی راہ میں دئے وہ تو باقی ہیں اور جو اپنے لئے رکھا وہ ضائع ہو گیا۔ تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ صحیح خرچ کردیہ ہے رب العلمین کی رب العلمینی۔

شریعت نے کہا کہ زمین کے معدنیات میں سے خواہ کچھ بھی ہو غریب کا پانچواں حصہ ہے۔ مگر آج معدنیات کی کانیں ہیں مگر غرباء کی بات تک بھی نہیں سنتے۔ اس کے بعد زمین کی پیداوار اگر قدرتی ہو تو دسواں حصہ اگر نہری یا کنوئیں وغیرہ سے آبپاشی ہو تو پھر ہر پیداوار کا بیسواں حصہ غرباء کیلئے ہے۔ یہ قربانی کی عید بھی رب العلمینی کے تحت ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ غریب روتا رہے اور امیر کے گھر عید ہو اور قربانی ہو اسی طرح عیدالفطر کے موقعہ پر فطرانہ مقرر کیا۔ میں نے بار بار کہا کہ قربانی ایک ایسی چیز ہے کہ اسکی متبادل کوئی چیز بھی مقبول نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے قربانی کے بدلہ ایک کروڑ روپیہ خرچ کیا تو یہ ایک کروڑ روپیہ ایک صد روپیہ والی قربانی کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد

گرامی ہے کہ خون کے پہلے قطرہ کے گرنے سے قربانی کرنے والے کی مغفرت ہوجاتی ہے پھر یہ کہ بدن پر جتنے بال ہیں تو جانور کے پورے بالوں کے بدلہ یعنی ایک بال کے بدلہ ایک گناہ بخش دیا جاتا ہے یہ چیز رقم دینے میں تو حاصل نہیں ہوسکتی۔ آج یورپ کہتا ہے کہ قربانی کے بدلے رقم دیدو آج اللہ تعالی کے قانون میں ترمیم کی جرأت کی جارہی ہے جبکہ دنیا کے قانون میں کسی کو ترمیم کا حق حاصل نہیں اگر ہو تب بھی اللہ کے قانون ابدالاباد جوں کے توں رہے ہیں اور رہیں گے ان میں کسی کو ترمیم کا حق حاصل نہیں۔ اگر ہم ریل میں ڈاکخانہ کی ٹکٹ لے کر سفر کریں اور رقم بھی ایک ہو تو کیا سفر کرنے دینگے ہر گز نہیں ہوسکتا۔ مگر آج کھجلی ہوئی تو اللہ کے دین میں ترمیم کرنے لگے۔ انکو قربانی کی حقیقت ہی معلوم نہیں۔ قربانی ایک حلال جانور ہے اور انسان کے اندر بھی ایک جانور موجود ہے انسان کو انسان بھی اور حیوان بھی کہتے ہیں۔ بہیمی ایک لحاظ سے ہم بھی جانور ہیں جانور کے اندر حلال و حرام نفع و ضرر کی کوئی تمیز نہیں کہ جو چیز جسکی سامنے آگئی بس کھا ڈالی اسی طرح حیوانیت انسان کے اندر بھی ہے اسکی خواہش ہے ۔۔۔ چیز کر ڈال جاہے درست ہو یا نا درست۔ مگر اسلام کا لب لباب یہ ہے کہ خدا چاہا کرینگے اور جی چاہا نہیں کرینگے۔ تو اللہ ہماری حیوانیت کو قربانی کی شکل میں لاتا ہے۔ کہ قربانی کے جانور پر چھری پھیرتے وقت قلب میں یہ تصور ہو کر یا اللہ آج سے ہم اپنے نفس چاہے پر

چھری ڈال رہے ہیں خدا چاہا کرینگے اور جی چاہا نہیں کرینگے۔ ایک اور دوم یہ کہ یہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبرؑ حضرت ابراہیمؑ کی نشانی ہے وہ یہ کہ حضرت کو اللہ نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو قربان کرو اور کاٹو بھی اپنے ہاتھ سے حضرت ابراہیمؑ کا کتنا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ بیداری میں نہیں خواب آنے پر اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا۔ خیر جو کچھ حکم ہوا آپؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا تو وہ کوئی کالج یا یونیورسٹی کا بیٹا تو نہیں تھا سنتے ہی بول اٹھا کہ ابا جان جو حکم ہوا ہے اسکو کر ڈالیں آپ مجھے صابر پائیں گے۔ جو کچھ ہوا خیر بعد میں دنبہ کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا مسلمان کیلئے قربانی دینا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم ملت ابراہیمی پر چلنے والے ہیں۔ خدا ان شریر ترمیموں سے دین کو محفوظ رکھے جو یہ دنیا دار کر رہے ہیں۔

درس نمبر ۲۵
18-4-1965

مال کی تقسیم

(حقیقت الموت)

اللہ جل جلالہ رب العلمین ہے دنیاوی تربیت کے سلسلہ میں مال کیلئے جو قوانین ارشاد فرمائے ہیں ان میں ایک حرکت مال اور دوم مال کی تقسیم ہے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ مال چکر لگائے ایک جگہ بند نہ رہے جس طرح خون گردش کرے تو زندگی ہے ورنہ موت ہے تو اللہ نے مال میں زکوۃ کا قانون رکھا اور زمین سے اشیاء جو پیدا ہوتی ہیں ان میں قانون رکھا۔ زکوۃ میں چالیسواں حصہ اور پیداوار میں دسواں اور بیسواں حصہ اور معدنیات میں غربا کیلئے پانچواں حصہ مقرر فرمایا اور عیدالفطر پر فطرانہ اور عیدالاضحی پر کھال و گوشت وغیرہ مقرر کیا تاکہ غرباء کا نظام زندگی عمدہ رہے۔ تو قانونی اور اخلاقی ہے کہ جو ضرورت سے زائد ہو وہ غریب کو دیدے تاکہ اصلی وطن میں منتقل ہوجائے یہ تو زندگی میں حرکت کا سامان تھا۔ موت کے بعد تقسیم کا انتظام فرمایا۔ کہ موت کے بعد لڑکی و لڑکوں دونوں کیلئے حصہ مقرر فرمایا ہندو مذہب میں صرف نرینہ اولاد کو ملتا ہے لڑکیاں محروم ہیں۔ اور یورپ میں صرف بڑے لڑکے کو باقی

سب محروم ہیں۔ لیکن اسلام نے سب کیلئے حصہ مقرر فرمایا اور ایسا طریقہ رکھا کہ دنیا و آخرت دونوں میں انسان کو فائدہ ہو اور غرباء کا بھی فائدہ ہو۔ جب آدمی آخرت کی طرف کوچ کرتا ہے تو پھر تربیت دنیوی کے بعد تربیت اخروی کا مقام آجاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مرنے کے بعد زندگی مٹتی نہیں صرف منتقل ہوجاتی ہے۔ جس طرح پہلے ماں کے پیٹ میں تھا پھر باہر آیا پھر ایک کیفیت سے دوسری کیفیت تبدیل ہوتی رہی اسی طرح یہ بھی ایک انتقال ہے۔ تو ایک سفر یہ کہ بچہ ماں کے پیٹ سے دنیا میں آیا اور دوسرا سفر دنیا سے قبر میں گیا اور تیسرا سفر یہ کہ قبر سے میدان حشر میں جائے گا۔ اور چوتھا سفر فیصلہ کے بعد جنت یا جہنم میں کریگا۔ گویا جنت اور جہنم دونوں دارالقرار ہیں ان کے بعد اور کوئی سفر نہیں۔ موت کے ذریعہ اللہ نے کئی انتظامات کئے ہیں۔ مختصراً بیان کرتا ہوں۔ ایک موت اور دوسرا موت کا عملی زندگی پر اثر۔ سوم حقیقت الموت چہارم تربیت الٰہی متعلقہ موت۔ پنجم نتائج موت۔ موت کا تصور عملی زندگی پر بڑا اثر رکھتا ہے۔ اللہ تعالی نے بندہ کو آخرت کمانے کیلئے بھیجا ہے۔ کیونکہ آخرت کمانے کیلئے دنیا کی زندگی دی جب دنیاوی زندگی ختم ہوگئی تو آخرت کمانا بھی ختم ہوجاتا ہے۔ قرآن چنانچہ ہر آدمی نیک ہو یا بد مسلم ہو یا کافر قیامت کے دن کہے گا اے خدا ہمیں ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ آخرت کمائیں۔ جواب ملے گا کہ اب نہیں ہوسکتا بس جو کچھ کما

لائے ہو۔ اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی آخرت کمانے کیلئے دی ہے۔ دنیا و آخرت بالمقابل چیزیں ہیں جس طرح ترازو کے پلڑے ہوتے ہیں اگر ایک جھکا تو دوسرا اوپر آجائے گا۔ انسان نے اپنی دنیاوی زندگی کے پلڑے کو وزنی رکھا اور آخرت کی زندگی کا پلڑا ہلکا ہو گیا تو جسقدر آدمی دنیا کے ساتھ چمٹا رہے گا۔ اس قدر آخرت سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اس لئے انسان کو نظام آخرت کیلئے ابھارنا ہے تو اس کا واحد علاج ہے کہ دنیا کی محبت مغلوب اور آخرت کی محبت غالب ہو اور یہ مقصد تصور موت کے بغیر نہیں ہوتا۔ جب آدمی یہ تصور کرے کہ موت کا معنی مرنا اور مرنا یہ کہ دنیا کا ترک کر دینا ہے تو جس آدمی کو کوئی چیز ترک کرنا ہو تو دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ تو آخرت کا تصور و محبت و فکر بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ وہ چابی ہے کہ جس سے نیکی کی مشین خود بخود چلتی ہے۔ تو اللہ کی شان رب العلمینی نے موت اس واسطے رکھی ہے کہ دنیا میں منہمک ہو کر انسان فکر آخرت سے غافل نہ ہو جائے۔ حدیث قدسی اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسی کوئی بات نہیں کھٹکتی جیسے یہ بات کھٹکتی ہے کہ میں مومن کی روح کو قبض کروں کیونکہ وہ مرنا نہیں چاہتا اور دوسری طرف میری حکمت کا تقاضا ہے کہ موت ہی صرف آخرت کی طرف انتقال کا ذریعہ ہے۔ اور یہ محبت دنیوی کی وجہ سے کہتا ہے کہ نہ مروں تو اللہ فرماتے ہیں کہ مومن کو ناراض نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر حکمت خداوندی کا تقاضا محبت پر غالب آجاتا ہے۔ تردد

عربی لغات میں کہتے ہیں کہ ایک چیز کے متعلق قلب کہے کہ ہو اور کبھی کہے کہ نہ ہو۔ تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ موت کے وقت مومن چاہتا ہے کہ نہ مروں اور میری حکمت کا تقاضا موت ہے تو میرا ارادہ دو طرف مائل ہوتا ہے یعنی اللہ تعالی مومن کی اتنی معمولی سی تکلیف بھی برداشت نہیں کرتے۔ اور اللہ کو تو کوئی نفع ضرر ہی نہیں یہ کتنی بلند عظمت ہے رب العلمین کی۔ تو دو طرف مائل ہونے کو تردد کہتے ہیں موت کا انسانی اعمال پر یہ اثر ہے۔ (1) موت کے بعد کمائی کا موقعہ ختم ہو جاتا ہے۔ بزرگان فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہ میدان میں اشرفیوں کا ڈھیر لگا کر یہ اعلان کر دے کہ ایک گھنٹہ میں جو کوئی لے جاسکتا ہے لیلے گھنٹہ کے بعد جرم ہو گا۔ تو بزرگان دین فرماتے ہیں کہ کون بد بخت ہو گا جو اس گھنٹہ کو ضائع کر دیگا۔ تو اللہ تعالی نے بعینہ یہی انتظام کیا کہ موت کے وقت تک کمانے کی مہلت دی کہ اصلی وطن کو اگر اعمال حسنہ اٹھا لے جاؤ تو تم کو اجازت ہے لیکن جب وقت ختم ہو گیا تو پھر اٹھانا نہ ہو گا۔ بادشاہ نے تو ایک گھنٹہ رکھا تھا مگر یہاں تو ایک سیکنڈ کی بہت مہلت یقینی نہیں تاکہ ہر دن کو زندگی کا آخری دن سمجھ کر دنیا کی لالچ و حرص قلب سے نکلے اور آخرت کی محبت پیدا ہو۔ ایک تو کمانے کی فرصت انسان کے عمل کو درست کر رہی ہے دوسرا یہ کہ اللہ نے ہر آدمی کی موت کا وقت مقرر رکھا ہے مگر اللہ کے دفتر میں ہے۔ ہم کو اطلاع نہیں جب اطلاع نہیں تو ہر وقت خوف رہے کہ

کس وقت موت کی گھنٹی بج جائے تو اس خوف سے آدمی دین کے کاموں میں زیادہ تیز ہوجائے گا۔ دنیا کو انسان جتنا کمانا چاہے نہیں کما سکتا کیونکہ رزق اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اندازہ مقرر فرمایا ہے مگر آخرت کمانے کیلئے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی جتنا کماؤ کما سکتے ہو تو زمان بھی معلوم نہیں فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ الخ کہ جب موت آئے گی تو ایک لمحہ کے لئے بھی عین مقرر وقت سے آگے پیچھے نہ ہوگی اور مکان بھی معلوم نہیں کہ زمین کے کس ٹکڑے پر نکلے گی وما تدری نفس بای ارض تموت کوئی آدمی نہیں جانتا کہ میری جان کہاں نکلے گی۔ تو جان نکلنے کا نہ زمانہ اور نہ مکان کا علم ہے جب علم نہ ہوا تو ضرور ہی انسان کے اندر آخرت کمانے کا شوق پیدا ہوگا۔ حدیث قدسی کہ تمام مزے مٹانے والی موت کو ہر وقت یاد رکھا کرو کیونکہ موت کی یاد سے ایمانی نور بڑھتا ہے۔ صحیحین کی حدیث مبارکہ ہے کہ جب ایک تہائی رات گذر جاتی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوجاتے اور اونچی آواز میں ارشاد فرماتے کہ ایسا یقین سمجھو کہ قیامت کا پہلا صور آپہنچا اور دوسرا صور جس سے زندگی ملے گی آنے والا ہے اٹھو آخرت کماؤ۔ موت اپنی سختی کے ساتھ آپہنچی بزرگان نے فرمایا کہ موت کا تصور آدمی کو بلا فکر آخرت مطمئن نہیں کرتا۔ مثلاً ایک آدمی عمدہ کمرہ میں عیش سے کھانا کھا رہا ہو تو اچانک اسکو کہا جائے کہ دشمن آگیا تو

فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون

کھانا کھانا نہ رہے گا۔ حالانکہ دشمن کا آنا یقینی نہیں بنسبت موت کے کہ اس کا آنا یقینی ہے۔ بزرگان دین نے موت کا مراقبہ رکھا کہ رات کو سوتے وقت دس منٹ آنکھیں بند کر کے قلب میں یہ خیال کرو کہ میں نے ایک دن مرنا ہے پھر مجھے غسل دینگے پھر میرا جنازہ پڑھیں گے۔ پھر مجھے دفنائیں گے۔ بزرگان فرماتے ہیں کہ اگر انسان یہ مراقبہ باقاعدگی سے روزانہ کرتا رہے تو انشاء اللہ العزیز چند دنوں میں قلب کی کیفیت تبدیل ہو جائے گی۔ اب حقیقت الموت پر مختصر بیان کرتا ہوں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کرتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ ایک بدن اور اس کے اندر ایک جان ہے جو پوشیدہ ہے جو نظر نہیں آتی۔ مثلاً ہاتھ وغیرہ ہل رہے ہیں مگر انکو ایک چیز ہلا رہی ہے وہ نظر نہیں آتی۔ اگر وہ چیز نکل جائے تو پورا بدن ساکن ہو جاتا ہے۔ اسی کو موت کہتے ہیں۔ اور یہی جان ایک قیمتی گوہر ہے اس کو بدن میں بھیجا ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر آخرت حاصل کر لے کیونکہ صرف بدن یا جان اکیلی سے کمائی نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت میں جان اور بدن دونوں ہونگے ہندو کے نزدیک جتنے جانور ہیں یہ انسانوں کی ارواح ہیں۔ کہتے ہیں کہ جتنے انسان مر چکے ہیں انکی روح مختلف جانوروں کی شکل اختیار کر کے دنیا میں آتی ہیں۔ اگر نیک جان ہو تو دولتمند کے گھر آتی ہے کیا یہ بیوقوفی کی حد نہیں۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج کیا میں مسلمانوں کی طرف سے گیا ایک آدمی کتابیں لایا میں

نے کہا کہ یہ تو مولوی کی کتابیں ہیں ہندو تو نہیں مانتے۔ خیر میں
نے سب سے پہلے پوچھا کہ منوجی مہراج کا مقام آپکے نزدیک کیا
ہے جواب دیا کہ جو منوجی کو نہ مانے وہ تو خبیث ہے میں نے کہا کہ
جو بات منوجی لکھ گئے ہیں وہ مانو گے کہا ہاں میں نے کہا کہ منوجی
لکھتے ہیں کہ ہندو کی چار ذاتیں ہیں۔ منوجی لکھتے ہیں کہ جو انسان گناہ
کرتے ہیں یعنی برھمن کو قتل کرتے ہیں انکی روح گائے اور بیل
میں منتقل ہو کر آتی ہے تو میں نے کہا کہ جہاں گائے اور بیل کو
دیکھیں گے تو ہم کہیں گے کہ یہ برھمن کے قاتل ہیں تو یقینی بات
ہے کہ ہندو کا فرض تھا کہ جب گائے پر نگاہ پڑے تو اسکو فوراً قتل
کردیں مگر ہندو بے غیرت نکلے۔ انہوں نے برھمن کے قاتل سے
قصاص نہ لیا مسلمانوں نے کہا کہ ہندو تو بے غیرت ہوگئے ہم اس
کا قصاص لیلیں تو اسلئے مسلمان ذبح کر دیتے ہیں۔ بس اتنی بات
سے اللہ نے مناظرہ میں کامیابی عطا فرمائی۔ حضرت شاہ جی بخاری
رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہندو سے کیسے ڈریں جبکہ ہم
ہندوؤں کے خدا کو ذبح کر کے کھاتے ہیں۔ یہ کتنا غلط تخیل ہے اور
اس میں نصف دنیا اس عقیدہ میں مبتلا ہے۔ جس طرح بعض کہتے
ہیں کہ مرزا غلام احمد کے پیچھے کتنے لوگ لگے ہوئے ہیں کہ کچھ ہوگا
میں یہ کہتا ہوں کہ کیا اس بدبخت نے حضرت نوح کو نہ چھوڑا وغیرہ۔
صرف یہی کتاب القرآن ہے کہ اس کے علاوہ سب غلط مذہب
ہیں۔ مثلاً یہ باطل مذاہب کہتے ہیں کہ بدی و نیکی کے نتائج صرف

جان پر ٹھونکے جائیں اور بدن کو شامل نہ کرو۔ یہ غلط ہے کیونکہ تمام نیکیاں یا بدیاں صرف جان نے تنہا تو نہیں کی بلکہ بدن بھی تو شامل ہے۔ فرض کرلو کہ ایک نابینا اور ایک لنگڑا باغ میں چوری کرنے کیلئے جائیں اب نابینا کہے کہ میں دیکھ نہیں سکتا اور لنگڑا کہے کہ میں توڑ نہیں سکتا تو دونوں نے ملکر سازش کی کہ لنگڑے کو نابینے نے اٹھایا اور خوب آم توڑے اتنے میں مالک آگیا اس نے پکڑ کر چالان کردیا اب عدالت اگر نابینے کو سزا دے تو بھی غلط اگر صرف لنگڑے کو سزا دے تو بھی غلط۔ تو در حقیقت تو دونوں نے چوری کی ہے۔ دونوں کو سزا ملے گی اسی طرح اللہ تعالی جان و بدن دونوں کو سزا دیگا۔

درس نمبر۲۶
23-4-1965

شانِ ربوبیت ۱۴

اس سے قبل درس میں موت کا بیان تھا تو موت یا مرنا جان اور روح کے نکلنے کا نام ہے جس میں چند چیزیں از روئے اسلام اور شریعت واضح کرنی پڑیں گی۔ (1) روح کی حقیقت کہ روح کیا چیز ہے تو موت کی حقیقت دو چیزوں پر موقوف ہے کہ روح کیا ہے ایک (2) یہ کہ خروج روح کے وقت کیا حالت ہوتی ہے۔ اللہ کی عظیم قدرت کے تحت یہ عظیم مسئلہ ہے کہ انسان روح کے ساتھ سب کچھ جانتا ہے اگر روح نکل جائے تو سب کچھ ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ انسان نے سب کچھ چھان ڈالا اگر نہ جانا۔ تو بد بخت نے خود روح کو نہ جانا۔ اللہ تعالی نے فرمایا یہ مسئلہ صرف اسلام میں نہیں بلکہ تمام مذاہب میں ہے۔ روح المعانی میں سورۃ کہف کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہودیوں کے پاس علم تھا کفار مکہ نے دو آدمی نضر اور عقبہ کو مدینہ میں یہود کے پاس بھیجا کہ ہمارے پاس ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے کوئی ایسی باتیں بتائیں کہ ہم اس پر غالب آجائیں۔ تین سو میل کا فاصلہ طے

کر کے گئے تو علماء یہود نے کہا کہ تین سوالات ان سے کرو۔ (1) کہ ذوالقرنین کے حالات و واقعات اور وہ کون تھا۔ (2) اصحاب کہف کے واقعات اور وہ کون تھے۔ (3) روح کیا چیز ہے اور کہا کہ اگر ان تینوں کا جواب دے تو بھی نبی نہیں اگر تینوں کا جواب نہ دے تو جانو کہ پھر بھی نبی نہیں اور اگر روح کے علاوہ دو کا جواب دیدے تو جانو کہ نبی ہے۔ کیونکہ روح کی حقیقت اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا نضر اور عقبہ مدینہ واپس آئے۔ حالات سنائے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوالات کئے گئے آپ نے روح کے بارے میں وحی کی انتظار کی قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا پوری کائنات کے لوگوں کو جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے اس لئے تم روح کی حقیقت نہیں جانتے یہی چیز بعینہ توراۃ میں ہے۔ خیر ہم تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ مرنا نام ہے روح کے نکلنے کا اور روح کی پوری حقیقت صرف رب العزۃ ہی جانتے ہیں جو کچھ انسان کو علم کی ضرورت تھی اسقدر دیا گیا۔ بدن کے ہر ہر عضو میں امر ربی ہے امر ربی کا معنی یہ کہ روح اور جان کا معاملہ کچھ خدا سے ملتا ہے۔ دیکھو ہر عضو مین جان ہے مگر نظر نہیں آتی اس طرح خدا پوری کائنات میں ہر جگہ موجود ہے مگر نظر نہیں آتے۔ تو من امر ربی معنی یہ کہ اللہ سے ملتی جلتی ہے جبھی تو اللہ تعالی نے انسان کو اپنا نائب بنایا ہے۔ محققین نے روح کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ جسم نورانی جسم نورانی علوی حی متحرک سارق البدن ایک جسم روشن منور عالم بالا سے آیا ہوا

زندگی اور حرکت اسکی صفت ہے جیسے گلاب کے پھول میں گلاب کا پانی اور کوئلے میں آگ اور مغز بادام میں تیل۔ اسی طرح ہمارے سر سے لیکر ہمارے پاؤں تک ایک روحانی چیز ہے اسکو روح کہتے ہیں معنی یہ کہ دو جسم ہوگئے ایک تو کثیف جسم ہوگیا۔ اور دوسرا جسم اس کے اندر ہے کہتے ہیں کہ اس روحانی جسم کی صورت بعینہ اس کثیف جسم کی ہمشکل ہوتی ہے مگر اس کا بدن کثیف سے ایسا تعلق ہوتا ہے جیسا کہ کوئلہ میں چنگاری۔ اور مغز بادام میں تیل۔ اور پھول کی پتی میں عرق۔ تو بدن کثیف گدلا ہے اور روحانی بدن لطیف ہے اور نظر نہیں آتا مطلب یہ کہ روح کیلئے بدن کثیف قالب ہے اسی پر حافظ بن قیم نے ایک سو سولہ دلائل بیان کئے ہیں (کتاب الروح) میں یہ دلائل موجود ہیں کہ روح جسم ہے جسم کا معنی یہ کہ اسکی لمبائی چوڑائی ہے مثلاً جس قدر انگلی پتلی ہے اس قدر روح بھی پتلی ہے۔ تو جو چیز لمبائی و چوڑائی رکھتی ہو اسکو جسم کہتے ہیں اور یہ نہیں کہ جسم کو آنکھ دیکھے کیا ہوا کو آنکھ دیکھ سکتی ہے ہرگز نہیں دیکھ سکتی۔ یہ مختصر سی روح کی حقیقت بیان ہوئی۔ لیکن یہ الٰہی شان ہے کہ بدن تبدیل ہو مگر اسکی کیفیت تبدیل نہ ہو البتہ بڑھنا و کم ہونا ایک علیحدہ چیز ہے یہ ہے الٰہی عجائبات میں سے۔ یقینی بات ہے کہ سورج جو طلوع و غروب ہوتا ہے تو ابتداء میں اس کا ابھرنا کم ہوتا ہے اور بعد میں رفتہ رفتہ پھیلتا ہے مگر سورج اپنی جگہ میں مکمل حالت پر موجود ہے۔ مثلاً کم سن بچہ مگر بعد میں رفتہ رفتہ پھیل کر

جوان اور بوڑھا ہوتا ہے تو بڑھنا اور کم ہونا ایک علیحدہ بات ہے۔ اسی طرح روح بھی اپنی حالت پر قائم ہے۔ موت کی حقیقت یہ کہ اس روح کو جسم سے علیحدہ کیا جائے قرآن کہتا ہے کہ مرنے کے وقت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اس سے معلوم ہوا کہ روح کو خدا قبض کرتا ہے یعنی روح قبض کرنا اللہ تعالی کا کام ہے قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم کہ روح کو موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔ معلوم ہوا کہ فرشتہ کرتا ہے تیسری آیتہ یہ کہ بہت سے فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں۔ محققین فرماتے ہیں کہ درست ہے کیونکہ اللہ تعالی کے حکم سے انسان مرتا ہے تو یہ فعل خدا ہوا۔ اور چونکہ اللہ تعالی نے اس کام کیلئے ایک سٹاف ملائکتہ اللہ کا مقرر فرما دیا ہے ان کا افسر ملک الموت ہے تو افسر انکو پابند کرتا ہے کہ فلاں وقت فلاں کی روح قبض کی جائے گی۔ اور فلاں وقت فلاں کی روح اور قبض روح کی حقیقت بتلا دی۔ اب شدت بوقت قبض روح بیان کرتا ہوں ابن ابی الدنیا نے کتاب الموت میں لکھا ہے کہ موت کی شدت وہ جانے جس پر گذر رہی ہو۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ کسی نے پچاس برس کے بعد خواب میں پوچھا کہ کیا حال ہے جواب دیا کہ حال یہ ہے کہ موت کی تلخی اب تک موجود ہے۔ یہ دو روایتیں ابن ابی الدنیا سے احیاء العلوم میں منقول ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضؓ زندگی میں فرمایا کرتے تھے (یہ مصر کے فاتح ہیں) کہ آدمی مرنے کے وقت موت کی حالت

نہیں بتا سکتا اگر مجھے مرنا آیا تو میں سائل کو بتلا دونگا۔ تو جب موت کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ یہ بھی صحابی تھے تو فرزند نے اپنے ابا سے جان کنی کے وقت سوال کیا تو جواب دیا کہ موت کا حال بتلاتا ہوں پیغمبرؐ کے صحابیؓ تھے ان کا مقام اور یہ دعوی انکی ہی شان ہے اور کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ تو فرمایا کہ اس وقت یوں سمجھ لو کہ آسمان اوپر سے گر کر میرے سینے پر آپڑا ہے۔ اور زمین نیچے سے دبا رہی ہے اور میں چکی کے درمیان میں گھس رہا ہوں اور جان اس طرح نکل رہی ہے جس طرح سوئی کے ناکہ سے آدمی کو نکالا جارہا ہو۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فلسفہ بیان کیا ہے واقعات تو بہت سے ہیں بس دو پر اکتفا کرتا ہوں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بحث کی کہ جان کنی کے وقت از روئے فلسفہ تکلیف زیادہ ہونی چاہیئے۔ موت کا تعلق براہ راست روح سے نہیں بلکہ بدن سے ہے تو اس واسطہ کے باوجود بھی روح کو کتنی تکلیف ہوتی ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے نقل کیا ہے کہ ہزار پہلوان ایک وقت تلوار سے حملہ کریں توجو تکلیف ہوگی اس قدر موت کے وقت تکلیف ہوتی ہے۔ تو امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر درد حرکت ہے مثلاً تلوار لگی یا جل گیا حقیقت میں الم و درد حرکت کا نام ہیں حرکت بدن کو ہوتی ہے نہ کہ روح کو۔ مگر بدن کے ذریعہ سے روح کو کتنی تکلیف واحساس ہوتا ہے۔ مگر موت کے وقت تو معاملہ ہے ہی روح کے ساتھ یعنی خود روح بلاواسطہ بدن

تکلیف اٹھائے گا تو بتاؤ پھر تکلیف زیادہ کیوں نہ ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اس سختی کے باوجود بھی آدمی چیختا چلاتا نہیں۔ کیونکہ اللہ میاں اسکی قوۃ کم کردیتے ہیں تاکہ موت کی سختی پردہ رازمیں رہے۔ اس میں شان ربوبیت بھی ہے دیکھو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ مثلاً نیک آدمی کو بسا اوقات جان کنی کے وقت بہت تکلیف ہوتی ہےاور کافر کو نہیں ہوتی۔ اس سے یہ تصور پیدا نہ ہو کہ اللہ میاں نے نیک آدمی پر سختی کی ہے۔ ابن ابی الدنیا کی کتاب الموت کی روایت سے ارشاد نبوی مَوتُ الفُجَأۃِ رَاحَۃُ المُؤمِنِ وَشِدَّۃُ الکَافِرِ کہ اچانک موت مومن کیلئے راحت اور کافر کیلیے تکلیف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن اور کافر دونوں پر اچانک موت آتی ہے مگر مومن کو راحت اور کافر کو سختی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ میاں چاہتے ہیں کہ کافر کیلئے آگے بہت مصیبتیں ہیں اسے اب کیا تکلیف دوں۔ زبیدی نے احیاء کی شرح میں بیان کیا ہے درحقیقت یہ حدیث سے مستنبط ہے کہ مومن کو موت کے وقت جو تکلیف دی جاتی ہے وہ خاص حکمت کے تحت ہوتی ہے۔ اللہ میاں نیک آدمی کیلئے ایک عمدہ و اعلیٰ مکان تیار کرتے ہیں مگر اس کے چند افعال ایسے ہوتے ہیں جو اس کے اور اس مکان کے درمیان رکاوٹ بنجاتے ہیں۔ تو اللہ میاں موت کے وقت سختی دیکران افعال کا ازالہ فرما کر اس نیک آدمی کو اس مکان تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کافر کو اچانک موت اس لئے کہ چونکہ وہ بھی مخلوق خدا ہیں تو کچھ تو انکی

تربیت دنیا میں کردی گئی اور کچھ انکو موت کی سختی نہ دی۔ کیونکہ ان کے لئے آگے عذاب عظیم تیار ہوتا ہے اس لئے اللہ انکو موت کی سختی نہیں دیتا کیونکہ آگے آخرت میں دوزخ کے سوا تو اور کچھ نہیں۔ یہ حقائق ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جان کنی کے وقت پانی کے پیالہ میں ہاتھ بھگو کر چہرہ مبارک پر لگاتے تھے اور منہ مبارک سے فرماتے تھے اے اللہ سکرات کے وقت میری مدد کرو دیکھو یہ معاملہ فخر کونین ختم المرسلین سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہؐ سے ہوا۔ البتہ جو جہاد میں شہید ہوجائے تو وہ اس عذاب سے مستثنیٰ ہے۔ حدیث کہ نہیں پاتا شہید موت کی سختی کو جیسا پاتا ہے تم میں سے ایک آدمی مچھر کے ڈنک سے۔ حدیث میں آیا ہے کہ شہید کو قبر کا عذاب اور موت کی سختی نہیں۔ جواب فرمایا تلواروں کی چمکار۔ کیونکہ اس نے اللہ کی محبت میں سر دیدیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات رکھے۔ معلوم ہوا کہ موت کا معاملہ سخت ہے مگر یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ ایسی سختی صرف ایک بار ہے کہ پھر کبھی موت نہ آئے گی اس میں پھر بھی رب العزۃ نے شان ربوبیت کا انتظام رکھا۔

وجاءت سکرۃ الموت بالحق امام راغب رحمۃ اللہ علیہ سو آگئی موت کی سختی یا بیہوشی یہ موت وہ تھی جس سے تو دنیا میں منہ موڑتا تھا۔ دیکھو تکلیف تو سخت ہوتی ہے مگر شان ربوبیت دیکھو کہ اللہ میاں موت کے وقت کچھ بیہوشی دیدیتے ہیں تاکہ موت کی سختی بھی معلوم نہ

ہو۔ کیونکہ موت کی تکلیف اس عمدہ و اعلیٰ محل کے پہنچنے کیلئے دی جاتی ہے تو بیہوشی بھی اعمال کے مطابق ہوتی ہے اگر نیک تو زیادہ بیہوشی اگر بد تو کم بیہوشی دی جاتی ہے۔ پھر قبض روح کے وقت اتنی تکلیف ضرور ہوتی ہے کہ جان نکلنا ایک تکلیف - دوم یہ کہ ملک الموت کو دیکھا یعنی اس کی ہیبت دوسری چیز اور تیسری چیز یہ کہ شرح احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ جان کنی کے وقت نیکی بدی لکھنے والے بھی نظر آجاتے ہیں تو اس سے خطرناک حالت کیا ہوگی۔ خروج روح کی تکلیف الگ۔ ملک الموت کی ہیبت۔ کاتبین کا مشاہدہ یہ کتنی تکلیفیں ہیں۔

درس نمبر ۲۷
25-4-1965

شانِ ربوبیت ۱۵

استقرار الارواح (۳)

اللہ جل جلالہ کی رب العلمینی کے سلسلہ میں موت کا بیان ختم ہوگیا صرف نتائج موت باقی ہیں۔ اس میں پہلی چیز یہ ہے کہ استقرار الارواح کہ مرنے کے بعد روحیں کہاں جاتی ہیں اور انکو کیا حالات پیش آتے ہیں۔ اور اس طرح تصور کرو کہ آج یا کل ہم سب کو پیش آنے والے ہیں اور کی بات نہیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ حاقہ کی تفسیر میں احادیث نقل کی ہیں کہ کوئی روح نہیں نکلتی بدن سے تاوقتیکہ ملائکہ یہ نہ بتلائیں کہ تیرا ٹھکانہ جنت ہے یا جہنم۔ یہ تو خود قرآن سے بھی ثابت ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ اس میں اللہ نے بیان کیا کہ مرنے سے قبل بشارت دی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد تیرا فلاں مقام ہے اور بشارت کی شکل کیا ہے صحیحین اور غیر صحیح کی حدیث یہ کہ ایک طرف فرشتے روح نکالتے ہیں اور دوسری طرف دنیا کی محبت رکاوٹ ہوتی ہے۔ بزرگان دین نے مثال دی ہے کہ شیشہ میں آپکی تصویر تو نظر آئے گی مگر شیشہ کے پیچھے والی چیز نظر نہیں آئے گی۔ اور

روح شیشہ کی نسبت ہزار گنا زیادہ صاف ہے اور بدن کی کثافت
بمنزلہ اس لکڑی کے ہے جو شیشہ کے پچھلی طرف لگی ہوتی ہے۔ تو
نزع کے وقت شیشہ والا رخ آخرت کی طرف ہوجاتا ہے اور لکڑی والا
رخ دنیا کی طرف ہوجاتا ہے تو اس لئے شیشہ کی حالت میں فرشتے
وغیرہ نظر آتے ہیں۔ تو فرشتوں کے ذریعہ مقام آخرت بتلا دیا جاتا
ہے۔ اگر انسان کافر ہو تو اس کو فرشتے کہتے ہیں کہ اگر تیرے اندر
ایمان ہوتا تو جنت کا فلاں مقام ملتا۔ اب دوزخ میں فلاں مقام تیرا
ہے۔ اور اگر مومن ہو تو بالعکس ہوگا کہ میاں اگر ایمان نہ ہوتا تو جہنم
میں تیرا فلاں مقام ہوتا لیکن تو خوش قسمت تھا کہ ایمان نصیب ہوا
اب جنت میں تیرا فلاں مقام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ
نقشہ 12 گھنٹہ یا کم و بیش وقفہ کے بعد پیش ہوتا رہے گا۔ حدیث
شریف کہ آدمؑ سے لیکر آخر تک مومن ہو یا کافر جنت و جہنم میں
دونوں کی جگہ بنائی گئی ہے۔ اصل میں پوری تعداد پر وسعت ہے تو
پھر اپنے اعمال پر جنت و جہنم میں مستقل طور پر جگہ پائیں گے۔
حدیث صحیح کہ کافروں کے داخل ہونے کے بعد جہنم فالتو رہ جائے
گی تو دوزخ سے آواز آئے گی کہ مجھے بھرنے کا وعدہ کیا تھا ابھی
بھری نہیں ہوں ہا وتقول هل من مزيد یعنی زیادہ مانگے گی تو اللہ
تعالیٰ اپنی تجلی ڈالے گا تو جہنم کی فالتو جگہ سمٹ جائے گی۔ اور جنت
میں جو فالتو جگہ ہوگی حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ جدید لوگ
پیدا کرکے جنت میں داخل کرکے جنت کی کشادگی ختم فرما دیں

گے۔ یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ بلا جرم کسی کو جہنم میں داخل نہیں کیا بلکہ اس کی کشادگی کو سمٹا دیا اور بلا کام انعام دینا درست ہے۔ اس لئے نئے لوگ پیدا کر کے جنت میں داخل کر دئے۔ اب روحیں مختلف قسم کی ہیں۔ (1) ارواح انبیاءؑ (2) شہیدوں کی ارواح (3) ارواح المومنین۔ (4) ارواح الکافرین مرنے کے بعد روحوں کے جتنے قافلے جاتے ہیں تو شریعت کے اعتبار سے کہاں جاتی ہیں۔ تو ارواح انبیاءؑ کے متعلق ہے کہ اعلیٰ علیین میں حسب مراتب جاتی ہیں۔ جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری جملہ یہ تھا حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری جملہ یہ سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ اس اعلیٰ مقام میں ساتھیوں کے ساتھ پہنچا دے۔ باقی شہیدوں کا فیصلہ خود قرآن نے سنا دیا ہے۔ سورہ بقرہ اور بعض دوسری سورتوں میں انکا بیان آیا ہے کہ جو خدا کی راہ میں شہید ہوئے تم ان کو اموات مت کہو یہ فقرہ اس لئے فرمایا کہ ہمیشہ کفار نے دین والوں کا مذاق اڑایا ہے کہ یہ کیسے دیوانے ہوگئے ہیں۔ کہ جان دینا ایسا سمجھتے ہیں جیسے پیاسا پانی پر گرتا ہے ہمیشہ یہ طعنہ دیا کرتے تھے تو اس لئے فرمایا۔ ولاتقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون اور دوسری آیت میں ہے عند ربہم یرزقون کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور روزی بھی کھاتے رہتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب احد کے مقام پر ستر صحابہؓ کرام شہید ہوئے تو اللہ سے درخواست کی کہ

ہم کہاں اور رشتہ دار کہاں وہ تو غمگین ہونگے تو اس موقعہ پر یہ آیت مذکورہ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات نازل کی گئی۔ شہدا کی چند خصوصیات ہیں۔ (1) موت کی شدت سے شہدا مستثنیٰ ہیں حدیث لَا یَمَسُّ اَحَدُکُمُ الخ کہ ایک مچھر کے کاٹنے کے برابر شہید کو شہادت کے وقت تکلیف ہوتی ہے۔ (2) شہید عذاب قبر سے محفوظ ہوتا ہے۔ (3) بات یہ کہ جنت کی زندگی نصیب ہوتی ہے شہید جنت میں کس شکل میں ہوتا ہے صحیحین کی حدیث مبارک ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں سبز پرندوں کی شکل میں ہوتی ہیں اور جہاں چاہیں اڑتی پھرتی اور کھاتی پیتی رہتی ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ شہیدوں کی روحیں خود سبز پرندے ہیں جس طرح پرندوں کیلئے اڑنا سہل ہوتا ہے اسی طرح انکی روحیں بھی آسانی سے جنت میں اڑ سکتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ پرندے سے اس لئے مناسبت دی گئی کہ جس طرح پرندہ اڑنے میں رکاوٹ محسوس نہیں کرتا اسی طرح شہید کی روح بھی جنت میں پھرنے سے رکاوٹ محسوس نہیں کرتی۔ اس سورہ کے تحت علامہ الوسی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شہید کی روح پرندے کے جسم کی مانند ہوجاتی ہے جس طرح ہمارے کپڑے بدلانے میں تکلیف نہیں ہوتی اس طرح ملائکہ کو شکل بدلانے میں تکلیف نہیں ہوتی۔ ابھی عالمی تاریخ جو یورپ و امریکہ نے لکھی ہے لکھتے ہیں کہ ہم جس قدر سائنس کے تجربات میں بڑھتے ہیں اس قدر اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہیں کیونکہ غائب تو غائب ہے۔ بہرحال

شہیدوں کی روح کو پرندوں سے تشبیہ دی گئی تاکہ اڑنے میں آسانی ہو ممکن ہے۔ کہ وہ پرندے سواری کی شکل ہوں ملیرخضر کا ایک مطلب یہ بھی ہوا۔ (3) رائے علامہ الوسی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھی کہ خود روح متجسد پرندہ ہوجائے واللہ اعلم بالصواب اب یہ کہ موت کی تکلیف اور عذاب قبر ندارد اور جنت مین داخل کردیا جاتا ہے اور ساتھ ہی شہید کو کھانا پینا بھی دیا جاتا ہے۔ حاکم نے نیشا پور کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک رحمت نامی عورت اس کا خاوند جہاد میں شہید ہوگیا تھا تو خواب میں خاوند کو دیکھتی ہے کہ وہ جنت میں بیٹھا کھارہا ہے اس سے ملاقات کی تو اس نے تھوڑا سا ٹکڑا کھلادیا تو جب بیدار ہوئی تو منہ میں وہ ذائقہ تھا تو کہتے ہیں کہ وہ عورت جتنا عرصہ زندہ رہی نہ کھاتی تھی نہ پیتی تھی نہ بول و براز وغیرہ تھا اس سے معلوم ہوگیا کہ جنت کے کھانے سے بول و براز نہیں ہوتا۔ مگر آج عیسائی قوم کی مت ماری گئی ہے کہ اگر عیسیٰؑ وہاں کھاتے ہیں تو بول و براز کہاں جاتا ہوگا۔ تو کہتے ہیں کہ وہ عورت ساری زندگی زبان کو چاٹ کر چوستی رہی اور مزہ لیتی رہی۔ دیکھو دنیا کی غذا کا مزہ صرف گلے کے گذرنے کے وقت ہے مگر جنت کی غذا جو خواب میں معمولی سی دیگئی تھی اس کا اثر یہ کہ مرتے دم تک مزہ بھی باقی رہا اور بھوک پیاس بھی نہ لگی۔ حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت یحیی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ گھوڑے پر سفر میں جارہے تھے کہ راستے میں ایک ملحد نے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا کہ

کیا صاحب جنت میں کھانا ہے اور پاخانہ نہیں تو حضرت یحیی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم روزانہ کتنی خوراک کھاتے ہو کہنے لگا کہ ایک سیر تو فرمایا کہ باقی پاخانہ کتنے وزن کا خارج ہوتا ہے کہنے لگا کہ آدھ سیر حالانکہ چوتھائی بھی نہیں ہوتا تو حضرت یحیی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو آدھ سیر کو گم کرسکتا ہے وہ پورے سیر کو بھی گم کرسکتا ہے۔ ڈاکٹری وطبی اصول کے تحت پاخانہ آنا یہ اللہ کی رحمت ہے کیونکہ دنیا کی غذا نہ لطیف اور نہ نورانی ہے بلکہ گند ہے۔ لیکن جنت کی غذا جو مکمل طور پر نورانی ہے تو پھر پاخانہ کیسے آئے۔ حدیث کہ جنت میں کھانے کے بعد پسینہ آئے گا جس کی خوشبو کستوری سے زیادہ ہوگی اور ایک خوش ذائقہ ڈکار آئے گا جس سے کھانا ہضم ہوجائے گا۔ بہر حال شہادت کا بڑا مقام ہے۔ اب اللہ کی رب العلمینی دیکھی کہ شہادت کو دیکھ کر لوگ للچائیں گے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ہم میں شہید کون ہوگا کیونکہ بعض اس لئے جنگ کرتے ہیں کہ دشمن نے حملہ کیا توجی میں جذبہ آگیا ہم لڑ پڑے۔ اور بعض دفعہ وطن کا خیال آجاتا ہے۔ فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جان صرف اللہ کے کلمہ بلند کرنے کیلئے دیگئی ہو تو شہادت ہے اس کے اندر اگر ملک آجائے توکوئی حرج نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر لاکھ مرتبہ جان دیدیں تو کوئی فائدہ نہیں۔ جب تک کہ اللہ تعالی کے کلمہ بلند کرنے کا مقصد نہ ہو۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

دائرہ شہادت وسیع فرما دیا تا کہ لوگ کافی تعداد میں فائدہ اٹھائیں۔ (1) جو دست کی بیماری میں فوت ہو وہ شہید ہیں۔ (2) جو طاعون کی بیماری میں فوت ہو وہ شہید ہے۔ (3) جو پانی میں غرق ہو جائے وہ شہید ہے۔ (4) الحریق جو آگ میں جل جائے وہ شہید ہے۔ (5) جو نمونیہ سے فوت ہو وہ بھی شہید ہے۔ (6) ایکسیڈنٹ میں فوت ہو جائے تو بھی شہید ہے۔ (7) جو عورت وضع حمل کی حالت میں فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے آپ خیال کریں کہ شہادت کا دائرہ کتنا وسیع ہو گیا یہ ہے اللہ کی رب العلمینی۔ لیکن ان شہداء کے درجات میں فرق ہو گا جو شہید جہاد میں ہو وہ شہید حقیقی ہے اور اعلیٰ درجہ میں ہو گا باقی جتنے شہید ہیں وہ حکمی شہید ہیں اور کم درجہ میں ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ شہید حقیقی کیلئے غسل وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں تو شہید حقیقی کی نماز جنازہ بھی نہیں۔ مگر شہید حکمی کیلئے غسل اور نماز جنازہ دونوں احناف اور شوافع کے نزدیک ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ اس لئے نہیں کہ وہ معاف ہیں مگر امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ ہے کیونکہ انبیاءؑ بھی تو معاف تھے۔ ان کا جنازہ تو پڑھا گیا ہے۔ خیر دونوں درست ہیں شہید حقیقی میں بھی درجات ہونگے کیونکہ اعمال صالحہ اور بد کا نتیجہ بھی تو ہو گا۔ (1) شہید وہ ہے جس کی نیکیاں زیادہ ہیں اور گناہ کم ہیں۔ (2) شہید وہ ہے جس کی نیکی بدی برابر ہیں۔ (3) وہ شہید ہے کہ جسکی

نیکیاں کم اور گناہ کثیر ہوں تو شہید حقیقی میں بھی درجات ہیں۔
ایک بار میں آزاد قبائل میں گیا ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی رخصت کے وقت فرمایا کہ دعا کریں کہ اللہ جنت کے مختصر راستہ سے لیجائیں۔ میں نے کہا کہ وہ کونسا ہے فرمایا شہید ہونا مختصر راستہ ہے۔ جمع الفوائد کی حدیث کہ ایک آدمی جنگ احد کے وقت زنجیر میں جکڑا ہوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا معلوم ہوا کہ کافر قیدی ہو کر آیا ہے تو عرض کی یا رسول اللہؐ کہ میں پہلے جہاد لڑوں یا مسلمان ہو جاؤں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے مسلمان ہو جاؤ ثُمَّ قَاتِلْ پھر جنگ لڑو تو اسی طرح کیا اطلاع ملی کہ شہید ہو گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عملہ قلیل واجرہ کثیر او کما قال کہ اس کا عمل تھوڑا ہے اور اجر زیادہ ہے کہ ابھی تو یہ مسلمان ہوا تھا اس کے پہلے گناہ سب معاف کر دیئے گئے اور پھر فوراً شہید ہو کر اعلیٰ مرتبہ کو حاصل کیا۔
بس جہاد میں تو اتنی بات ہے کہ میدان جہاد میں غوطہ لگایا اور ادھر جنت میں سر نکالا۔ انبیاءؑ کیلئے حدیث مبارک آئی ہے کہ اے زمین انکے اجسام مبارک کو نقصان نہ پہنچانا شہداء کے متعلق کوئی حدیث مبارک تو نہیں آئی مگر عام تجربہ ایسا ہے کہ انکے اجسام بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ وفاء الوفاء میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد لکھتے ہیں۔ (دیکھو آج کل محبت کے تو تاجر پیدا ہو گئے ہیں مزہ تو یہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جان دو) اس کے

مؤرخ مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں تاریخ لکھی کہ مدینہ کے اطراف میں کتنے درخت ہیں اور انکی کتنی شاخیں ہیں اور کتنی لمبائی وغیرہ ہے اور کنوئیں کتنے اور گہرائی کتنی خصوصاً ان درخت اور کنوئیں کی وضاحت کی جس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس تاریخ پر بیس برس لگائے پھر وہ گم ہوگئی۔ پھر بیس سال لگا کر تحریر کی۔ ایک اور مورخ لکھتے ہیں کہ جو آدمی مدینہ طیبہ جائے تو وہ تاریخ وفاء الوفاء کا مطالعہ کر کے جائے تو معدوم چیز نظر آجائے گی۔ ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک بار ایسا سیلاب آیا کہ شہداء کی مزارات پر پانی چڑھ گیا تو لاشیں اٹھائی گئیں تو حضرت جابرؓ ابن عبداللہؓ کے والد شہید ہیں جب چالیس سال کے بعد انکی لاش مبارک کو اٹھایا گیا تو انکی ہر چیز کو صحیح سالم پایا گیا۔ سب چیز اللہ رب العزۃ کے حکم کے تابع ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مدینۃ المنورہ میں ایک نہر کھدوائی تو اتفاق سے نہر کا راستہ احد کے مقام پر شہداء کے مزارات کے قریب آگیا مزارات ہٹائی گئیں تو تمام صحابہ کرامؓ کے اجسام مبارک صحیح سالم محفوظ تھے۔ یہ کھدائی انکی شہادت کے تقریباً ساٹھ سال بعد عمل میں لائی گئی۔ دوسرا واقعہ یہ کہ جب انگریز نئی دہلی تعمیر کرنے لگے تو ایک جگہ ایک قبر نکل آئی دیکھا کہ میت محفوظ ہے۔ بائیں پستان سے ایک شاخ نکلی ہوئی ہے جس کے سر پر ایک گلاب کا پھول ہے اور وہ پھول ناک کے قریب ہے تو ایک تختی رکھی تھی جس پر غالباً شہاب الدین غوری کا

اسم گرامی کندہ تھا جمعہ کا دن تھا ساڑھے سات سو سال بعد یہ واقعہ ہوا۔ شقائق العثمانیہ فی اخبار اعیان دولتہ عثمانیہ ایک ترکی کے مورخ نے ترک علماء کی تاریخ لکھی ہے ترکی نے آخر پانچ چھ سو سال خلافت کی ہے اس میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ شمس الدین نناری رحمت اللہ علیہ جو صاحب عنایہ کا ہمعصر ہے انہوں نے کتاب میں لکھا۔ دیکھو پیغمبروںؑ کے اجسام مبارک کے متعلق احادیث گذری ہیں کہ انکے اجسام مبارک محفوظ رہتے ہیں۔ علماء ربانیین ہم جیسے تو نہیں ہوتے اللہ رب العزۃ نے ان کے اجسام کو بھی محفوظ فرمایا ہے۔ کچھ بیس پچیس برس انکے استاد صاحب کی وفات کو گذر چکے تھے جنہوں نے وقایہ کی شرح لکھی تھی تو نناری رحمتہ اللہ علیہ نے دن کو اپنے استاد علاؤ الدین رحمتہ اللہ علیہ اسود کی قبر کھودی تو دیکھا کہ جسم بمع کفن صحیح سالم ہے پھر ایک آواز آئی کہ اب یقین ہے اب اندھا ہوجائے اسکے بعد آپ آخر دم تک نابینا رہے۔

درس نمبر ۲۸
30-4-1965

شانِ ربوبیت ۱۶

(نتائج موت)

نتائج موت آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کے بعد نتائج کا بیان تھا اس میں شہید کا مسئلہ آیا۔ اللہ تعالی نے شہید کو بڑا مقام دیا اور شہیدوں کا دائرہ وسیع فرمایا مثلاً ایک عہدہ جس کی تین ہزار روپیہ تنخواہ ہے بلا ڈگری مل جائے تو کیا خوشی نہ ہو گی تو شہادت کا مسئلہ بھی بلا ڈگری عہدہ ہے اگر یہ سب صورتیں شہادت والی نہ ہوں تو حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صدق قلب سے شہادت کی تمنا رکھے اور مر جائے تو اس کو شہادت کا مرتبہ ملے گا اگرچہ بستر پر مر جائے بتاؤ شہادت کے دائرہ کی کتنی وسعت ہو گئی۔ اب تو خالص سستی اور نکما پن ہے ورنہ درجہ شہادت تو آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ مومن کیلئے آخری بات یہ ہے کہ جنت کمانے کیلئے زندگی سے موت تک فرصت دی۔ موت کے وقت آدمی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اب مجھ سے کوئی اور معاملہ ہونے والا ہے۔ جب موت قریب ہو تو ایک تو فرشتہ روح قبض کرتا ہے۔ دوم رویتہ ملائکہ کہ فرشتے نظر آنے لگتے ہیں جو اس سے پہلے نظر

نہیں آتے تھے تو آغاز موت میں انسان فرشتوں کو دیکھتا ہے۔
اس کے علاوہ وہ جنت و جہنم کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔ تو کتاب السنت کے مطابق اس وقت جبکہ فرشتے اور جنت و جہنم دیکھ رہا ہو تو کافر اگر مسلمان ہو تو نہیں ہوسکتا اور اگر مسلمان توبہ کرنا چاہیے تو کرسکتا ہے یہ اللہ رب العزۃ کی کتنی عظیم کرم نوازی ہے۔ تو آدمی کو اگر اللہ کی باتوں سے صحیح شعور ہو اور پوری طور پر واقف ہو تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی اگر منہ سے توبہ کے کلمات نہ نکل سکیں تو دل میں توبہ کرلے تو قبول ہوجائے گی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام عیوب سے پاک و صاف تھی مگر حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے آپ کی نزع کے وقت آپ کی زبان مبارک کے قریب اپنا کان کیا تو آپ کے منہ مبارک سے آخری الفاظ یہ تھے اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ کہ اللہ مجھے بخش۔ بندہ کی بندگی یہ ہے کہ ہر وقت بخشش مانگتا رہے۔ اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے آپ نے خاص چیزوں کی تاکید فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں دنیا سے جارہا ہوں نماز کا خیال رکھنا اور تمہارے ہاتھ میں جو غلام ہیں ان پر ظلم نہ کرنا۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ موت کے وقت مسلمان کی توبہ قبول ہے تو جان کنی کے وقت اوپر والے آدمی کلمہ طیبہ پڑھیں تاکہ وہ سنکر پڑھے اور اس کی بخشش ہوجائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میت کو جان کنی کے وقت یہ نہ کہو کہ تم کلمہ پڑھو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جان کنی کے وقت موت کی سختی کی وجہ سے وہ کلمہ کا انکار کردے اور مارا

جائے۔ یہ ثمرات موت ہوئے۔ اس کے بعد مرنے کے بعد تین چیزوں کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ جس وقت آدمی مرجاتا ہے تو معلوم ہوا کہ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اور جب دنیا سے رخصت ہوگیا تو دنیا کی چیزوں سے بھی رخصت ہوگیا۔ مثلاً سورج چاند وغیرہ کی روشنی ختم ہوگئی مرنا تو چھوڑ دو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند کو موت کی بہن کہا ہے۔ کیا نیند میں سورج وغیرہ کی روشنی نظر آتی ہے؟ مطلب یہ کہ آدمی کی روح جب کسی دوسری طرف متوجہ ہوجائے تو اس کو دنیا کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ روح جب عالم بالا میں گئی تو دنیا کی روشنی ختم ہوگئی۔ تو وہاں نور کی ضرورت ہے تاکہ روح کو آرام ہو اور چین ہو۔ اللہ نے یہ انتظام کیا ہے کہ مرنے کے بعد تین روشنیاں ملتی ہیں ان سے صرف تاریکی دور نہیں ہوتی بلکہ روح کو بھی تسکین ہوتی ہے۔ (1) قرآن کی روشنی قرآن کسی صورت میں بھی ساتھ نہ چھوڑے گا اور آخرت میں قرآن کی شان اعلیٰ ٹھاٹھ کی ہوگی۔ واتبعوا النور الذی انزل معہ اس نور کی پیروی کرو جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نازل ہوا۔ اس دنیا میں روشنی پوشیدہ ہے۔ مطلب یہ کہ تلاوت قرآن . جو روشنی پیدا ہوتی ہے وہ فی الحال تو نظر نہیں آتی مگر مرنے کے بعد بعد نظر آئے گی۔ آپ کو اس کی مثال دیتا ہوں کہ روشنی ایک وقت نظر آتی ہے اور ایکوقت نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال دن رات رکھی ہے کہ ستارے دن کو موجود ہیں اور روشن ہیں مگر روشنی

نظر نہیں آتی۔

اور رات کو روشنی نظر آتی ہے۔ اسی طرح قرآن اور نیکیاں۔ مرنے کے بعد انکی روشنی محسوس ہوگی۔ تو ایک قرآن کی روشنی ہے نور کا لفظ قرآن میں جگہ جگہ فرمایا۔ (2) صبر ایک ایسی نیکی ہے کہ قبر میں مردوں کو صبر سے روشنی ہوگی۔ قرآن پاک میں ہے کہ ہر نیکی کا بدلہ حساب سے ہوگا ماسوا صبر کے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ الخ صرف صبر کرنے والوں کو بے انداز ملے گا۔ صبر علی الاوامر اور صبر علی الشہوات کرنا خواہشات کے خلاف صبر کرنا مثلاً رمضان میں کھانے کی خواہش کے خلاف صبر کرنا۔ یا یورپ کی طرف سے آئی ہوئی بے حیائی یا عیاشی کے خلاف صبر کرنا۔ ایک مرتبہ ایک بادشاہ لاہور آیا ہوا تھا علامہ اقبال بھی ساتھ تھے۔ تقریر کی نتیجہ یہ نکلا کہ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ شیطان آرام سے بیٹھ کر سگرٹ پی رہا ہے کسی نے پوچھا کہ شیطان اور آرام کرے۔ جواب دیا کہ جب سے یورپ دنیا میں آیا میں ریٹائر ہوگیا ہوں میرا کام میرے یورپی بیٹے اور میرے مقصد کو اچھی طرح انجام دے رہے ہیں۔ سب سے اول دیکھو جو آدمی کوئی کاروبار کرتا ہے چاہے تجارت ہو یا ملازمت ہو تو کہتے ہیں کہ مرد وزن ساتھ ہی کام کرینگے۔ اس کا مطلب یہ کہ آدمی کے بہکانے کا کام ہر وقت جاری رہ جائے۔ اور مسلمان کی زندگی ایسی ذلیل بنا ڈالی کہ اگر کوئی بات کہی جائے تو کہتے ہیں کہ یہ ملا کی بات ہے۔ اگر اس ملا کے لفظ سے ہمیں جنت ملتی ہے تو اس لفظ پر لاکھ

انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب

جائیں قربان ہیں اگر ایک بچہ امتحان دیتا ہو۔ اور ساتھ عورت بھی ہو تو یقینی بات کہ اس مخلوط تعلیم سے ذہن منتشر ہوجائے گا اور تعلیم میں نقص پیدا ہوجائے گا۔ اور ماہرین تعلیم نے کہدیا کہ جداگانہ تعلیم میں کامیابی تھی۔ تعلیم کو علماء اور مسلمانوں نے کبھی بے فائدہ نہیں کہا یہ غلط بات ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں موجود تھے جب انگریز آئے کسی نے پوچھا کیا انگریزی سیکھنا درست ہے؟ فرمایا ہاں۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود کے خط عبرانی زبان میں آتے تھے تو حضرت زید بن ثابتؓ کو فرمایا کہ تم اس زبان کو سیکھ لو کیونکہ یہود سے خط پڑھواتا ہوں پھر لکھواتا ہوں تو نقص معلوم ہوتا ہے۔ تو حضرت زید بنؓ ثابت نے دو ہفتہ میں یہ زبان سیکھ لی یہ ایسی مثال قائم کی کہ دنیا میں ایسی مثال نہیں ہے۔ دماغ میں فہم کی روشنی صرف اللہ تعالیٰ ہی ڈالنے والا ہے۔ صرف دو ہفتہ میں رسم الخط عبرانی اور یہود کی زبان سیکھ لی یہ تھا حضرات صحابہ کرامؓ کا کمال۔ باقی علماء نے کہا کہ ہر زبان سیکھنا جائز ہے لیکن کبھی جائز کے تحت ناجائز لپٹ جاتی ہے۔ مثلاً انگریزی زبان سے بدمعاشی آجاتی ہے یہ علماء نے درست فرمایا کچھ علماء فرمایا کرتے تھے کہ جس طرز سے تم انگریزی سیکھتے ہو اس طرز سے بے حیائی اور گمراہی پھیلتی ہے۔ تو سید عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آج اگر وہ علماء کرام زندہ ہوتے تو انکے

پاؤں کی خاک کو سرمہ بناتا۔ آج اس تعلیم نے ایسے افکار لائے ہیں۔ کہ پریشان کردیا مطلب یہ کہ علماء نے کسی زمانہ میں مسلمانوں کی مخالفت نہیں کی۔ قرآن کہتا ہے کہ جس چیز سے تم مسلمان کافروں پر غالب آسکتے ہو اس کو حاصل کرو یہ تم پر فرض ہے۔ اکبر رحمتہ اللہ علیہ مرحوم فرماتے ہیں کہ (سودا آخرت کا ہو یہی مطلوب ہے/مغربی ٹوپی پہن یا مشرقی دستار رکھ) مطلب یہ کہ اوپر جو کچھ ہو مگر اندر خدا و آخرت ہو۔ صبر بڑی چیز ہے مردوں میں صبر ہوتا ہے مگر عورتوں میں کم ہوتا ہے اس لیے معمولی سی مصیبت پر چیخ و پکار شروع کر دیتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم کا نتیجہ یہ تھا کہ لڑکوں اور عورتوں کو کمال تک پہنچایا جائے۔ حضرت حمزہؓ سید الشہدا کے ساتھ کفار نے ایسی حرکت کی کہ ناک مبارک کان مبارک کاٹ ڈالے اور قلب مبارک و جگر مبارک کے ٹکڑے کر کے پھینک دیئے۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو دیکھو آپکی استقامت کیسی انتہائی درجہ کی تھی کہ فرمایا اے چچا اگر تیرے عزیزوں کا ڈر (خطرہ) نہ ہوتا تو میرا ارادہ یہ کہ آج تیرے ایک ایک ٹکڑے کو درندے کھاتے اور اللہ درندوں سے تم کو زندہ کرتا۔ اس کے بعد آپکی بہن حضرت بی بی صفیہؓ آئیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں اور حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں ہیں یہ ان کے فرزند ہیں افریقہ کو انہوں نے فتح کیا تھا۔ حضرت صفیہؓ میدان میں جارہی ہیں حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ یہ معاملہ سخت ہے اور عورتیں تو نرم دل ہوتی ہیں بھائی کی لاش دیکھ کر پریشان نہ ہوجائیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو فرمایا کہ والدہ کو روکو روکا تو آپ کو ایک زور سے مکہ مارا پھر کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو پھر سر جھکا دیا اور کھڑی ہو گئیں اور فرمایا کہ غالباً حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے فرما رہے ہیں کہ آگے منظر عجیب ہے مگر آپ کہہ دیں کہ یہ سب کچھ معلوم ہے لیکن میں خدا کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اس بات پر راضی ہوں۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اگر ہر قسم کی مصیبت آجائے تو خدا کی تعلیم صبر ہے۔ اور خوشخبری سنادو صبر کرنے والوں کو کہ ہم بھی اللہ کی طرف جانے والے ہیں۔ مصیبت ایک ایسی چیز ہے جو بعض اوقات میں ہر ایک کو آتی ہے تو اس کی تعلیم ہمیں صبر کی دے گئی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس کے پڑھنے سے صبر آئے گا اس آیتہ میں دو مطلب ہیں۔ (1) پہلا یہ کہ مثلاً میرا بیٹا وغیرہ جو مر گیا ہے تو اس موقعہ پر ہمیں اس آیتہ مذکورہ کے پڑھنے کی تعلیم دیگئی ہے کہ اس کے پڑھنے سے غم کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ مثلاً یہ تصور کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے ملک ہیں تو جو کچھ اللہ نے چھینا وہ تو اس نے اپنی چیز چھینی میری تو ہے ہی نہیں۔ وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ۔ آسمان و زمین کی چیز اللہ کی ہے میرا میری اپنا وغیرہ کا دعوی ترک کر دیا تو

مصیبت کی جڑ کٹ گئی۔ تو اس آیتہ کے ایک حصہ میں تو ملکیت کا دعوی ختم کیا کہ یہ ملکیت ہی اللہ رب العزۃ کی ہے اور (2) دوسرے حصہ میں فرمایا کہ آپ غم کیوں کرتے ہو تم نے بھی تو جا کر ملنا ہے۔ تو یہ تصور مردہ کے حق میں کرو کہ یہ ابدی جدائی نہیں ہے بلکہ ایک قافلہ ہے ایک ہم میں سے منزل کو گیا اور ہم بعد میں جائیں گے یہ آیت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی تو غم ٹھنڈا ہو گیا۔ معلوم ہو گیا کہ موت کی جدائی ابدی نہیں۔ ہمیشہ مثال پیش کرتا رہتا ہوں کہ ابدی نہیں مثال کہ ایک ایسی گاڑی فرض کر لو کہ اس کا ایک سرا جاپان میں اور دوسرا سرا اس کا واشنگٹن میں ہو تو حقیقت میں دنیا ایک ریل کی مانند ہے حضرت آدمؑ اور اس زمانہ کے لوگ پہلے ڈبہ میں سوار تھے حضرت نوحؑ اور اس زمانہ کے لوگ دوسرے ڈبہ میں سوار تھے اسی طرح درجہ بدرجہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سب ڈبے ہیں اب جو پہلے مرے تو جانو کہ پہلے ڈبے میں تھا اور پہلا ڈبہ اسٹیشن پر پہنچ گیا درجہ بدرجہ اسی طرح گاڑی ختم ہو جائے گی۔ تو معلوم ہو گیا کہ مردوں اور زندوں کی حالت ایسی ہوئی کہ مردہ آگے والے ڈبہ میں تھا جو منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اور زندہ پیچھے والے ڈبے میں تھا جو ابھی نہیں پہنچا۔ اگر ایک آدمی کا بچہ آگے والے ڈبہ میں ہو گیا وہ روئے گا کہ میرا بچہ آگے والے ڈبہ میں ہے بلکہ یہ سمجھے گا کہ آخر ریل اسٹیشن پر پہنچے گی تو مل جائیں گے۔۔ اسی طرح عالم برزخ وغیرہ بھی ڈبے ہیں پھر اگر آدمی آنسو سے نہیں

بلکہ خون کے آنسوؤں سے روئے تو کیا کوئی فرق ہوگا بلکہ نہ رونے والے کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ رونے والے کو تو عذاب ہوگا۔ کیونکہ وہ فعل خدا پر صبر نہیں کرتا بلکہ روتا ہے معلوم ہوا کہ خدا کی خدائی پر راضی نہیں۔

درس نمبر ۲۱
2-5-1965

شانِ ربوبیت ۱۷

(جہاد کی روشنی)

مرنے کے بعد سب سے قبل روشنی کی ضرورت ہے کیونکہ مرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے جہان کو ترک کرنا ہے اور نئے جہان میں داخل ہونا ہے یہاں کی چیز بھی ختم ہوجاتی ہے اور اس جہان میں روشنیاں آتی ہیں حدیث کہ اَلنَّوم اَخُوالموتِ کہ نیند موت کا بھائی ہے۔ آدمی جب سوجاتا ہے تو اس کے حق میں سورج کی روشنی ختم ہوجاتی ہے۔ ہاں خواب کے اندر کوئی روشنی آجائے تو کوئی احساس ہوتا ہے۔ جب ہم مرجاتے ہیں تو اس دنیا کی سب روشنیاں بیکار ہوجاتی ہیں اور اس جہان کی روشنیاں باکار ہوتی ہیں۔ (1) قرآن پاک کی روشنی جو بیان کرچکا ہوں کہ یہ مستقل اور سب سے زیادہ روشنی ہے سید محمود الوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مستند تفسیر روح المعانی مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ۔ جو قرآن سے رخ پھیر دے اس کیلیے تنگ زندگی ہوگی کہ مرنے کے بعد قبر میں تنگی ہوگی کیونکہ اس نے اللہ کی عظیم روشنی سے استفادہ کیوں نہیں کیا۔ (2) جہاد ہے کیونکہ جہاد کے متعلق مسلم شریف کی حدیث ہے کہ

من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا

مرنے کے بعد مجاہد ہر تکلیف سے پاک ہوتا ہے تو تاریکی بھی ایک تکلیف ہے یہ بھی نہ ہوگی۔ اب ہم میں وہ ہمت تو نہیں رہی حضرات صحابہ کرامؓ اسلام کو جہاں تک لے گئے ہیں تو اب بھی وہیں تک رہا ہے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھا بلکہ ان کے کمائے ہوئے بھی کھو دیئے۔ اور آج کل ہم ان صحابہ کرامؓ پر اعتراض کرنے لگ گئے ہیں یہ کیسی نادانی اور غلط بات ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں اور آج ہم جاہل ملا ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ صحابہؓ کرام کا نام تو اللہ رب العزۃ سے پوچھو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنْہُ کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے راضی اور وہ اللہ سے راضی بزرگوں کا قول ہے کہ سب سے آسان کام دوسروں پر نکتہ چینی ہے اور سب سے مشکل بات اپنی اصلاح کرنا ہے۔ یزید سے کوئی دو باتیں ایسی ہوئی ہیں کہ اہلسنت والجماعت اس سے ناراض ہے ایک تو کربلا کا واقعہ اور دوسرا مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کا واقعہ۔ اس واقعہ کا چرچا نہیں کیا گیا حالانکہ یہ بہت عظیم واقعہ ہے کیونکہ اس موقعہ پر صحابہ کرامؓ مسجد نبوی میں شہید کئے گئے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کا شعر کا مطلب ہے کہ شام کے وقت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ قربانی دئے جا رہے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام بہت بلند ہے ابن ملجم نے ان کو قتل کیا اس کا نام ہی نہیں لیتے کیونکہ دوسروں نے اس کا پروپیگنڈہ نہیں کیا۔ ہماری کھوپڑی تو دوسروں کے ہاتھ

ہوئے ذوالنورین تھے ان کے قاتل کا نام بھی نہیں۔ وہ عظیم الشان حضرت عمر فاروق اعظمؓ جنہوں نے 22 لاکھ 55 ہزار مربع میل علاقہ فتح کیا عین نماز میں ابو لؤلؤ نے قتل کیا ان کا نام ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا تو کوئی عقیدہ ہی نہیں۔ آج سے تقریباً ایک برس پہلے ایک فتویٰ پوچھا گیا اور ہر فرقہ کے آدمیوں سے پوچھا گیا میں نے حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا فتویٰ دیا کہ امام فرماتے ہیں کہ یزید مومن ہے اور یزید کو لعنت دینا درست نہیں کیونکہ مومن پر لعنت منع ہے بلکہ خود اسی پر لوٹتی ہے۔ رشوت خور وغیرہ پر لعنت دے تو کچھ نہیں۔ آگے فرمایا کہ اگر شیطان پر لعنت نہ دوگے تو بھی قیامت کے دن یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تو نے شیطان پر لعنت کیوں نہ دی تھی۔ سید زبیدی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید مومن ہیں کافر نہیں ان پر لعنت درست و جائز نہیں۔ باقی اگر یزید نے گناہ کئے تو سزا دینے والا تو خدا ہے نہ کہ پنجاب کے لوگ یہ ہے عقیدہ اہل سنت والجماعت کا۔ صاحب ھدایہ کے استاد عمر نسفی رحمتہ اللہ علیہ نے سنیوں کے عقیدہ شعر میں بیان کئے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جو یزید پر لعنت دیگا وہ سوا اس کے کہ جھوٹا ہو اور مسلمانوں کو لڑانے والا ہو اور کچھ نہ ہوگا۔ چھبیس علماء پاکستان سے یہ فتویٰ لیا گیا۔ البتہ یہ غداری کی گئی کہ ایک غلط کتاب لکھ کر یہ فتویٰ ساتھ چسپاں کر دیا تاکہ لوگ اس سے کتاب کو محکم اور اس کی تائید کریں۔

ورنہ مسئلہ یہی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ شہدا کربلا اور مدینہ کے واقعہ کی سزا اللہ تعالی خود دیگا اس کا یہ معنی نہیں کہ اب لڑائی ہو رہی ہو تو میں آپکو روکوں بلکہ اگر اب ان کی جنگ ہوتی تو میں آپ کو اور خود کو لیکر جاتا اور کہتا کہ امام حسینؓ کی امداد کرو۔ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ یزید اور امام حسینؓ کے معاملہ میں صحیح کون تھا تو فرمایا کہ مدعی لاؤ تو پھر جواب دونگا یہ پوچھنا تو مسلمان کو لڑانا ہوا۔ روس کا درالسلطنت ثمر قند اور قسطنطینہ دارالسلطنت وغیرہ خود یزید نے فتح کیا اور انکی فوج میں حضرت امام حسینؓ اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان حضرت ایوب انصاریؓ موجود تھے نہایت خطرناک لڑائی ہوئی حضرت انسؓ بن مالک کی خالہ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن قیلولہ میرے گھر فرمایا پھر ہنس کر کھڑے ہوئے میں نے وجہ پوچھی فرمایا کہ میری امت سمندر پار کرکے قیصر و کسری سے جنگ کر رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تخت پر بیٹھے ہیں تو میں نے کہا کہ میرے لئے دعا فرمادیں کہ میں بھی اس جنگی قافلہ میں شامل ہو جاؤں پھر دعا فرما کر لیٹ گئے۔ بعد میں بیداری کے بعد فرمایا کہ دوسرا گروہ جا رہا ہے تو میں نے کہا کہ میرے لئے دعا کرو فرمایا کہ تم تو پہلے قافلہ میں شامل ہو گئی ہو تاریخ میں لکھا ہے کہ آخر فوج تیار ہوئی جاتے وقت یہ عورت اپنے خچر سے گر کر شہید ہو گئیں۔ حضرت ایوب انصاریؓ کا حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ بھی ہے ان کا مزار قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے ساتھ ہے حضرت ایوب انصاریؓ نے فرمایا کہ میری قبر جہاں تک دور لے جاؤ گے تو اللہ سے امید ہے کہ اتنا علاقہ اللہ تم کو دیگا۔ تو انگریز نے انکی مزار کو کھودنا چاہا تو یزید نے کہا کہ موسم سرما کی وجہ سے ہم تو جا رہے ہیں اگر محمدؐ کے صحابی کی قبر مبارک کھودی گئی یا کوئی اور حرکت کی گئی تو تمام گرجے اڑا دیں گے پانچ سو برس تک ترکی حکومت قسطنطنیہ میں رہی تو جو نیا بادشاہ تخت پر بیٹھتا تو تاج پوشی کی رسم وہیں مزار پر ادا کی جاتی تھی۔ سمر قند روس کا دارالسلطنت ہے یہ ملک دو سال اور چند ماہ میں فتح کئے گئے تھے۔ مطلب یہ کہ اللہ و رسولؐ جسکو کافر کہیں ہم اسکو پہلے کہیں گے ورنہ نہیں۔ واقعہ کربلا کے بعد صحابہ کرامؓ اور مسلمانوں نے یزید کے دست پر بیعت کی یہ تو صحابہ کرامؓ نے نعوذ باللہ غلطی کی؟ بلکہ جو کچھ ہوا وہ ہم سے نیک و سمجھ دار تھے درست کیا واللہ اعلم آج بھی چیلنج ہے کہ کوئی کتاب لاؤ جو یزید کو کافر کہے کوئی نہیں ملے گی۔ اہل سنت والجماعت کا کہنا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے واقعہ کربلا کے بعد یزید کے ہاتھ پر بیعت کی ہے تو آپکے اس کہنے پر تو پھر صحابہ کرامؓ نے ایک کافر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے تو پھر تو اسلام کی جڑ اکھڑ جائے گی۔ بعض نے کہا کہ امام حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے کافر کہا ہے انکو یہ پتہ نہیں حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کافر کیا ہے امام حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ایک نماز ترک کر دے وہ

کافر ہے۔ کیا لوگوں سے نماز قطع نہیں ہوتی تو پھر تو ہر بے نمازی کافر اور لعنتی ہوا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ مسلمان سب کچھ بن سکتا ہے مگر لعنتی نہیں بن سکتا۔ حدیث کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کی لعنت سے بھی منع فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ سفر جہاد میں ایک شخص کے منہ سے اونٹنی کے لئے یہ فقرہ نکلا کہ تجھ پر لعنت ہو چلتی کیوں نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹنی کو خالی کرا کر آزاد کرا دیا بہر حال زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں مسلمانوں کو ہر چیز سے واقفیت رکھنی چاہئے۔ سید زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے صنعاء یمن میں ایک کتاب لکھی تو محمد بن حنفیہ امام حسینؓ کے بھائی کہ صحیح سند سے لکھا کہ یہ واقعہ عبید اللہ بن زیاد کی وجہ سے ہوا۔ یزید کا حکم تھا کہ ان کو دمشق پہنچاؤ عجیب بات ہے کہ شمر ذوالجوشن سوتیلا ماموں تھا جب یہ بات یزید کو پہنچی تو کہا کہ مرجانہ کے بیٹے پر لعنت ہو یہ عبید اللہ بن زیاد کی ماں تھی یہ خاتون پاک کا قافلہ پہنچا تو یزید نے کہا کہ اگر میں موجود ہوتا تو یہ کچھ نہ ہوتا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید نے ہاتھ سے قتل نہیں کیا باقی قتل کا حکم بھی یزید سے ثابت نہیں اور رضا مندی بھی ثابت نہیں تاہم اہل سنت والجماعت کہتی ہے کہ چونکہ انکی حکومت میں یہ فعل ہوا تو وہ قصوروار ہے مگر اس کا فیصلہ رب العزۃ کے ہاتھ میں ہے۔ بہر حال جہاد ایک بڑی چیز ہے ان حضرات کی اگر خامیاں ہیں تو خوبیاں بھی ہیں۔

گذشتہ زمانہ کا نرا گناہگار آج کل کے نیک سے اچھا تھا۔ بزرگ میاں نے خوب فرمایا کہ اپنی اصلاح مشکل بات ہے اور دوسرے پر تنقید کرنا آسان بات ہے۔ بہرحال موت کے بعد ایک جہاد کی روشنی باقی رفاقت کا مسئلہ رہ گیا ایک انصاری صحابیؓ ابن کثیر کا واقعہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے اور پھر جی چاہا کہ دوبارہ جاؤں یہ محبت تھی صحابہ کرام کی ہماری تو یہ محبت ہے کہ کان پر ہاتھ رکھ کر بس گانے گائے اور مولود پڑھ دئے اس سے تو کوئی محبت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ جب دوبارہ گئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تو گئے تھے پھر کیوں آئے ہو عرض کی کہ ایک اشکال پیدا ہوگیا ہے وہ رفع فرمادیں۔ وہ یہ کہ آج تو ہم اکٹھے ہیں اور اگلے جہان آپ تو بادشاہ ہونگے۔ اور ہم آپ سے جدا ہوجائیں گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر تو خاموش رہے آیتہ نازل ہوئی ومن یطع اللہ ورسولہ جو اللہ تعالی اور اسکے رسول کا حکم مانے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اسکی تعریف کرے اگر ایک آدمی اپنی ماں کی تعریف میں دس ہزار شعر کہے اور ماں پیاسی پانی مانگے یہ کہے بس شعر کہتا ہوں پانی نہیں ہوسکتا تو کیا ماں خوش رہے گی؟۔ گناہ کو دین کا عقیدہ بنانا یہ گناہ ہے۔ آج گویا حکومت پاکستان کا ضابطہ دیوانی ایک قانون ہے اگر ہم اس میں اپنی طرف سے کوئی قانون بنا کر ڈالیں کیا جرم ہے کہ نہیں؟ بدعت بھی ایسی چیز ہے کہ ایک چیز نیکی نہیں تم اسکو

نیکی بنا رہے ہو۔ وَمَن یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ الخ قرآن نے فرمایا کہ لوگ اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرینگے پس وہ ساتھ ساتھ رہیں گے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالی کا انعام ہوا۔ نبیؐ شہداء اور نیکوں کے ساتھ رہیں گے اور آگے فرمایا کہ کتنی اچھی سنگت ہے۔ معلوم ہوا کہ انکی صحبت نئے دین پیدا کرنے سے نہیں اور صرف تعریف کرنے سے بھی نہیں بلکہ اطاعت سے پیدا ہوگی۔ اور اگر آدمی اللہ تعالی و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے اور اطاعت نہ کرے تو یہ سنگت نہ ملے گی۔ سورۃ حجرات لَاتَرْفَعُوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اے ایمان دارو تمہاری آواز مجلس میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی نہ ہو۔ وَلَا تَجْہَرُوا الخ اور پیغمبرؐ کے آمنے سامنے زور سے باتیں نہ کرو جیسے آپس میں کرتے ہو اگر یہ کیا تو تمہارے اعمال ضبط ہوجائیں گے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرامؓ ایسی باتیں کرتے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ سنی نہیں (سننے میں نہیں آئی) حضرت ثابتؓ بن قیس کی قدرتی آواز اونچی تھی ایک دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت میں چند دنوں سے ثابتؓ کو نہیں دیکھ رہا عرض کی کہ یارسول اللہؐ جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تو وہ کمرہ میں بند ہیں وضوء وغیرہ وہیں اور کھانا پینا بند ہے اور رو رہے ہیں کہ میری آواز اونچی تھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکو بلا لاؤ حالانکہ دیکھو قصد سے اونچا نہیں بولتے تھے۔ بلکہ

ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض

قدرتی طور پر انکی آواز اونچی تھی۔ اتنے میں وحی آئی کہ اگر تم مرو گے تو شہید ہو گے اور جتنا عرصہ زندہ رہو گے تو اللہ کے ہاں قابل تعریف رہو گے۔ حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ کے دور میں مسیلمہ کذاب سے لڑائی میں تشریف لے گئے اور شہادت پائی۔ وہ تھی جوانمردی کی لڑائی کہ تلواروں میں بھی نمازیں ادا ہو رہی ہیں اور جنگ بھی لڑی جا رہی ہے۔ آج کی جنگ تو خشکی مشکل بھی لڑ سکتے ہیں اب بھی اسلام میں زور موجود ہے۔ ہم باغی ہو چکے ہیں اسلام کی ایک بات ماننے کو تیار نہیں۔ ہندوستان کی لڑائی میں کچھ سکھ گرفتار کئے گئے وہ کہتے تھے کہ تمہاری ہر چیز کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر تم جو کوک مارتے ہو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کوک سے مراد اللہ اکبر کا نعرہ ہے۔ کہتے تھے کہ جب تم اللہ اکبر کہتے ہو تو ہمارے دل ہل جاتے ہیں۔ حضرت ثابت بن قیسؓ نے پاؤں کے نیچے کھڈہ کھودا اور سہارا لیکر کھڑے ہو گئے تاکہ یہاں سے فوج پیچھے نہ ہٹے تو آخر کار شہادت پائی انکی بات تو یہ ہوتی تھی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جہاد میں ایک شخص تازہ مسلمان ہو کر شامل ہوا میں نے اسے یہ حدیث سنائی کہ میدان جہاد کی خاک اور جہنم کی آگ اکٹھی نہ ہو گی اس نے کہا کہ یہ بات تو نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے کہا ہاں تو نیام توڑ دیا تلوار نکال کر میدان میں چلے گئے اور شہادت پائی یہ تھی انکی محبت آج تو اسلام کی خاطر ایک کانٹا چبھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ بس صرف زبانی

تعریف آج محبت کا ٹھیکہ ہے کہ بس گالی دی اور پیسہ کمایا۔ خدا کرے کوئی جہاد کا موقعہ ہوتا کہ اس گدلی دنیا سے آسانی سے رخصت ہوجائیں کیونکہ شہادت میں مچھر کاٹنے کے برابر تکلیف ہوتی ہے۔ آج مسلمان غریب کیوں ہیں اس لئے کہ آسمانی وسیلہ ترک کیا وہ یہ کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مبارک ہے کہ اَللّٰھُمَّ اجعل رزق امتی فِی الجہادِ یا اللہ میری امت کی روزی جہاد میں رکھ دے صحابہ کرامؓ کا کیا حال تھا حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں انکی بیوی دور سے جا کر گھوڑے کیلئے کھجور کی گٹھلی لایا کرتی تھیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنے گھوڑے پر بیٹھنے کیلئے فرمایا یہ سالی تھیں۔ تو عرض کی کہ میں نہیں جاتی کیونکہ شرم آتی ہے آج تو عورت کا کلب میں ناچنا و فاحشہ پھرنا لازمی چیز ہے۔ جب یہ مسئلہ حضرت زبیرؓ کو سنایا گیا تو فرمایا کاش کہ میں مفلس ہوں تو تم مشکل کام کرتی ہو۔ مسلمانوں نے تو جہاد کیا تو ان جہادوں میں سے صرف منقولہ مال و جائداد لیلو غیر منقولہ کو تو ترک کرو/ چھوڑو بخاری و مسلم شریفین کی حدیث کہ منقول مال میں سے پانچواں حصہ پانچ کروڑ تھے اگر جہاد جاری رہتا تو ہندو و یورپ کا سارا مال ہمارا ہوتا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ روزی جہاد میں ہو مگر امت نے جہاد کو ترک کیا اور ملازمت کی۔ تم صرف اللہ کے ہوجاؤ باقی دنیا تمہاری غلام ہوجائے گی۔ وہ کمائے اور تم کھاؤ زمین اللہ کی اور بسنے والے اللہ کے مومن وفادار اور کافر غدار

اور باغی۔ تو اللہ حکم دیتا ہے کہ باغی سے لڑو۔ آج مسلمانوں نے جہاد ترک کردیا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہل دیکھا تو خاموش ہوگئے تاکہ صحابہ کرامؓ ہل جوتنا شروع نہ کردیں تو دیوار چین تک ایمان کون پھیلائے گا۔ پھر آگے فرمایا کہ کوئی مسلمان کاشت نہیں کرتا تو اس کو پرندے کھائیں تو اس کو جنت میں اجر ملے گا اپنی جگہ پر زمین بھی درست ہے۔ آج ملت سے جہاد ختم ہوگیا۔ جب مسلمان لنڈن میں داخل ہوئے تو انگریز قینچی نہ بنا سکتا تھا۔

درس نمبر ۳

7-5-1965

مقام و حقیقتِ عبادت

رب العٰلمین کا بیان ختم ہوا الرحمٰن اور الرحیم کے بیانکی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بسم اللہ کے درس میں گذر چکے ہیں۔ اب ترتیب میں اس کے بعد اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا بیان بہتر ہے درجہ بدرجہ تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا معنی یہ کہ اے خدا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی دوسرے کو شامل نہیں کرتے۔ صرف کا معنی کیا کہ کسی اور کو عبادت میں شریک نہ کرینگے اگر اِیَّاکَ کے لفظ سے نَعۡبُدُ قبل لایاجاتا تو معنی یہ نہ ہوتا۔ ہر کافر خدا کی عبادت کرتا ہے لیکن خدا کے سوا اس کے غیر کی بھی کرتا ہے۔ اسلام اور کفر کی جدائی اس سے ہی ہوجاتی ہے۔ اگر نَعۡبُدُ اِیَّاکَ کہا جاتا توسب کافر بھی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ اس لئے لایا کہ ہم صرف صرف تیری عبادت کرینگے۔ صرف ہونا اِیَّاکَ کو پہلے لانے کی وجہ سے ہوا۔ اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر رضامند ہوجاتے کہ کفار نے کہا تھا کہ خدا کے سوا ہمارے معبودوں کی پرستش بھی ہونی چاہئے۔ تو کفار کبھی بھی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ کرتے مگر اسلام یہ گوارا نہیں کرتا۔ اگر آدمی اس بات کا اقرار کرے کہ قرآن مجید میں زیادہ اس بات کا مسئلہ بیان ہوا ہے کیونکہ یہ بدبخت انسان مانتا ہی نہیں۔ (1) مقام عبادت کہ عبادت کا مقام خدا کے ہاں کیا ہے۔ (2) حقیقت عبادت۔ (3) اقسام عبادت۔ (4) نتائج عبادت یا ثمرات عبادت۔ عبادت میں غلطی ہوتی ہے مسلمان کسی سے عبادت پوچھتے ہی نہیں عبادت صرف نماز کو سمجھ رکھا ہے حالانکہ خدا کے نزدیک مقام عبادت کا دائرہ وسیع ہے قرآن وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کہ جن وانس کو صرف عبادت کیلئے بنایا ہے۔ اگر عبادت پیش نظر نہ ہوتی تو میں کسی کو پیدا نہ کرتا حضرت آدمؑ سے لیکر ختم دنیا تک جتنے انسان ہیں اور جن ہیں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ صرف عبادت کیلئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کا مقام اللہ تعالی کے نزدیک بہت بلند ہے۔ اگر اللہ تعالی عبادت کے مقصد کو سامنے نہ رکھتا تو کسی انسان کو پیدا نہ کرتا۔ جب یہ مقصد ہوا میں اکثر تقریروں میں اس مقصد کی تفصیل کر چکا ہوں قاعدہ یہ ہے کہ مقصد تخلیق پر فرق مراتب پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کسی میلے یا منڈی میں بھینس خریدنے جاتے ہو تو بھینس کا مقصد دودھ دینا ہے اس مقصد کے لحاظ سے ایک بھینس 12 سیر دوسری دس سیر اور تیسری 8 یا 9 سیر دودھ دیتی ہے۔ روئے زمین کی جتنی بھینسیں ہیں ان کے دودھ کا مقدار ایک برابر نہیں ہے معلوم ہوا

کہ بھینس کی ولادت کا مقصد دودھ ہے اس کے لحاظ سے فرق مراتب علیحدہ ہیں تو انسان کے مقصد کو اللہ تعالی نے متعین کیا یعنی عبادت اس کو دودھ کی جگہ جانواب یقینی بات ہے کہ جوزیادہ عبادت گذار ہو وہ قیمتی اور کم عبادت والا اس سے کم اور جس کی عبادت ہو ہی نہیں وہ بانجھ بھینس کی مانند ہو گا۔ تو ایسی بھینس کو دودھ والی بھینس کی قیمت میں نہیں بیچا جا سکتا۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ بھینس کا جو مقصد ہے وہ ہے ہی نہیں تو ایسی بھینس کو قصاب کے حوالے کر کے ذبح کر دیتے ہیں۔ لیکن رب العٰلمین کے خزانہ میں کمی نہیں تو بہت لوگ ایسے ہیں کہ ایک قطرہ عبادت بھی نہیں جیسے یورپ و امریکہ یہ وہ خشک بھینسیں ہیں لیکن کھڑی ہیں یہ اللہ کے نافرمان انسان اپنی پیدائش کے مقصد کو پورا ہی نہیں کرتے۔ لیکن اللہ کے ہاں مال بہت ہے فرمایا کہ تم تو مقصد پورا نہیں کرتے مگر خوب جی بھر کر کھاؤ پیئو۔ قرآن فرماتا ہے کہ لوگو اگر اللہ تعالی ان باتوں پر پکڑ کرتا تو زمین پر کسی جاندار کو نہ رہنے دیتا۔ یہ اس کی مہربانی ہے کہ سینما پر خوب ناچتے ہیں اور خشک بھینس کی طرح ہیں کہ مالک کے مقصد کو پورا نہیں کرتے لیکن وہ غنی ہے کہ خاص مقصد کے تحت رہنے دو آگے چل کر فیصلہ ہو گا۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا مقام آنے والا ہے اس جگہ پانی الگ اور دودھ الگ ہو جائے گا۔ تو وہاں ایک روندنے کا مقام ہے جس طرح گندم کھیلی جاتی ہے تو انسان اسی طرح کھلیان میں روندے جائیں گے۔ جو جہنم کی خوراک

ہو گی وہ جہنم میں اور جو جنت کی خوراک ہیں وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ بھوسہ اپنی جگہ اور دانہ اپنی جگہ ہو جائے گا۔ اب تو شیطان نے ایسا اندھا بنا دیا ہے کہ آخرت تو معلوم ہی نہیں ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جو بھینس زیادہ دودھ دے اسکی تعریف کی جائے یہاں جو زیادہ عبادت گذار ہیں بجائے انکی قدر و قیمت کے ان پر مذاق اڑاتے ہیں اور خشک بھینس کی مانند لوگ گردن اٹھائے پھرتے ہیں۔ قرآن اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ تم میں قیمتی وہ جو عبادت میں زیادہ ہے۔ مگر آج الٹا معاملہ ہے ایک صاحب نے پوچھا کہ ہم کو یہ کس طرح معلوم ہو کہ ہماری پیدائش کا مقصد عبادت ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ ہم خود نہیں آئے بنانیوالے نے بنایا ہے تو بنانیوالے سے پوچھنا چاہئے کہ ہماری پیدائش کا مقصد بیان کر دو اس نے فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کہ میں نے انسان اور جن کو عبادت کے لئے پیدا کیا یہ تو عقل مند کے لیے ہے۔ اب ہم عقل سے کہتے ہیں تاکہ بیوقوف لوگ بھی جان لیں یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ بغیر مقصد کے بنایا ہے) اللہ تعالیٰ تو بڑی چیز ہیں انسان بھی کسی چیز کو بغیر مقصد کے نہیں بناتا) تو دنیا میں ایک انسان اور ایک غیر انسان یعنی آسمان و زمین بھی شامل ہیں) اور ماسوا ان کے یہ کس واسطے بنایا ہے۔ یہ سب خدمت انسان کے لئے بنایا ہے پوری کائنات کو انسان کی خدمت کے لئے بنایا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ انسان کے باہر کا کارخانہ صرف

انسان کی خدمت کے لئے بنایا ہے۔ وَسَخَّرَ نَا الخ ہم نے آسمان و زمین تمہاری خدمت کے لئے بنایا ہے کیا یہ خدمت نہیں کہ آپ سوئے ہوئے ہیں اور زمین گندم وغیرہ تیار کر رہی ہے۔ پانی بہہ رہا ہے۔ آگ موجود ہے۔ مگر اس بدبخت انسان کو یہ پتہ نہیں کہ میں کس کے لئے ہوں۔ یہ تو غلط ہے کہ کارخانہ جہاں انسان کے لئے اور انسان کارخانہ جہاں کے لئے ہے؟ دیکھو جہاں کی ایک چیز ختم ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو کارخانہ کا مقصد ہمیں پالنا ہے۔ پھر اگر انسان نہ ہو تو جہاں کا کارخانہ کھڑا رہے گا۔ معلوم ہو گیا کہ جہاں کی حاجت ہم کو ہے نہ کہ اس کو ہماری۔ معلوم ہوا کہ اس انسان کا کوئی اور مقصد ہے۔ اقبال مرحوم کا ایک بند ہے (کہ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے) انسان کی پیدائش کا مقصد جہاں کے لئے نہیں۔ معلوم ہوا کہ ہم کسی اور کام کے لئے آئے ہیں وہ یہ کہ جہان ہمارے لئے اور ہم خالق جہان کے لئے یعنی اس کی عبادت کے لئے۔ یہ تین نسبتیں مثال کے لئے ایسی ہوئیں کہ قبل زمانہ میں ایک رئیس گھوڑا رکھتا تھا اور ایک نوکر بھی اس کی پرورش کے لئے رکھا نوکر کس کے لئے، گھوڑے کے لئے اور گھوڑا مالک کے لئے۔ یہاں جہاں انسان کے لئے اور انسان مالک کے لئے۔ اب میں نے مقام عبادت بیان کر دیا ہے، آج جو عبادت میں مشغول ہیں دنیا ان کو دیوانہ کہتی ہے۔ آج دنیا والوں کے دل و دماغ مریض ہو چکے ہیں۔ آج قلب سلیم نہیں رہا۔ اقبال

(نہ مشرق اس سے بری ہے نہ مغرب اس سے بری۔ جہان میں عام ہے قلب و نظر کی دوری) کہ اکثر انسانوں کا قلب و دماغ مریض ہے، نفع کو ضرر اور ضرر کو نفع سمجھتے ہیں۔ دنیا کے معاملے میں تندرست ہیں مگر دین کے معاملے میں قلب مریض ہو چکے ہیں۔ آج سے بہت قبل زمانہ میں ایک ہندو شاعر نے کہا کہ آج کل کھوپری بدل چکی ہے۔ خدا کے سوا کسی کی کھوپڑی کا فیصلہ نہ سمجھو، سمر نگی کو نارنگی کہے بنے دودھ کو کھویا/چلتی کا نام گاڑی رکھے/کبیرا دیکھ کر رویا/یعنی رنگ والی چیز کو نارنگی کہتا ہے اور دودھ کی حقیقت کو کھویا کہتا ہے اور گاڑی تو گڑ جانے کو کہتے ہیں تو اپنا نام کہہ رہا ہے کہ لوگوں کی بیوقوفی کو دیکھ کر کبیرا رو پڑا تو انسان کی بددماغی عالمگیر ہو چکی ہے آج تو صد بار رونا چاہیے تو یہ مقام عبادت کافی ہے۔ (2)

حقیقت عبادت عبادت ایک اسلامی اور شرعی لفظ ہے جب ہماری تخلیق کا مقصد عبادت ہوا تو سب انسانوں کو ادھر سمجھانا چاہیے تاکہ اپنا مقصد پورا کریں جب سمجھے گا نہیں تو کریگا کیسے عبادت کے سلسلہ میں ایک حقیقت عبادت اور دوم صورت عبادت ہے مثلاً ایک سخاوت کی حقیقت ہے اور ایک صورت ہے سخاوت کی۔ حقیقت یہ کہ آدمی کے دل و دماغ کی یہ کیفیت ہو کہ مال دینے میں خوش ہوتا ہو اور کسی کو کپڑے اور کسی کو پیسے وغیرہ دلئے یہ ہیں سخاوت کی صورتیں۔ اسی طرح شجاعت دل و دماغ کی اس کیفیت کا نام ہے کہ آدمی جان دینے میں خوشی محسوس کرے یہ ہے باطن

کیفیت اور شجاعت کی صورت یہ ہے کہ جو آج کل رن کچھ میں دیکھی ایک بات ہے کہ انگریز نے سارا ایمان ختم کر دیا صرف ایک فیصدی مسلمان میں ایمان باقی ہے مگر ایک فیصد کا بھی اتنا ہی جوش ہے کہ آپ سے قوی دشمن کو بھی پچھاڑ دیتا ہے اگر سو فیصدی ہو جائے تو پوری دنیا پر مسلمان کا قبضہ ہو جائے گا، تو سخاوت اور شجاعت کی مثال دی تو عبادت کی بھی ایک حقیقت اور ایک صورت ہے عبادت کی حقیقت کیا ہے دو بزرگوں نے لکھا ہے ایک امام راغب کے استاد اصفہانی دوسرا امام بیضاوی اقصیٰ غایۃ التذلل یعنی دل میں ایسی کیفیت تصور کرنا کہ انسان اپنے آپ کو اللہ کے آگے انتہائی پست سمجھے اور امام راغب نے مفردات القرآن میں لکھا ہے کہ عبادت اس چیز کا نام ہے کہ انسان اپنے قلب میں ہر وقت اللہ تعالی کی ذات کو سب سے زیادہ عظیم ہستی تصور کرے۔ یہ حقیقی اختلاف نہیں صرف لفظی اختلاف ہے، باقی قول دونوں حضرات کا ایک ہے۔ عبادت عبد اور معبود کے مابین ایک رابطہ ہے تو دونوں تصور لازمی ہیں کہ بندہ اپنی پستی اور اللہ تعالی کی عظمت کا ہر وقت خیال رکھے۔ ان دو تصوروں کا رنگ جو قلب میں پیدا ہو جائے تو اس کو حقیقت عبادت کہتے ہیں اس کے بعد صورت عبادت۔ اللہ تعالی نے چند صورتیں رکھی ہیں کہ میں ان کو عبادت کہوں گا تم کہو یا نہ کہو۔ وہ کون سے کام ہیں جن سے عبادت کی حقیقت معلوم ہو تو ان میں سے ایک سجدہ ہے،

سجدہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو بندہ کی انتہائی ذلت اور اللہ کی انتہائی عظمت پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ نے اپنی انتہائی عظمت کی ایک نشانی سجدہ کی رکھی ہے اس لئے پیغمبر نے فرمایا کہ جس نے غیر اللہ کو سجدہ کیا اس نے شرک کیا۔ تو صورت سجدہ سے عبادت کی حقیقت کا ظہور ہوتا ہے یہ تقریر میں نے امام سید الطائفہ ولی اللہ سے لی ہے۔ یہ سب فرقوں بریلوی غیر مقلد دیو بندی وغیرہ کے امام ہیں۔ اس لئے ان کا نام سید الطائفہ ہے کیونکہ ہم سب کا سلسلہ ان سے جا کر ملتا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں باب الشرک باندھا ہے۔ سیٹھ کو تو کوئی نہیں جانتا درویش کو ہر ایک جانتا ہے تو ایک تو سجدہ ہوا۔ اور (2) دوسرا یہ کہ قسم۔ قسم کا مطلب یہ کہ میں اپنی بات منوانے کیلئے ایسی عظیم ہستی کا نام لیلوں جو سب سے بلند ہے تا کہ میری بات کا یقین ہو جائے کیونکہ وہ عظیم ذات بات جاننے والا ہے اس لئے قسم بھی ایک صورت ہے عبادت کی۔ تو اللہ تعالی کی ذات ایسی ہے کہ اس کے نام کی قسم کھائی جائے غیر اللہ کی نہ کھائی جائے۔ فقہ حنفی میں ہے کہ کعبہ و قرآن و نبی وغیرہ کی قسمیں نہ کھائی جائیں۔ جامع صغیر میں حدیث شریف ہے کہ جو اللہ تعالی کے غیر کی قسم کھائے اس نے شرک کیا۔ (3) چیز نذر و نیاز مثلاً نذر و نیاز مانی جاتی ہے کہ میرا مریض اگر تندرست ہو جائے تو میں یہ منت و نذر دونگی یہ حقیقت میں کارسازی کا معاوضہ ہے اور یہ کارسازی اللہ تعالی کا کام ہے باقی کسی کا کام نہیں تو نذر د

نیاز اللہ کیلئے ماننا چاہیئے- پھر اس کا ثواب حضرت پیران پیر یا اور جسکو دینا چاہو تو بخش دو جائز ہے منع نہیں ہے- یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں درج ہے یہ مختصر سی چیزیں ہیں- (4) طواف کہ اللہ تعالی نے مقام بیت اللہ کو یہ عزت و عظمت بخشی ہے دنیا سب خدا کی ہے لیکن ایک گھر اللہ کے نام سے مخصوص ہے اس کے ارد گرد چکر لگانا یہ عبادت کی انتہائی تعظیم ہے اگر کسی بزرگ کے مقام یا مزار کا چکر لگایا تو یہ شرک ہو گا ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود کہ میرے گھر کو طواف والوں کیلئے پاک کردو- تو ایک عبادت کی حقیقت اور ایک صورت ہوئی تو دونوں کو اللہ تعالی سے خاص رکھو-

درس نمبر۳
9-5-1965

اساس العبادت

اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے سلسلہ میں اس سے پہلے درس میں مقام عبادت اور حقیقت عبادت کا بیان ہوا۔ آج اساس العبادت یعنی عبادت کی بنیاد کا بیان ہے۔ ہر چیز کی بنیاد وہ ہوتی ہے کہ اس شئی کی بقاء اس کے بغیر ممکن نہیں۔ مثلاً اگر دو منزلہ مکان ہو اس کا معنی یہ کہ نیچے والا حصہ اوپر والے حصہ کی بنیاد ہے اگر یہ گر جائے تو اوپر والے کیلئے گر جانا ضروری ہے۔ اسی طرح درخت کی جڑ بنیاد وغیرہ کٹ جائے تو شاخ خود بخود ختم ہوجائے۔ اسی طرح ہماری عبادت کیلئے بھی بنیاد ہے اگر ہوئی تو درست ورنہ عبادت نہیں۔ بزرگان نے بیان کیا کہ جو بھی عبادت ہو اس کیلئے تین بنیادی چیزیں ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں درج کی ہیں۔ (1) نیت (2) اخلاص (3) صدق یہ تین چیزیں بنیاد ہوئیں۔ خواہ ہم نماز پڑھیں یا اور کچھ کریں اگر ہماری نیکی ان تین بنیادوں پر قائم ہے تو درست ہے ورنہ عبادت عبادت نہیں ہے۔ اس لئے ہر عبادت گذار کا فرض ہے کہ عبادت کی بنیادی چیزوں

کو ضرور سمجھے۔ نیت کس چیز کا نام ہے۔ کتاب السنت اور بزرگان نے فرمایا ہے کہ قلب کا کسی مقصد کیلئے مائل ہونا انبعاث القلب الی الشئ اگر مقصد خدا کا ہو تو اچھا ورنہ کوئی درجہ نہیں رکھتی اس کا نام نیت مطلق ہے۔ اور نیت کا ایک شرعی معنی ہے انبعاث القلب الی اللہ کہ اللہ کی خوشنودی کیلئے کسی کام کی طرف قلب کا مائل ہونا اس کو نیت کہتے ہیں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں العاملون کلھم الخ نیک عمل کرنے والے سب تباہ ہیں مگر جنکی نیت صحیح ہو۔ والناصحون کلھم ھالکون نیت کرنے والے سب تباہ ہیں مگر جن کے اندر اخلاص ہو۔ والمخلصون کلھم ھالکون اور مخلص بھی سب ہلاک ہیں مگر وہ جو کہ سچے ہوں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ عبادت گذار میں ان تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے ہماری عبادت ان تین چیزوں کے علاوہ قبول نہ ہوگی اس لئے ان تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیت صرف زبان سے بولنے کا نام نہیں بلکہ قلبی میلان ضروری ہے۔ دیکھو واقعی نیت تو دل کا عمل ہے زبان کا کام ہے کہ جو کچھ قلب میں ہو اس کو ظاہر کردے اگر دل میں کچھ نہیں اور بولا تو جھوٹ بولا۔ اللسان ترجمان الجنان زبان دل کی ترجمان ہے۔ مثلاً قاضی بیضاوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ بن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے انما الاعمال بالنیات میں ذکر کیا معلوم ہو گیا کہ نیت زبان سے نہیں جب تک کہ دل سے میلان نہ ہو۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ اگر قلبی میلان نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص مکمل طور پر روٹی کھا چکا ہے اب وہ کہے کہ میں روٹی کی نیت کرتا ہوں تو یہ تو غلط ہے کیونکہ اسے بھوک تو نہیں صرف زبان سے کہہ دینا تو بیکار ہے۔ اسی طرح اگر ایک کو پیاس نہیں اور وہ کہے کہ پانی پی لونگا تو یہ غلط ہے کیونکہ اس کو پیاس تو ہے ہی نہیں۔ تو جس طرح پیاس کے وقت دل کا پانی پینے کی طرف میلان ہوتا ہے تو اسی طرح نماز پڑھنے کیلئے نہ کہہ کر قلب کو تیار کرلو صرف اللہ کیلئے جب قلبی میلان ہوجائے تو تب نماز کی نیت کرو۔ مطلب یہ کہ نیت افعال قلوب میں سے ہے پہلی چیزوں کے اندر میلان پیدا کرو۔ مثلاً بزرگان دین نے فرمایا کہ جب تک یقین کامل نہ ہو تو میلان پیدا نہ ہوگا۔ فرض کرلو کہ نماز ایک عبادت ہے تو قلب میں میلان تب ہوگا جب نماز کے فائدوں کا یقین ہوجائے۔ اور نماز کا فائدہ اتنا ہے کہ اگر ہم تمام زندگی کے فائدوں کو جمع کریں تو ایک نماز کے فائدہ سے کم ہیں۔ تو ہم دنیا کے کاروبار میں کتنے شوق سے محنت کرتے ہیں۔ یہ کیوں اس لئے کہ اس کے فائدہ کا یقین ہے۔ اور یہ بھی ہر مسلمان کو یقین ہے کہ دنیا کے سارے دھندے پاکستان کی صدارت تک جمع ہوجائیں تو بھی نماز سے کم ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دنیا کے معمولی دھندوں کا شوق ہے اور نماز کا شوق نہیں۔ اس لئے اگر ہم بانیت نماز ادا کریں تو قلبی میلان ضروری ہے۔ محمد بن عبادہ رحمتہ اللہ علیہ حنفی ایک بزرگ اور عالم ہو گذرے

ہیں ان کا قصہ نقل کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک مرتبہ اتفاق ایسا ہوا کہ عین تکبیر کے وقت ماں کی جان کنی کا وقت آگیا ساری زندگی میں یہی نماز جماعت سے ترک ہو گئی۔ تو حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز کی قیمت تنہا نماز کی قیمت سے 27 گنا زیادہ ہے۔ تو اس حدیث کے مطابق حضرت محمد بن عبادہ رحمتہ اللہ علیہ نے قضا نماز کو 27 مرتبہ ادا کیا تاکہ ثواب برابر ہو جائے۔ ہمارے پہلے بزرگوں کو کمال کا فکر آخرت تھا تو 27 مرتبہ ادا کرنے کے بعد قلب میں خیال پیدا ہوا کہ اب نقصان کی کمی پوری ہو گئی۔ تو رات کو خواب میں ایک نورانی چہرہ والا شخص آیا اور غیبی آواز آئی کہ 27 مرتبہ تو ادا کر دی مگر ملائکۃ اللہ کی آمین کا کیا کرو گے؟ حدیث میں آیا ہے کہ جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہتا ہے تو ملائکہ جو نیکی بدی لکھنے والے کے علاوہ ہیں وہ بھی آمین کہتے ہیں مطلب یہ کہ الحمد الخ میں جو کچھ آدمی نے مانگا ہے اس کے متعلق فرشتے بھی دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ اس بندے نے جو کچھ مانگا ہے اس کو دیدے۔ اور ملائکہ بے گناہ ہیں تو اللہ ان پاک فرشتوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔ مثلاً اَلْحَمْدُ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں جو راستہ مانگا گیا ہے تو ملائکہ نے ہماری دعا قبول ہونے کی دعا کی جنکی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ہو گئی۔ تو ان کے اگلے سب گناہ معاف ہو گئے۔ اگر آدمی اکیلی نماز پڑھے تو ملائکہ آمین نہیں کہتے تو محمد بن عبادہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ نماز ستائیس مرتبہ تو ادا کی مگر

خواب میں ایک غیبی آواز آئی کہ ملائکہ کی آمین کہاں سے لاؤ گے۔ تو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز کیلئے قلبی میلان ضروری ہے اور میلان کیلئے فائدہ کا یقین ضروری ہے۔ صحابہ کرامؓ کو یقین کامل تھا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد میں رات کو حکم دیا کہ فوج سو جائے اور دو آدمیوں کو ایک درہ پر پہرہ کیلئے مقرر فرما دیا ان دو نے یہ بات طے کی کہ ہم میں سے ایک سو جائے اور ایک آدھی رات نماز پڑھتا رہے اور چوکیداری بھی کرتا رہے۔ تو ایک نے تہجد شروع کیا دشمن تاک میں تھا تیر مارا پھر دوسرا مارا اگر اسی طرح نماز بدستور جاری ہے۔ آخر جب سخت بیقراری ہوئی تو چیخ نکل گئی تو پوچھا گیا کہ بندہ خدا پہلے تیر پر کیوں نہ چیخ پڑے۔ فرمایا کہ جب میں نے سورۃ شروع کی تو میرا قلبی میلان یہ تھا کہ اس سورۃ کو ختم کروں گا اگر ترک کر دیتا تو شوق اور قلب کے میلان میں فرق پیدا ہو جاتا۔ مدینہ میں ہجرت کے بعد پہلا بچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تھے۔ ایک بار ان کے پاؤں میں پھوڑا نکلا تو پاؤں کاٹنے کی نوبت آئی تو نماز کی نیت باندھی تو پاؤں کاٹا گیا درد کا ذرا بھر بھی احساس نہ ہوا یہ ہے میلان اور شوق کی بات۔ تو نیت کی مختصر تفسیر کافی ہے۔ نیت کے وقت یہ ضروری ہے کہ کام کے فائدہ اخروی کو فائدہ دنیوی پر ترجیح کا یقین رکھے۔ جامع الصغیر حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہ پوری نماز تو نماز رہی صرف اللہ اکبر کی قیمت پوری دنیا سے زیادہ ہے۔

عبادت میں فائدہ کا یقین ہو تو پھر کوئی مشکل نہیں ہے۔ نیت کا مختصر سا تمام بتاتا ہوں جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی تھی تو ایک عورت ام قیس بھی شامل تھی یہ مدینہ ہجرت کر کے آگئی تو ایک مسلمان جو کہ کسی وجہ سے ہجرت نہ کرتا تھا اس کو ام قیسؓ سے نکاح کی خواہش تھی تو اس نے ام قیس کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس شرط پر قبول کیا کہ ہجرت کر کے مدینہ آجاؤ تو اس بندہ خدا نے چھپایا ہی نہیں صاف آکر کہہ دیا کہ میں نے نکاح کی خاطر ہجرت کی ہے۔ تو ہجرت والوں کیلئے آیت نازل ہوئی صحابہ کرامؓ خوش ہوئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ام قیس کے خاوند کو بھی ہجرت کا اجر ملے گا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ جسکی ہجرت اللہ کی خوشنودی کیلئے ہوئی تو وہ اللہ کیلئے ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ دوسری حدیث مَنْ جَاہَدَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور کسی مال کی خواہش ہو تو آخرت میں اسکے سوا کچھ نہ ملے گا او کما قالُ۔

حدیث کہ غزوہ خیبر میں ایک صحابیؓ بہت لڑے اور شہید ہو گئے انکی اطلاع حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو فرمایا کہ تاہم بھی یہ جہنم میں گیا۔ ایک صحابیؓ نے کہا کہ اس کی نگرانی موت تک کرونگا صحابہ کرامؓ کو گفتہ محمدؐ پر یقین کامل تھا مگر دوسروں کو بتانے کیلئے یہ کام کیا۔ تو دیکھا اس جہاد میں ان کو ایک تیر لگا تو

درد کی وجہ سے خود کشی کرلی تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم آپ سچے نبی ہیں اور یہ واقعہ سنایا حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص جس ہتھیار سے خود کشی کریگا جہنم میں اسی سے خود کشی کرتا رہے گا۔ جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ انکی نیت بھی اچھی نہ تھی کیونکہ وہ قوم کی خاطر لڑ رہے تھے نہ کہ خدا کی خاطر تو دارومدار نیت پر ہے۔ آج کل ایک عام رواج ہو گیا ہے کہ حاکم کے ذریعہ چندہ کرواتے ہیں تو اس کے رعب سے چندہ تو دیدیا مگر قلب خوش نہ ہوا تو یہ بھی چندہ جائز نہیں۔ جب آدمی دے اور دل مائل نہ ہو تو یہ حلال نہیں حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے والد رحمتہ اللہ علیہ کی لاکھوں روپیہ کی جائداد تھی مگر مشکوک سمجھی تو ساری سے ورثاء کے حق میں دستبردار ہوگئے تو ایک بار آپ کے گھر سے اطلاع آئی کہ لکڑی نہیں ہے سستے داموں پر ملتی بھی ہے مگر اس وقت پیسے نہیں تھے اتنے میں اتفاق سے ایک معتقد آگیا تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی شرائط کے تحت اس نے بیس روپے دئے۔ مولانا نے فرمایا کہ لوگ بعض چیز کو کرامت کہتے ہیں لیکن درحقیقت وہ سمجھداری ہوتی ہے۔ تو حضرت نے دس روپے لئے اور دس واپس کردئے اور فرمایا کہ صرف لکڑی کیلئے ہی دس روپے ضرورت تھے۔ وہ آدمی دس لیکر گھر گیا تو کہنے لگے کہ مولانا کی کرامت میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ جب میں گھر سے نکلا تھا تو ارادہ کیا تھا کہ حضرت کو دس روپے دونگا جب گیا تو رائے بدل گئی کہ آپکی شخصیت سے دس بہت کم ہیں تو دس

اور ملا دے نے یہ قصہ حضرت کو سنایا گیا تو فرمایا کہ بزرگی وغیرہ تو نہیں گھر سے پیغام دس کا آیا تھا۔ لیکن بحمداللہ اگر دس اور لیلیتا تو حرام ہو جاتے کیونکہ وہ قلبی میلان کے ساتھ نہ دینا چاہتا تھا اس سے معلوم ہؤا کہ قلبی میلان کی ضرورت ہے۔

درس نمبر ۳۲
14 مئی 1965ء

اساس العبادت ۲

(اخلاص، صدق، تقویٰ)

اس سے پہلے درس میں ایاک نعبد کے تحت عبادت کا بیان تھا تو پہلی چیز یہ تھی کہ جس پر عبادت موقوف ہو مثلاً وضو کے بغیر نماز نہیں اسی طرح شریعت نے عبادت کیلئے کچھ مبادیات ذکر کئے ہیں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (1) نیت (2) اخلاص (3) صدق (4) استقامت جب تک عبادت کی پوری حقیقت معلوم نہ ہو تو عبادت کا کوئی فائدہ نہیں یہ چزیں اللہ کے قرآن پاک نے بھی بیان کی ہیں نیت کے متعلق قرآن کا حکم پہلے دعوی بیان کرتے ہیں بعد میں صحابہ کرامؓ کی تعریف کرتے ہیں محمد رسول اللہ کہ محمد اللہ تعالی کے رسول ہیں۔ اللہ تعالی اب یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس وقت تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت کو انسان دیکھ کر مسلمان ہوتا تھا اب محمد رسول اللہؐ فرما کر دلیل فرما دی کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب شاگردوں کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ اپنے استاد کے علاوہ کسی

دوسرے سے ایک لفظ بھی نہیں پڑھا اگر وہ شاگرد یگانہ ہو تو کیا وہ استاد کی قابلیت کی دلیل نہیں۔ رسول اللہؐ کی صحبت سے انسان کے اندر جو تین طاقتیں ہیں وہ درست ہوجاتی ہیں۔ (1) قوت غصہ جو معیت رسولؐ سے درست ہو جاتی ہے اس کے بالمقابل شفقت ہے وہ بھی درست ہو جاتی ہے پھر ہے (2) قوۃ عقل اس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نے درست کیا چنانچہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو فرمایا کہ نہ اب اور نہ پہلی امتوں میں ان جیسا کوئی آدمی ہوا۔ اشداء علی الکفار کہ ان کا غصہ اپنی برادری سے ہٹ کر کفار پر ہو گا یعنی جن لوگوں پر اللہ کا غصہ تھا ان کا غصہ بھی ان کی طرف مائل ہو گیا۔ آخر اللہ نے غصہ کی طاقت کو بلاضرورت تو پیدا نہیں کیا اس کی کوئی نہ کوئی تو ضرورت ہو گی کبھی یہ چیزیں بے موقع استعمال ہوتی ہیں۔ تو نقصان ہو جاتا ہے صفت غضب، صفت عقل، صفت رحمت، یہ چیزیں اللہ تعالی نے انسان میں پیدا فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ موقع پر استعمال ہوں لیکن کبھی غیر موقع پر بھی استعمال ہو جاتی ہیں۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاؑ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ ان کو درست کر کے صحیح موقعہ پر چلائیں۔ تو دیکھو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ لوگ بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے مگر اللہ کے ہاں کیا مقام حاصل کیا اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو

شکست دی اور بعثت رسولؐ سے قبل عرب کی حالت بہت بگڑ چکی تھی کہ ایک اونٹنی کی وجہ سے ایک سو بیس (120) سال لڑائی رہی یہ بھی کوئی عقل ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انوار صحبت کا یہ فائدہ اور یہ اثر ہوا کہ اشداء علی الکفار سے معلوم ہو گیا کہ صفت غضب کی اصلاح ہو گئی ہے۔ رحماء بینھم یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صفت رحمت کی بھی درستی ہو گئی کہ آپس میں رحم ہو رہا ہے۔ عجیب بات ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اور عبادتیں بھی تو تھیں مثلاً حج نماز روزہ وغیرہ اور جہاد لیکن اللہ تعالی نے صرف (1) غصہ (2) رحمت (3) عقل کی فہرست چنی تو معلوم ہو گیا کہ ان سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ لیکن آج تمام مسلمانوں نے یہ ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے کہ آپس میں لڑیں گے بقول علامہ کافروں کی مسلم آئینی کا نظارہ بھی کر۔ اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ۔

دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ
بت کدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

آج مسلمانوں کا کام ہے کہ ایک دوسرے کی دل آزاری کریں اسکی وجہ سے روزانہ ذلت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ دو اصلاحی چیزیں ہیں۔ (1) غضب کی قوۃ۔ (2) رحمت کو درست کیا اب باقی قوۃ عقل رہ گئی۔ تراھم رکعا سجدا جب بھی تم صحابہ کرامؓ پر نگاہ کرو گے تو یا رکوع یا سجدہ میں ہونگے۔ تو قبل غصہ

کو قرآن نے بیان کیا پھر رحمت اور پھر عبادت کو بیان کیا۔ لیکن آگے فرمایا یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا الخ کہ ان کا رضاء الٰہی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں مثلاً ایک آدمی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو تو مخلوق کی رضا کے ساتھ اس کا کیا بنے گا۔ اگر مخلوق کے خوش کرنے کیلئے کیا تو مخلوق کے ہاتھ میں تو کچھ نہیں اور جو کچھ دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے علاوہ تو دے نہیں سکتا۔ مثلاً کسی ملک کا صدر یہ کہے کہ کوئی افسر میری منظوری کے علاوہ کسی کو ملازمت نہ دے تو ایسا کوئی بیوقوف ہوگا جو صدر کے علاوہ سب کو راضی کرے۔ اس لئے اللہ نے عقل کی اصلاح فرمائی۔ کہ جو کام ہو میری رضا کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جن لوگوں کو اسباب دنیا پر نگاہ ہو مثلاً یہ کہے کہ نوکری وغیرہ فلاں شخص نے دلوائی ہے تو ایسے لوگ حقیقت سے واقف نہیں کہ رزق کے جتنے اسباب ہیں وہ کشکول گدائی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہوئی کہ ایک قلعہ میں ایک بادشاہ رہتا ہو اور اس نے اعلان کیا ہو کہ میں نے روپے تقسیم کرنے ہیں مگر جن کے پاس کشکول نہ ہو تو کچھ نہ دیں گے۔ تو جتنے محتاج ہیں صبح و شام بڑی جماعت میں بن کر بادشاہ کے پاس جاتے ہیں اور بادشاہ ان کو ضرورت کے مطابق دیتے ہیں۔ ~~تو~~ غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا تو اس نے دی ہے حقیقت میں جس کو چاہے زیادہ دے یا

یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا

کم دے۔ ہر جاندار کو روزی دینے والا صرف اللہ رب العلمین ہے اور دوسری جگہ فرمایا وأتوا البیوت من ابوابہا کہ تم گھروں میں دروازہ سے آیا کرو مفسرین نے لکھا کہ قاعدہ ہے کہ جس طرح گھر میں دروزاہ سے آتے ہیں۔ تو اللہ سے روزی لینے کیلئے بھی ایک دروازہ ہے جس طرح روزی کے بہت اسباب موجود ہیں اللہ تعالی بغیر ذریعہ کے بھی روزی دے سکتا ہے۔ مگر اس میں ہمارا اپنا نقصان ہے مثلاً اگر بغیر زراعت کے روزی ہوتی تو پورا کرہ ارضی جنگل کا جنگل بنکر رہ جاتا اور انسانوں کو درندے کھا جاتے۔ غور کرنے کے بعد عقلی تجربہ سے یہ بات آئی کہ تجارت دکان اور زراعت وغیرہ کے کشکول میں ڈالنے والا کوئی اور ہے اس لئے کہ اگر خود تاجر یا کسان ہوتا تو روز مرہ کی کمائی میں فرق نہ آتا۔ دیکھو ایک باپ کے دو بیٹے ایک ہی برابر رقم سے تجارت کرتے ہیں چند دنوں میں ایک کا دیوالیہ اور ایک سیٹھ بن جاتا ہے۔ یا ایک کو خوب نفع ہوتا ہے اور دوسرے کو کم نفع ہوتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ تجارت کے کشکول میں ڈالنے والا کوئی اور ہے۔ کیا یہ قدرت الٰہی کی جانب سے اشارات نہیں کہ انسان سمجھ جائے۔ اس طرح زراعت کو دیکھو کہ بعض تو ایک زمین سے کما کر دوسری زمین خرید کر لیتے ہیں اور بعض وہی اصل زمین بھی بیچ کر غریب بن جاتے ہیں۔ اسی طرح ملازمت دیکھ لو کہ بعض اوقات کم تعلیم والے کافی تنخواہ پاتے ہیں اور زیادہ تعلیم یافتہ دھکے

کھاتے پھرتے ہیں۔ میں نے ایک وزیر سے اسکی تعلیم کی بابت پوچھا تو کہنے لگا مڈل فیل ہوں معلوم ہوا کہ کشکول میں ڈالنے والا کوئی اور ہے۔ ان اسباب کو اثر بخشنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہے تو (1) غصہ (2) رحمت (3) عبادت (4) عقل کہ جو بھی دین کا کام کرتے ہیں اللہ کی رضا مندی کے تحت کرتے ہیں یہ نیت کا ثبوت ہوا کہ نہیں۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرامؓ سے بہت محبت ہے کہ ان کی شان میں آیتوں کی آیتیں نازل فرمائیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ الخ کہ اصحاب رسولؐ کفار پر سخت اور آپس میں ترحم ہیں اور ہر فعل میں اللہ کی رضا مندی کے قائل ہیں اور ان کی دل کی نیت ان کے چہروں سے معلوم ہوتی ہے۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں قبل زمانہ میں صحابہؓ گئے اور بعد میں تابعین رحمتہ اللہ علیہ گئے۔ جب تابعین گئے تو اس زمانہ کے مسلمان کہتے تھے کہ وہ سادہ لوح انسان کہاں گئے اور عمدہ طبعیت والے لوگ ہوا کرتے تھے اور ان کے چہروں پر نور ہوتا تھا تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو صحابہ کرامؓ تھے اب وہ تشریف لے گئے کپڑے تو ہمارے عمدہ ہیں مگر ایمان ان کا عمدہ تھا ذالک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کہ یہ تعریف صرف قرآن میں نہیں بلکہ توریت اور انجیل میں بھی ان کی تعریف کا ذکر ہے۔ کزرع اخرج شطئہ ان کی ایمانی حالت یہ کہ جس طرح ایک تخم ڈالا کہ شروع میں وہ نمودار ہو جاتا ہے۔ پھر شاخ بن جاتا ہے جب بونے

والا منظر دیکھتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ دل کی کھیتی سے آئے محمد رسول اللہؐ نے کلمہ ڈال دیا یہ تخم ہوا اور کام دیکھ کر حضرت محمد رسول اللہؐ بونے والے خوش ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ پر غصہ کرنے والا کافر ہے مومن نہیں آگے اللہ تعالی نے فرمایا وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات اس لئے فرمایا کہ جنت صحابہ کرامؓ کیلئے مخصوص نہیں بلکہ جو بھی نیک اعمال کریگا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ دیکھو رب العزۃ نے جنت تک پہنچا کر چھوڑا۔ جس دل میں صحابہ کرامؓ کی محبت نہ ہو وہ دل دل نہیں اسکا مٹ جانا اچھا ہے۔ (2) اخلاص ہے اخلاص عربی زبان میں اس چیز کا نام ہے کہ امتیاز الشئ عن الشئ کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرے نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشربین تم بھینس وغیرہ کے پیٹ میں گھاس ڈالتے ہو تو سمجھتے ہو کہ دودھ اس غذا سے بنتا ہے۔ لیکن جب یہ گھاس غذائی کارخانہ میں جاتی ہے تو اس کارخانہ کے مزدور نظر نہیں آتے مگر وہ مزدور مصروف کار ہیں۔ اللہ کچھ حصہ گھاس کا دودھ بناتے ہیں اور کچھ حصہ گوبر اور کچھ کا خون بناتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ دودھ اور گوبر اور خون تینوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے ملتے نہیں جدا جدا اپنے اپنے رستہ سے گذرتے ہیں اور پھر کوئی چھلنی وغیرہ بھی نظر نہیں آتی۔ یعنی اللہ تعالی گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ دیتا ہے۔ بچہ ماں کے پیٹ مین بالکل روتا وغیرہ

نہیں اور نہ ہی بیمار ہوتا ہے معلوم ہوا کہ جب خالص اللہ کے ہاتھ میں معاملہ ہو تو معاملہ درست ہوتا ہے اگر ذرا بھر بھی اس میں انسان کا دخل ہوا تو نقصان وغیرہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تو ماں کے پیٹ میں خالص اللہ کے ہاں معاملہ ہوتا ہے اس لئے رونا پیٹنا وغیرہ نہیں۔ تو خَالِصاً فرما کر یہ بتا دیا کہ خالص دودھ ہے گوبر اور خون کی ذرا بھر بھی ملاوٹ نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاص کہا معنی یہ کہ نیت بھی ضروری ہے اور اس کے اندر اخلاص بھی ضروری ہے کہ اخلاص ایسا خالص ہو کہ رضاء مخلوق کی ایک ذرہ بھر بھی ملاوٹ نہ ہو۔ قرآن کہ تمام پیغمبروںؑ نے اپنی امتوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ رضاء الٰہی کے سوا اور کوئی چیز بھی شامل نہ ہو۔ (3) صدق کی تشریح کہ میاں فلاں آدمی سچا مسلمان ہے اس کو صدق کہتے ہیں۔ قرآن کا ارشاد یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ معلوم ہوا کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو ایمان کے بعد تقویٰ ہوا وکونوا مع الصّٰدقین اور تم سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (4) استقامت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کہ استقامت قائم کرو۔ تو ہم نے ملائکہ بھیج دئے کہ آگے تو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ کوئی غم ہے جس کیلئے تمام انسانوں کی تمام خواہشیں تاک میں ہیں یعنی بہشت اس میں تم نے جانا ہے اب ان چیزوں کا فرق کرتا ہوں۔

(1) نیت کا مقصد تعین مقصد ہے یعنی مومن جو

عبادت کرے تو مقصد کا تعین کرے ایک بزرگان فرماتے ہیں کہ عبادت اور عادت میں امتیاز ہوجائے فرض کرلو کہ ایک آدمی کو عادت ہے کہ دوپہر کے وقت سوتا ہے اگر عادت کے طور پر سوتا ہے تو کوئی فائدہ نہیں لیکن اگر یہ نیت کرلی جائے کہ ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ فرمایا کرتے تھے تو میں بھی ان کی سنت ادا کرتا ہوں تو یہ نیند عبادت بن گئی۔ تو عادت کو نیت نے عبادت میں بدل ڈالا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے ایک رئیس مرید کے گھر گئے اس کے مکان میں ایک دریچہ لگا ہوا تھا جو پہلے نہ تھا پوچھا کہ یہ کیوں لگایا ہے عرض کی کہ ہوا کی خاطر تو حضرت جی ناراض ہوگئے فرمانے لگے کہ میرے ساتھ تعلق باندھنے کے باوجود بھی ایمان درست نہیں کیا یہ ارادہ کیوں نہیں کیا کہ اس دریچہ سے اذان کی آواز آسانی سے سنائی دیگی۔ دوم یہ کہ عبادت کریں گے تو روشنی ہو گی تو نیت کا مقصد یہ کہ عادات کو عبادات میں تبدیل کر دیتی ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان متفق ہیں کہ دنیا کی روح دو چیزیں ہیں۔ کُلُوا وَاشْرَبُوا یہ تو دنیا کا ہر مذہب کہتا ہے لیکن امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان کہتے ہیں کہ کھانے کے وقت یہ غرض کرے کہ یہ طاقت اور قوت جو کھانے سے پیدا ہو گی یہ تیرے راستہ میں استعمال کرونگا۔ تو یہ عبادت میں شامل ہو گیا کھانا تو ویسے ہی کھائیں

گے لیکن اگر یہ نیت کردی جائے تو مفت کا ثواب مل گیا۔ اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تمام اعمال نیت پر منحصر ہیں نیت کا اخلاص کے برابر درجہ ملے گا۔ عالم، نمازی، اور سخی جب یہ قیامت میں اللہ کی مجلس میں پیش ہونگے تو اپنا اپنا کام سنائیں گے یہ معاملہ چونکہ عالم الغیب کے ہاتھ ہے عالم کو اللہ فرمائیں گے کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے علم اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ عالم کہیں تو لوگوں نے کہا لہٰذا اب کیا مانگتے ہو۔ نمازی کو کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے شہرت کیلئے نماز پڑھی تھی۔ سخی کو کہا کہ شہرت کیلئے سخاوت کی تھی تو ان کو ایک کوڑی نہ ملے گی۔ نیت ایک بنیادی مسئلہ ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کے چاروں سلسلہ کے پیر ہیں ان کے ساتھ ایک اور بزرگ محمد بن سیرین جو تابعین میں سے تھے حضرت ابوھریرہؓ کے شاگرد تھے یہ دونوں بزرگ تابعین میں سے تھے۔ یہ ایک ہی شہر میں رہتے تھے تو حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے مگر یہ بزرگ ان کے جنازہ پر تشریف نہ لے آئے۔ لوگوں نے آپ سے وجہ پوچھی فرمایا کہ نیت کی درستی کرتا رہا جنازے تک نیت درست نہ ہو سکی اس لئے جس کام میں نیت درست نہ ہو اس کو ترک کردینا چاہیئے۔ جب جنازہ پر روانہ ہوتا تو قلب میں خیال پیدا ہوتا کہ لوگ مجھے بزرگ کہیں گے خالص جنازہ کی نیت نہ ہوتی تھی اس لئے نماز جنازہ میں نہ آیا۔ بہرحال نیت کا بڑا

مقام ہے مثلاً ایک آدمی مسجد میں آکر بیٹھ گیا یا سو گیا یہ تو یقینی بات ہے کہ عبادت نہیں اگر یہ نیت کر لیتا کہ ظہر کی نماز پڑھوں گا جب آذان ہو گی تو جتنا وقت یہ نیت کر کے سویا یا بیٹھا رہا تو یہ سارا وقت عبادت میں شامل ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو لوگ مسجد میں نماز کی انتظار میں بیٹھیں ملائکۃ اللہ انکی خاطر دعا مانگتے رہتے ہیں۔ تو دیکھو ملائکہ نوری ہیں اور گناہ سے پاک ہیں ان کی دعا کی قبولیت میں شک وشبہ نہیں۔

درس نمبر ۳۳
21 مئی 1965ء

مقصد پیدائش عبادت ہے

عبادت کا سلسلہ جاری تھا عبادت ایک ایسی چیز ہے کہ جس پر ہماری زندگی کا مقصد اور دارومدار ہے۔ ہم آخرت کو عنقریب جانے والے ہیں ہماری پونجی بھی یہی ہے اور ہماری پیدائش کا مقصد بھی عبادت ہے۔ اگر یہ عبادت درست ہوئی تو ہم بھی درست ورنہ ضائع گئے۔ تو چار چیزیں بیان کیں۔ (1) نیت (2) اخلاص (3) صدق (4) استقامت۔ عبادت کی نیت سے کیا مقصد نیت سے عبادت اور عادت میں فرق آ جاتا ہے انسان اکثر کام عادت کی بناء پر کرتا ہے تو عادت کی بارگاہ خداوندی میں کوئی قیمت نہیں۔ اور کچھ کام اللہ کی خاطر کرتا ہے مثلاً ایک آدمی وقتاً فوقتاً دنیاوی غرض سے وضو کرے تو اس کا کوئی اجر نہیں اگر نماز کی خاطر کرے تو عبادت ہے۔ اخلاص میں ریا سے بچاؤ ہوتا ہے کہ ہمارے کام میں اللہ کی رضامندی کے سوا آمیزش نہ ہو۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اللہ تعالی کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ جو چیز میرے لئے

ہو وہ کسی غیر کو دیدی جائے۔ عبادت صرف اللہ ہی کیلیے ہے نہ کہ کسی غیر اللہ کیلئے۔ خدا وند تعالی ہمارا حقیقی خاوند ہے یعنی مالک حقیقی ہے۔ اور ہماری زبان میں شوہر کو خاوند کہتے ہیں تو مجازی خاوند میں شرکت نہیں ہو سکتی کہ میری بیوی کیلئے میرے سوا کوئی اور خاوند ہو یہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ ایک بیوی کیلئے ایک خاوند اور ایک عبادت کیلئے ایک معبود۔ اور ایک بندہ کیلئے ایک خدا ہوسکتا ہے۔ حدیث کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں جبرئیل انسانی شکل میں آئے اور چند سوال کئے تاکہ صحابہ کرامؓ مسئلہ سے واقف ہو جائیں اور اہم سوال کئے بزرگان دین نے فرمایا کہ اسلام کی کئی قسمیں ہیں۔ (1) موروثی اسلام چونکہ ماں باپ مسلمان تھے اس لئے بیٹا بھی مسلمان بن گیا موروثی اسلام کی کوئی قیمت نہیں۔ بس باپ دادا نے چھوڑا اور ہم نے لے لیا اگر وہ اسلام حقیقی کے مطابق ہے تو درست ورنہ بیڑا غرق ہوا۔ (2) جغرافائی اسلام کہ زمین کا ایک ٹکڑا ہے وہاں جیسا رواج ہو گا اسی طرح چیزیں چل پڑیں۔ (3) رسمی اسلام کہ اسلام کے نام پر کچھ ناجائز محفل اور تقریبات رائج ہو جائیں یہ بھی اگر اسلام حقیقی کے مطابق ہوں۔ تو درست ورنہ سب کچھ غلط ہے۔ (4) مردم شماری کا اسلام یہ ہے کہ اور تو کوئی پتہ نہیں بس مذہب کے خانہ میں اپنا نام مسلمان لکھوا دیا یہ بھی اگر اسلام حقیقی کے مطابق ہے تو درست اور

قیمتی ہے ورنہ کوئی قیمت نہیں۔ وجہ یہ کہ جو اسلام ہمارے ہاں حضرات صحابہ کرامؓ سے پہنچا یہ تھا حقیقی اسلام ان کا اسلام نہ موروثی اور نہ جغرافی تھا۔ کیونکہ مکہ میں تو اسلام کے مخالف تھے۔ اور رسمی بھی نہ تھا کیونکہ وہ حضرات کرامؓ رسومات کے خلاف تھے۔ مردم شماری بھی نہ تھا۔ بخاری و مسلم میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں ایک چمکیلے اور سفید کپڑے والا شخص آ گیا اور بال بہت سیاہ تھے دور سے آنے کے باوجود سفر کے آثار نہ تھے گردو غبار نہ تھا۔ یہ شخص دوزانوں آکر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں مبارک پر رکھ کر سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ہم ایسے آدمی کو زیادہ پسند کرتے تھے کیونکہ دین کی وضاحت ہو گئی۔ (1) سوال کیا یا محمد اخبرنی عن الایمان رسول اللہ کا نام نہیں کہا بلکہ یا محمد کہا فرمایا قال ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ ۔۔۔ کہ اللہ کی وحدت پیغمبروں اور فرشتوں اور قیامت پر ایمان ہو اور اس پر ایمان ہو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہو وہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو پھر اس شخص نے کہا صَدَقْتَ۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ سوال بھی کیا اور تصدیق بھی خود کی۔ (2) قال یا محمد اخبرنی عن الاسلام جواب فرمایا ان تشھد ان لا الہ الا اللہ عبادت کا حقدار صرف اللہ ہی ہے وان محمد رسول اللہ اور حضرت محمد رسول اللہ اللہ تعالی کے رسول مقبول ہیں۔ تو ہمیں اپنی زندگی

والیوم الاخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ قال صدقت

محمد رسول اللہؐ کے طریقہ پر ڈھالنی چاہیئے تقیم الصلوۃ وتؤتی الزکوٰۃ پھر نماز قائم کرو پھر زکوٰۃ پھر حج پھر روزہ تو اس کے بعد پھر اس شخص نے کہا صَدَقتَ۔ (3 قال اخبرنی عن الاحسان قال کہ اخلاص کیا ہے فرمایا ان تعبد اللہ کانک تراہ فانہ یراک قال صدقت کہ عبادت اس انداز سے کرو گویا کہ تو ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یہ ہے مقام شہود۔ دوسرا مقام حضور ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ نماز و عبادت میں یہ تصور ہو کہ وہ حاضر و ناظر ہے گویا تیری ہر عبادت اس کے سامنے ہو رہی ہے۔ پہلا سوال ایمان کا دوم اسلام کا سوم اخلاص کا چہارم قیامت کے متعلق سوال کیا تو جواب فرمایا کہ اس میں تیرا اور میرا معاملہ برابر ہے نہ تو جانتا ہے اور نہ میں جانتا ہوں۔ تو اس کو بھی فرمایا صَدَقتَ۔ اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے علامات کیا ہیں فرمایا کہ پہلی علامت یہ ہے کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی ایک تغیر یہ ہے کہ آخر زمانہ میں اولاد ماں سے ایسا برتاؤ کریگی جس طرح آقا کنیز سے کرتا ہے۔

ترمذی شرف میں ہے کہ قیامت کی علامت یہ ہو گی کہ آدمی بیوی کا تابعدار اور ماں کا نافرمان ہو گا تو یہ دونوں احادیث پیغمبرؐ کی ہوئیں۔ تیسری حدیث یہ کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ کسی وقت ننگے پاؤں و ننگے جسم چلتے ہونگے اور بکریاں چراتے ہونگے مگر وہ اتنے مال دار بن جائیں گے کہ فخر یہ بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے۔ (1) والدین کی نافرمانی اور بیوی کی اطاعت۔ (2) یہ کہ

وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطاع الیہ سبیلا قال صدقت

اونچے طبقہ کے لوگ نیچے اور نیچے طبقہ کے لوگ اونچے ہو جائیں گے۔ ایک بار اخبار میں حکمرانوں کی تفصیل آئی تھی تو ہٹلر کے متعلق لکھا کہ وہ موچی تھا اور لینن کے متعلق لکھا کہ وہ بٹھیارا تھا۔ تو اس نے کہا صَدَقَ رَسُولُ اللّٰہِ کہ سچ فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وہ آدمی واپس چلا گیا۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آدمی کو جانتے ہو عرض کی کہ نہیں فرمایا کہ یہ جبرئیل تھا اللہ تعالی نے بھیجا تا کہ عوام کو دین معلوم ہو جائے۔ پانچ سوال کئے ایک کا جواب صرف اللہ تعالی کے پاس ہے۔ قیامت کی بہت سی علامتیں ہیں مثلاً دھواں، آگ کی علامت ہے تو آگ اور دھوئیں کو آپس میں مناسبت ہے۔ دو علامتیں تو قیامت کی بتلائیں اور بھی بہت سی ہیں مثلاً یَقِلُّ الْعِلْمُ کہ دین کم اور شراب نوشی بڑھ جائے گی۔ اور محفلوں میں مردوں کی تعداد بنسبت عورتوں کے کم ہو گی۔ اور روایت میں ہے کہ دین سیکھنے میں شوق ختم۔ اور غیر مسلم ہونے کا شوق بڑھتا جائے گا۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو انگریز کے آنے سے قبل پڑھا ہو گا وہ نہ مانتے ہونگے مگر اب تو لفظ بلفظ واقع ہو چکی ہے۔ اخلاص کے بعد صدق، نیت سے عبادت اور عادت میں فرق آجاتا ہے اور اخلاص سے ریاکاری کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ اور صدق مقابلہ نفاق ہے۔ صدق کی علامت یہ کہ تنہائی اور لوگوں کے ساتھ عبادت کی ایک حالت ہو۔ مطلب یہ کہ گھر ہو

لوگوں میں ہو دونوں جگہ عبادت میں خشوع و خضوع ہو۔ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ سے سوال کیا گیا کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی حالت کیسی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی پوشیدہ حالت کھلی حالت سے بہتر ہے۔ یہ تو اخلاص سے بھی بہتر ہوئی ترمذی شریف حضرت عبداللہؓ بن فرماتے ہیں کہ رات کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک کے قریب سے گذرا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھ رہے تھے۔ میں نے کان لگا کر قرات سنی اور سینہ مبارک سے رونے کی اتنی شدید آواز آتی تھی کہ جس طرح ہانڈی پکتی ہے۔ تو صدق گویا نفاق کے خلاف ہے۔ آخری چیز استقامت ہے وہ یہ کہ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ وَکَانَ عَمَلُہٗ دَائِمًا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی نیک عمل فرماتے تھے موت تک اس پر جمے رہتے تھے یعنی ہمیشگی فرماتے تھے۔ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا جو عمل ہمیشہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس کا نام ہے استقامت۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کہ ایمان کا تقاضا یہ کہ قبر تک عمل صالحہ پر جما رہے۔ والی قلات جب کبھی وعظ سن لیتا تو فوراً گھی کپڑے وغیرہ کافی تعداد میں ومقدار میں تقسیم کرنے کا آرڈر دیدیتا اور کبھی کبھی سال گذر جاتا آخر میں نے کہا کہ یہ کیا کھیل بنا رکھا ہے جی چاہے تو دیا نہ تو نہ دیا۔ استقامت سے دینا چاہیے تھوڑا ہی

کیوں نہ ہو۔ تو معلوم ہو گیا کہ استقامت بڑی بات ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایک صحابیؓ نے عرض کی کہ مختصر سی نصیحت فرمائیں فرمایا کہ ایمان پر استقامت کر لو استقامت سستی کو دور کرنے والی ہے۔ جب انسان صاحب استقامت ہو تو شیطان تنگ ہو کر بھاگ جاتا ہے۔ تو ہر عبادت کیلئے چار بنیادی چیزیں ہوئیں یعنی چار بنیادی اسباب ہوئے۔ نیت، صدق، اخلاص، استقامت ان کیلئے ایک اور بنیادی چیز ہے۔ اساس الاربعۃ یہ ہے شدۃ الحب مع اللہ کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ سے اتنا قوی تعلق اور اتنی محبت ہو جائے کہ کم از کم یہ مجازی محبتیں کم ہو جائیں۔

والذین اٰمنوا اشد حبا للہ کہ اللہ کے بالمقابل اور کوئی محبت نہیں محبوب حقیقی اللہ ہیں تو حقیقی محبت کم ہے۔ لیکن مجازی محبت کی بہت مثالیں ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو عورت سے محبت ہو جائے اور وہ راضی نہیں اس وقت آپ اس سے پوچھیں گے کہ کیا حال ہے کیونکہ عورت سے ہر وقت محبت ہوتی ہے یا نہیں۔ محبت مجازی کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ ہر وقت محبوب مجازی کی محبت دل میں ہوتی ہے یہ محبت کسی اور کو دل میں نہیں آنے دیتی یہ اخلاص ہوا جو ظاہری ہے۔ اور جو باطن میں ہو اس کو صدق۔ اور جو محبت چوبیس گھنٹہ قلب میں ہے یہ ہے استقامت۔ تو کم از کم محبوب مجازی سے تو اللہ تعالی کو زیادہ محبوب جانیں۔ جلال الدین رومی رحمۃ

اللہ علیہ عشق بامردہ نبا شد پائیدار کہ مردہ سے عشق پائیدار نہیں۔ عشق اس سے لگاؤ جو ہمیشہ قائم رہے۔ اولیاء کرام جو گذرے ہیں وہ اس کی محبت میں ڈوب گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مقصود دنیوی میں انسان کو چستی اور اخروی میں سستی اس لئے ہے کہ دنیا سے محبت ہے اور دین سے محبت نہیں۔ تبلیغی جماعت والوں نے کہا کہ ایک بار گاؤں میں چند طالب علم ملے پوچھنے لگے کہ کیا اپنے کرایہ سے جارہے ہو حیران ہو کر پوچھنے لگے معلوم ہو گیا کہ دین بالکل ختم ہے دین پر خرچ کرنے سے آخرت میں لازوال قیمت ملتی ہے۔ اور دنیا خود بھی خراب ہے اور پھر موت آئی تو بالکل ختم ہو گئی اللہ تعالیٰ نے موت کا انتظام ایسا رکھا کہ شہنشاہ اور گدا میں کوئی فرق نہیں رکھا۔

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستم گر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

عبادت کی بنیادی چیزیں بیان کیں اب عبادت کی قسمیں بیان کرتا ہوں۔ (1) عبادت تکوینی۔ (2) عبادت تشریعی ایک حکومت کی بند گی اور ایک خدا کی شریعت کی بند گی۔ کائنات میں مومن کافر ابلیس و شیطان تک سب عبادت تکوینی میں مصروف ہیں۔ بند گی کا معنی یہ کہ حکم خدا میں بند ہو خدا کے دو حکم ہیں ایک اسکی حکومت کا حکم۔ مثلاً انسان کو حکم دیا کہ پیدا ہو جا بیمار۔جوان۔ بوڑھا، مالدار، تنگدست وغیرہ ہو جاؤ اس میں مومن و کافر سب برابر

ہیں کوئی فرق نہیں۔ کہتے ہیں کہ۔

ع ذرہ ذرہ دہر کا زندانیٔ تقدیر ہے۔ ایک ایک ذرہ اللہ تعالی کی حکومت کے پنجہ میں جکڑا ہوا ہے اور قرآن نے بیان کیا ان کل من فی السموٰت والارض الا اٰتی الرحمن عبدا عبادت تکوینیہ میں سب انسان مسلمان وغیرہ اللہ تعالی کے فرمانبردار ہیں۔

مگر بات یہ کہ عبادت تکوینیہ کی قیمت بازار آخرت میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عبادت جبری ہے کہ اللہ تعالی کا حکم ہے کہ تو تندرست یا بیمار وغیر بن جا اس کی عدولی کوئی نہیں کر رہا۔ تو جبری چیز کی کوئی قیمت نہیں۔ اصل مسلمان کیا چیز ہے وہ یہ کہ شریعت کے احکام جو قرآن شریف میں ہیں ان کا ہمیں اختیار دیا گیا ہے۔ ان کو کرو یا نہ کرو۔ قرآن فرماتا ہے کہ ہم نے کفر و ایمان کا نتیجہ بتلایا ہے جو کچھ کرو اختیار ہے مگر وہ نتیجہ بھگتنا پڑے گا یہ ہے اختیار تو اختیاری پر بازار آخرت میں قیمت ہے لغت کے اعتبار سے اسلام اس تشریح کا نام ہے کہ گردن خدا تعالی کے سامنے نیچے رہے۔

ایک شخص نے کہا کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے میں نے کہا نہیں زیادہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آسمانوں میں چار انگل کے برابر بھی خالی جگہ نہیں کہ وہاں فرشتوں نے سجدہ نہ کر رکھا ہو۔ اور زمین آسمان کے سامنے ایک کڑا ہے۔ تو مسلمانوں کی تعداد تو بہت بڑھ گئی۔ اس کے بعد انشاء اللہ العزیز مختصر سی حکمتیں اور قسمیں بیان کرونگا۔

درس نمبر: ۳۴
23 مئی 1965ء

سیاسی احکام

ایاک نعبد میں عبادت کا بیان گذر چکا ہے کہ عبادۃ اللہ تعالی کی انتہائی تعظیم کا نام ہے جو احکام بجالائے تعظیم ورنہ تعظیم نہیں۔ اللہ تعالی کی تعظیم بھی احکام کی بجا آوری ہے۔ عبادت انتہائی تعظیم ہے اور انتہائی تعظیم حکم کی بجا آوری ہے۔ احکام میں سے ایک حصہ احکام سیاسی کا ہے دوم احکام اخلاقی۔ سوم احکام معاشرتی۔ چہارم احکام اعتقادی۔ پنجم احکام معاملاتی۔ آج میں احکام سیاسی بیان کرتا ہوں۔ سیاست عربی کا لفظ ہے یہ لفظ حدیث میں بیان ہے اگر یہ بیان نہ ہوتا تو ہم سیاست کا معنی نہ جانتے۔ آج کل تو جھوٹ بولنے والا سیاسی کہلاتا ہے اس سے بدترین چیز دنیا میں نہیں ہے۔ سیاست کا لفظ مسلم و بخاری میں موجود ہے۔

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء بنی اسرائیل تھے کہ ان کی سیاست پیغمبر چلاتے تھے۔ سب قوموں میں سے زیادہ نبی بنی اسرائیل میں گذرے ہیں۔ تخصیص نبی اسرائیل اس لئے کی کہ ان میں بہت

سے اور سب سے زیادہ نبی آئے ہیں۔ نبی آئے ہیں جب ایک نبی وفات پا جاتے تو دوسرے آجاتے۔ مثلاً حضرت داؤدؑ وفات پاگئے تو ان کے بعد حضرت سلیمان تشریف لے آئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو حقیقی سیاست وہی ہے جو انبیاؑ کی ہے بنی اسرائیل میں ایک نبی جاتا تو دوسرا جانشین آجاتا۔ تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد جو خلیفہ آئیں گے وہ سیاست چلائے گا۔ خلیفہ جان نشین کو کہتے ہیں اس میں صاف معلوم ہوا کہ حقیقی سیاست وہ ہے جو انبیاؑ نے چلائی۔ تو اکمل سیعین محمد رسول اللہ ہوئے۔ اور آپکے بعد آپکے جان نشین چاریاروں نے چلائی ہے۔ اس میں اس خلافت کا وعدہ خود قرآن پاک نے کیا ہے اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو عمل صالحہ رکھتے ہیں اللہ نے تو ایمان اور عمل صالح کے تحت چننا ہے لیستخلفنھم فی الارض کہ تمکو خلافت دیگا اور جس دین پر تم ہوگے اس کو مضبوط کرینگے۔ اور خلافت کے بدلہ میں امن قائم کرے۔ گویا خلافت کے دو مقاصد بتلائے گئے۔

(1) قیام امن۔ (2) حفاظت دین دوسری آیت نے مضبوطی دین۔ اور اقامت امن۔ جمیع الحقوق الذین ان مکنھم فی الارض کہ مومن وہ ہیں کہ اگر میں انکو زمین کی حکومت دوں تو وہ

کرینگے۔ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ کہ خود نماز پڑھیں گے اور پڑھائیں گے۔ اور زکوۃ وغیرہ دینگے۔ اور ایمان کی نیکیاں پھیلائیں گے اور بدی سے روکیں گے۔ یعنی تبلیغ دین کرینگے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ان چار مقاصد مذکورہ کیلئے مسلمان کو حکومت دیتا ہوں وہ ان مقاصد کو پورا کرے تو درست ورنہ ہر کام کا آخیر رب العزۃ کے ہاتھ ہے۔ یعنی انجام کار اللہ تعالی کے ہاتھ ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ فللہ الامرۃ والادولی کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جب ان چار مقاصد میں غفلت برتیں گے تو ہم سلطنت چھین لیں گے۔ ہندوستان پر چھ سو برس حکومت رہی مگر حضرت اورنگ زیب کے بعد یہ مقاصد ختم ہوگئے اس لئے حکومت چھین کر انگریزوں کو دیدی۔ یہ ایک دھمکی دی کہ مسلمان ڈرتا رہے اگر ان چار چیزوں میں زوال آگیا تو مالک الملک ملک چھین لیگا اگر پورے ہوتے رہے تو پھر حکومت رہے گی۔ مثلاً ایک تحصیل دار کو حکم دیا کہ مالداری وصول کیا کریں اگر وہ ایک کوڑی وصول نہ کرے تو کیا حکومت اس کا عہدہ چھین نہ لے گی۔ یہ حکمرانی کا عہدہ اس لئے ملا کہ نیکی کو عام کرو اور برائی کو روکو گے تو درست ورنہ ہم چھیننا بھی جانتے ہیں۔ لیکن آج کل تو مقاصد تبدیل ہوگئے ہیں نماز وغیرہ کو تو ملائیت سمجھتے ہیں اور ملائیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو کہا کہ جب خدا کو ملائیت ہی پسند ہے تو ہم آپکا کیا کریں۔ بس سب سے بنیادی بات تھی

اقاموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر

مقاصد پر روشنی ڈالنی وہ تو میں نے واضح کر دیا۔ اب تو یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ دین اور سیاست الگ الگ ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دین اور سیاست الگ الگ ہے۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سیاست کو نبیوںؑ سے وابستہ کیا ہے۔ جب تک یہ سیاست نبی تک رہی تو یہ دنیا جنت بنکر رہی اور جب یہ سیاست عوام میں آئی تو دنیا جہنم بن گئی۔ سیاست اور دین کو الگ کرنے کا مطلب یہ کہ ہم جس طرح چاہیں کرتے رہیں کہ دین کی لگام نہ ہو۔ ممکن ہے کہ عیسائیوں نے اس لحاظ سے شروع کیا ہے کہ عیسیٰؑ نے حکومت نہ کی تھی بقول عیسائیوں کے کہ پھانسی دیگئی۔ لیکن ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت قائم کی اور ان کے بعد ان کے خلفاء راشدین نے چلائی۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب سیاست اور نبیؐ تھے اور دوسری بڑی بات یہ ہے کہ ہر پیغمبرؑ اللہ کی طرف سے جو بات لاتا ہے اس کا نام ہے قانون اور قانون کی تنفیذ کیلئے یعنی جاری کرنے کیلئے قوت ضروری ہے۔ مثلاً پاکستان ایک سلطنت ہے تو ایک قانون ہے جس کو قانون پاکستان سے تعبیر کیا جاتا ہے سوال یہ ہے کہ اگر کوئی وہ فیصلہ نہ مانے تو کیا کرو گے ضرور قوت سے سزا دیں گے۔ پاکستان و امریکہ وغیرہ کے قانون جاری کرنے کیلئے قوت ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قانون اور قوت کو ہم الگ نہیں کرسکتے۔ تو یقینی بات ہے کہ خدا

پیغمبرؐ کو جب قانون دیتا ہے تو قوت بھی ساتھ دیتا ہے۔ تاکہ قانون چلائے تو قوت ہے سیاست اگر سیاست کو الگ کردیا جائے تو قانون نہیں چل سکتا۔ قبل قانون تھا اب فتوی بن گیا ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں بس پوچھ لیا آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اگر اسلام چند رسمی چیزوں کا نام ہوتا تو ممکن ہے کہ یہ دعوی کیا جاتا کہ سیاست کو دین سے الگ کرلو۔ لیکن وہ قرآن جس میں تعزیراتی قانون ہیں مثلاً الزانیۃ والزانی یا السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما کہ ہاتھ کاٹو اور جو لوگ ڈاکہ ڈالے قرآن فرماتا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹو اور جو کسی کی جان لیلے تم بھی اس کی جان لیلو۔ اب یقینی بات کہ ان قوانین کا اجراء سیاست کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ جنگی قانون موجود ہیں یقینی بات کہ لڑائی تو حکومت کریگی۔ یہود و نصاری کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ اسلام کی بلندی کو تسلیم کریں اور فوجی خدمات کے سلسلہ میں ٹیکس دیں تو ان سے لڑائی بند کرو۔ یہ سیاست کی روح ہے۔ تو سیاست کے تمام اجزاء قرآن میں بکھرے پڑے ہیں۔ دین پر چلنا تب ممکن ہے جب سیاست ہو مطلب یہ کہ ان وجوہات کی بناء پر قرآن حکیم نے فرمایا کہ دین اور سیاست ایک ہیں اگر ان کو الگ کرو گے تو اسلام میں روح باقی نہ رہے گی۔ آگ میں گرمی نہ ہو تو آگ نہیں۔ اس پر ایک قصہ یاد آیا کہ کسی نے سنایا کہ خواجہ کمال الدین قادیانی یورپ تبلیغ کیلئے گیا

چونکہ یہ نبوت کا عہدہ انگریز کی تعلیم تھی تو انگریز خبیث نے مشورہ دیا کہ جہاد کو ختم کردو تاکہ مسلمان کمزور ہوجائیں۔ تو خیر علماء قادیان نے جہاد کے خلاف تبلیغ شروع کردی انگلستان میں ایک انگریز نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا اسلام میں جہاد نہیں کہا ہاں جہاد نہیں ہے۔ تو اس نے کہا اگر جہاد نہیں تو پھر دین خداوندی غلط ہے۔ تو کمال الدین نے کہا کہ اس دن سے میں نے جہاد کے خلاف تبلیغ بند کردی۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے اسلامی شیر کو مار ڈالا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ شکل تو باقی ہے ڈر لگتا ہے تو دو چیزوں میں ان کو سیاسی چیز سے ڈر لگتا ہے ایک جہاد اور ایک حج سے ڈر لگتا ہے۔ حج میں بین الاقوامیت اور جہاد میں روح اور طاقت کی شان ہے۔ یورپ نے ان دو مقاصد پر بہت تیر لگائے ہم نے جو کمایا ہے وہ جہاد کرکے اور جو گنوایا ہے وہ جہاد ترک کرکے۔ تو آزاد دنیا نے جہاد کو تسلیم نہیں کیا سب سے بڑی بات یہ کہ سیاست ایک خدائی لفظ ہے کیونکہ پیغمبرؐ کی زبان سے نکلا ہے میں نے عام جلسوں میں اعلان کیا کہ آپ حضرات کو ایک سال کی مدت ہے آپ لفظ سیاست کا معنی تو بتلائیں آپ اگر پیشاب کو آب کوثر کہیں تو کیا وہ آب کوثر ہوگا؟ جب یہ لفظ خدائی ہے تو اس کا معنی بھی خدائی ہوگا۔ تو میں نے کہا کہ یورپ اور امریکہ والے سیاست کا معنی بتلائیں۔ سیاست النظام الحافظ للحقوق الالٰہیة والبشریة یعنی ایسا نظام

اور عبدی یعنی انسانی حقوق کا تحفظ ہو۔ اور قاعدہ یہ کہ
کہ جس میں اللہ اور عبدی یعنی انسانی حقوق کا تحفظ ہو۔ اور قاعدہ یہ کہ
اگر یہ سیاست نہ ہو تو یہ دونوں حقوق ختم ہوجائیں گے۔ آج کل
آواز تو یہ ہے کہ الٰہی اور انسانی حقوق کی تحفظ کی جائے مگر در حقیقت
اس راہ پر نہیں چلتے جس سے یہ حقوق محفوظ ہوں۔ تم خدا کے زمین و
آسمان و ملک خدا کے کیا خدا کے حقوق کا حق نہیں۔ سعودی
عرب، افغانستان، ایران وغیرہ میں سیاست کا یہ مقصد سنائی دیتا
ہے کہ انسانی اور الٰہی حقوق کا تحفظ ہو ان کے علاوہ اور کسی ملک میں
سے یہ آواز نہیں آتی۔ قرآن شریف وما قدروا اللہ حق قدرہ انسان
نے اللہ تعالیٰ کی اتنی تعظیم نہیں کی جتنا اس کا حق ہے۔ قبل زمانہ
میں موٹر وغیرہ تو نہ تھی گھوڑے پر سفر ہوتا تو کوئی امیر آدمی اگر
گھوڑے پر کسی کے ہاں مہمان ہوجاتا تو دو حقوق ہوجاتے (1)
گھوڑے (2) گھوڑے کے سوار کا حق ادا کرو۔ گھوڑے کا سوار اعلیٰ
ہے اگر گھوڑے کی اعلیٰ خدمت کرے اور گھوڑ سوار کی خدمت نہ
کرے کیا یہ بیوقوف نہ سمجھا جائے گا۔ تو گھوڑے اور سوار میں جو
فرق ہے اس سے کئی گنا زیادہ فرق ہے بندہ وخدا میں۔ یہ وہ چیز
ہے گویا قرآن شریف تفسیر کرتے ہیں سورۃ فاتحہ میں میں
سیاست بیان کرتا ہوں النتائج السیاسیۃ من سورۃ الفاتحہ ایک چھوٹی
سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے کیا سیاسی نظام فرمائے ہیں۔ کلیسا کی بنیاد
رہبانیت تھی سماتی کہاں اس فقیری میں میری۔ یہ اعجاز ہے

ایک صحرا نشین کا بشیری ہے آئینہ دار نذیری۔ کہ سب بادشاہ اور غریب برابر ہیں بَشِیرًا اَوَنَذِیرًا یہ صفت ہے اس کی کہ خوشخبری اور دھمکی دی۔ اگر لوگ نہ مانے تو عذاب ہوگا جب سے دینا چلی ہے اب تک حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانشیوں نے جو سیاست کا نمونہ دیا ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور سیاست نہ آئی۔ اس سیاست کے تو غیر مذاہب مثلاً سکھ، ہندو، عیسائی وغیرہ بھی قائل ہیں نمونہ بھی ایسا کہ رعیت میں ہر فرد کے گھر اشرفیوں سے پُر ہوں اور اقتدار اعلیٰ کے گھر چراغ نہ ہو اور اس کا گھر ایک جھونپڑا ہو۔ اور زمین پر لیٹتا ہو۔ اور بھوک ہو، یہ چیزیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور چار یاروں کے ساتھ تھیں۔ دنیا کی تمام سیاسی تاریخیں پلٹ دو آپکو خلفاء راشدین اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ نہ ملے گا۔ کہ جس میں سب کچھ اوروں کیلئے ہے اور اگر نہیں تو خود اپنے لئے نہیں۔ اب سورۃ فاتحہ کا بیان ہے کہ سورہ فاتحہ جو سبق دیتی ہے اس میں دو جز ہیں۔ حکومت کیلئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ (1) سلطنت وہ چیز ہے جس کے اندرون ملک میں فساد نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مملکتیں کوشش کرتی ہیں کہ ملک کے اندر فساد نہ ہو۔ حکومت رعیت سے اور رعیت حکومت سے مطمئن ہو کسی طرف سے بیزاری نہ ہو۔ انسداد فساد داخلی کا یہ معنی کہ حکمران اور رعیت کو آپس میں مکمل محبت ہو

تو ایسی بات میں یقیناً فساد پیدا نہیں ہو سکتا۔ (2) انسداد فساد خارجی کا معنی یہ کہ سلطنت پر اگر باہر سے دشمن حملہ آور ہو تو اس کا مقابلہ کیا جائے۔ قیصر روم کو ہارون الرشید رحمتہ اللہ علیہ نے مغلوب کرلیا تھا پھر اس نے کہا جزیہ جو تابعداری کی دلیل ہے وہ سال بسال ادا کروں گا تو رہا کردیا گیا۔ ایک سال تو جزیہ دیا دوسرے سال جب بادشاہ کا قاصد گیا تو جواب دیا کہ آپ تو مجھ سے جزیہ مانگتے ہیں عنقریب میں آپ سے مانگوں گا وجہ یہ تھی کہ اس وقت سردی کا موسم تھا اس نے سوچا کہ اب یہ کیا جنگ کر سکیں گے ہو تو جزیہ سے انکار کردوں۔ منشی کو بلا کر ہارون الرشید رحمتہ اللہ علیہ نے خط لکھا کہ یہ خط امیرالمومنین سے یورپ کے کتے کی طرف جا رہا ہے۔ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ہَارُوْنُ الرَّشِیْدِ اِلٰی کَلْبِ الرُّوْمِ۔ تو اپنے خط کا جواب آنکھ سے دیکھے گا۔ جب جنگ کے میدان میں پہلی ٹکر ہوئی تو قیصر روم سر بسجود ہو گیا واعدوالھم ما استطعتم کہ سامان جنگ مہیا کرو کہ دشمن تیرے جنگی سازوسامان کو دیکھ کر مرعوب ہو جائیں۔ اسلام کوئی ترقی کا مخالف تو نہیں بلکہ اسلام تو ترقی چاہتا ہے مگر شریعت کے تحت ہو خلاف شریعت نہ ہو۔ یہ کہنا غلط ہے کہ آج کل جس طرح رن کچھ میں ہوا۔ اب خدا کی شان ہے کہ گونگھٹی (یعنی ہندو) بیچنے والے شاہجہان کی تخت نشینی کر رہے ہیں۔ حکمران قوم کیلئے فیاضی اور بخشش ضروری ہے بنیا تو ایک ایک کوڑی کا حساب کرنے والا

ہے۔ بنیا کی فطرت میں بھی حکمرانی نہیں یہی تو وجہ ہے کہ آج حکومت ملی اور کل ڈنڈا لیکر مسلمانوں کو ختم کرنا شروع کر دیا ہے۔ یقینی بات ہے کہ اگر ہم سب مسلمان خدا کے ہوجائیں تو ہماری سب مشکلات حل ہوجائیں۔ حدیث جو اللہ تعالی کا ہو جائے اللہ تعالی اس کے ہوجاتے ہیں۔ ہم موجودہ طاقتوں سے کمزور سہی قریب سے قوی ہے آج ہم قوی کے ساتھ ہوجائیں تو پھر ہم بھی قوی ہیں۔ آخر تین سو تیرہ جوان بدر والے پوری دنیا میں پھیلے مراکش سے لیکر دیوار چین تک پھیلے۔ تو اس سے بھی تم اللہ کی قوت کے قائل نہیں بنتے کیا اس کے بعد بھی شک ہو سکتا ہے کہ تم ہی غالب رہو گے۔ اگر رب العزۃ کے ہوگئے تو تین چیزیں ہیں۔ (1) نصب العین کہ حکومت کا عہدہ سب عہدوں سے اعلی ہے۔ تو حکومت کو زوال بھی نہیں۔ (2) فساد داخلی۔ (3) فساد خارجی کا معاملہ درست ہو اور نصب العین مستحکم ہو تو کیا نقصان آسکتا ہے؟۔

درس نمبر: ۳۵
28 مئی 1965ء

حاکم اسلام خدائی صفات کا مظہر ہو

گذشتہ درس میں احکام کی قسمیں اور سیاسی احکام کی تعریف بھی بتلا دی گئی تھی کہ کامل سیاست یا حکومت کس طرح ہوتی ہے۔ کامل سیاست وہ ہے جو اللہ کی حکومت کی طرز پر ہو۔ اسی طرح فائدہ مند بھی ہمارے اوپر ایک بڑی حکومت اللہ تعالی کی قائم ہے اور انسانی حکومت اس کی بخشش ہے تو یہ حکومت اس کا نمونہ و نقل ہونی چاہیے۔ انسان نے بیسویں صدی میں ہوائی جہاز وغیرہ ایجاد کئے اس کا ایجاد اگرچہ فرانس کے دو لڑکوں سے بنا۔ ہوائی جہاز کے متعلق جرمن انگریز نے لکھا ہے کہ یہ ہے پرندہ کی شکل کہ پرندہ کو غور سے دیکھا گیا کہ اڑتا اور اترتا کس طرح ہے تو ہوائی جہاز بھی اسی پرندہ کی شکل میں بنایا گیا۔ اسی طرح دھوئیں کو دیکھا کہ اوپر کو جارہا ہے تو غور کیا کہ اگر اس پر قبضہ کرلیں تو اس سے ہر شئی اوپر جاسکتی ہے۔ بہرحال قدرت کے نمونہ پر چلنے سے کامیابی ہوئی۔ تو انسان کی کامیاب حکومت وہ ہے جو قدرت کے نمونہ پر ہو۔ اور

جتنی ہی اللہ کی حکومت سے ہٹی ہوئی ہو گی اتنا ہی نقصان ہوگا۔ گویا ہمارے لئے حکومت کبریٰ کا نمونہ موجود ہے۔ حکومت صغریٰ یا مجازی جو انسان کی ہے وہ بھی حکومت کبریٰ کے نمونہ پر ہو تو کامیابی ہوگی۔ اور اللہ تعالی کی حکومت میں استحکام حکومت اور سیاست کیلئے تین بنیادی چیزیں ہیں۔ (1) یہ کہ حکومت انسداد فساد داخلی ہو۔ (2) انسداد فساد خارجی ہو کہ باہر سے دشمن حملہ آور نہ ہو۔ (3) نصب العین سیاسی وہ یہ ہے کہ مقصد ہونا چاہیئے جب تک مقصد سیاسی تھا تو ہم پھیلتے گئے اور جب ختم ہوا تو ہم سمٹتے گئے۔ اب ان تین بنیادی چیزوں کی تشریح کے بعد سورۃ فاتحہ پر نگاہ ڈالنی چاہیئے۔ سورۃ کا مقصد تو ظاہر ہے کہ مسلمان جو حکومت بنائے وہ اللہ کے نمونہ پر ہو۔ حدیث السلطان العادل ظل اللہ فی الارض کہ مسلمان عادل بادشاہ اللہ تعالی کا سایہ ہے جو اس کی عزت کریگا اللہ تعالی اس کی عزت کریگا اور جو اس کو ذلیل کریگا اللہ اس کو ذلیل کریگا۔ پارلیمینٹ میں میں نے کہا تھا کہ بادشاہ اسلام سایہ خدا ہے اور سایہ اس چیز کا نام ہے کہ جس چیز کا سایہ ہو عین اس کے مطابق ہو۔ مثلاً ایک سیدھی لکڑی ہے اس کا سایہ سیدھا ہو۔ اگر دو شاخ والی ہو گی تو سایہ بھی دو شاخ والا ہوگا۔ اگر آدمی دھوپ میں ننگا سر ہو تو آدمی کا سایہ بھی ننگا سر معلوم ہوگا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی ہے کہ بادشاہ اسلام خدا کا سایہ ہے معنی یہ کہ بادشاہ کو

اللہ تعالی سے اس طرح وابستہ ہو جانا چاہیئے کہ سایہ بالکل اصل کے مطابق ہوجائے۔ یقینی بات کہ اسسٹنٹ کے وہی حقوق ہوتے ہیں جو اصل حاکم کے ہوتے ہیں۔ بہرحال اسلامی سیاست و حکومت کو الٰہی حکومت کے طرز پر ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالی کی حکومت کا ڈھنگ و طریقہ سورۃ فاتحہ میں موجود ہے کلام میں سادگی بھی ہے۔ مثلاً کہ ساری تعریف اللہ کیلئے ہے۔ دنیا میں فائدہ دینے والا ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔ ہم کو سیدھی راہ بتلا۔ جن پر تیری بخشش و انعام ہو۔ نہیں کہ جن پر تیرا غضب ہے۔ یا گمراہ ہوگئے ہیں۔ یہ ہے سورۃ فاتحہ کا سادہ معنی۔ کامیاب حکومت وہ ہے کہ اندرون حکومت میں شور و غل نہ ہو اس کے لئے نمونہ بتلا دیا کہ از فی حکومت کی بغاوت تو ممکن ہے لیکن حکومت الٰہیہ کی بغاوت ناممکن ہے۔۔۔ جو کُنْ فَیَکُوْنُ کی ذات ہو تو اس سے کون بغاوت کرسکتا ہے۔ پھر تم دیکھو کہ نہ مجھے بغاوت سے خوف ہے نہ ممکن ہے مگر پھر بھی تمہارے سکھانے کیلئے کیا انتظام کیا ہے۔ کہ بغاوت کے تمام گوشے بند کردئے۔ باغیانہ الفاظ کا ظہور تو زبان سے ہوتا ہے اور بنیاد دل سے ہوتی ہے۔ اگر حکمران سے عوام ناراض ہوجائے تو بغاوت کی ہنڈیا دل میں پکتی ہے اور زبان میں ابلتی ہے۔ اور زبان پر آنے کے بعد وہ منظم شکل اختیار کرتی ہے اس کو بغاوت کہتے ہیں۔ تو فساد داخل کیلئے یہ ضروری ہے کہ حکومت کما

عمل ایسا ہو کہ لوگوں کی زبانیں مسخ ہوجائیں جب بولیں تو تعریف کریں شکوہ نہ کریں۔ مطلب یہ کہ حکومت کی مدح سے پُر ہو تو پھر بغاوت کس طرح ہو سکتی ہے۔ تو پہلے عوام کی زبان کو مسخر کرنا کہ زبان اگر ہلے تو حکومت کی تعریف میں ہو مذمت میں نہ ہو۔ تم نہیں دیکھتے کہ اللہ کی حکومت کی بغاوت بھی ممکن نہیں پھر بھی فرمایا الحمد للہ کہ تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں۔ اگر حاکم حقیقی محمود ہے تو زمین کی گدی پر جو حاکم بیٹھے ہیں وہ اگر اللہ کی حکومت پر چلے تو عوام میں محمود ہو جاتا ہے۔ تو زمین پر اسلامی حاکم کو اللہ تعالی کی طرز پر ہو جانا چاہیئے۔ مندر گرجا، مسجد، خدا کی تعریف کیلئے بنے ہیں۔ تعریف صحیح صرف مسجد میں ہے باقی سب غلط ہیں۔ البتہ ہر قوم اللہ کو مانتی ہے ہر قوم نے اللہ تعالی کو محمود کہا نہ کہ مذموم۔ تو بادشاہ کو ایسا ہی بننا چاہیئے کہ ہر گوشہ سے اس کی تعریف ہو۔ جب اس طرح سے ہو گا تو بغاوت کہاں سے ہو گی۔ بلکہ جب اسلامی حکومت خدائی حکومت کے طرز پر تھی تو مسلمان بادشاہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ ہم تو اللہ کی طرز پر حکومت کر رہے ہیں کہ ہم بھی عوام میں محمود ہیں یا نہیں۔ تاریخ میں ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ رات کو چکر لگاتے تھے آپ ہر صحابیؓ سے پوچھتے تھے کہ میرے اندر کوئی نقص ہو تو مجھے بتلادو۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے بتلایا کہ اور تو کچھ نہیں صرف اتنا ہے کہ بیت المال سے

جو کپڑے تقسیم ہوئے ہیں وہ ہر مسلمان کو ایک ایک ملا ہے مگر آپکو دو ملے ہیں (آپ نے فرمایا الحمد للہ) تو آپ نے اپنے فرزند سے جواب طلبی کی تو عرض کی کہ ملا تو آپکو بھی ایک جوڑا تھا مگر چونکہ باپ غریب تھا اس لئے میں نے اپنا جوڑا باپ کو دیدیا ہے۔ یہ تھی مساوات۔ کیا برطانیہ کے بادشاہ کیلئے جو کچھ ہے وہ انگلستان کے تمام باشندوں کیلئے ہے؟ بالکل نہیں۔ مساوات تو ہے مگر یورپ اس حد سے کروڑوں میل دور ہے۔ جس حد تک عرب کے بدوؤں کو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو کچھ بخشا گیا تھا۔

70 لاکھ پچاس ہزار روپے انگلستان کے بادشاہ کا خرچ ہے ہمارے حضرت فاروق اعظمؓ امیر المومنین کے متعلق تاریخ الخلفاء میں تحریر ہے کہ میرے لئے مسلمانوں کے خزانہ سے نہیں ملتا مگر دو جوڑے کپڑوں کے ایک موسم گرما اور ایک موسم سرما کیلئے۔ اور باقی میری روز مرہ کی خوراک قریش کے ادنی آدمی کی خوراک کے برابر ہے میں ان میں سے ایک ہوں۔ آج کل تو پریذیڈنٹ کا ووٹ دو کے برابر ہے۔ تو تحقیقات کیلئے بات ہو رہی تھی تو فاروق اعظمؓ ایک بار گشت کرنے گئے تاکہ معلوم کریں کہ لوگ میری تعظیم یا تذلیل کرتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں باہر گئے دیکھا کہ ایک شخص جا رہا ہے کہا کہ ٹھہرو، کہا کہ عمرؓ کے متعلق تیرا کیا خیال،

ہے کہا کہ اللہ اس سے بھلائی نہ کرے تمام کی تنخواہیں مقرر ہیں اور مجھے عرصہ دراز سے تنخواہ نہیں ملی۔ کہا کہ تم کہاں گئے تھے کہا کہ میں باہر گیا ہوا تھا کہا کہ عمرؓ کو کیسے پتہ لگے گا کہا کہ اگر بادشاہ کو رعیت کا پتہ نہیں تو پھر گدی چھوڑ دے۔ تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اسی وقت ساتھ لے آئے بیت المال سے فوری مال دیا۔ اور فرما دیا کہ صبح آ جانا تو کسی نے اس کو کہا کہ واقعی وہی رات والا شخص امیر المومنینؓ تھے۔ تو وہ آدمی ڈر گیا کہ شاید اب گیا تو سزا دیں گے۔ (نہیں وہاں تو اپنا عیب ظاہر کرواتے تھے) صبح جب گیا تو فرمایا حق تو تمہیں مل جائے گا مگر میری سستی سے جو تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو اس کی سزا کا میں مستحق ہوں۔ تو سوچ کر فرمانے لگے کہ تاخیر کی سزا میں مجھ سے پندرہ پونڈ لیکر مجھے بخش دو اور پھر لکھ دو کہ موت کے بعد نہیں مانگوں گا۔ چنانچہ کپڑے کے ٹکڑے پر تحریر لکھی گئی کہ فلاں بن فلاں نے پندرہ پونڈ لیکر امیر المومنین کو تاخیر کی سزا بخش دی ہے۔ اس وقت حضرت علیؓ و عبدالرحمانؓ بن عوف موجود تھے گواہان کی صورت میں ان کے دستخط کئے گئے پھر اپنے بچے کو دیدیا اور وصیت فرمائی کہ قبر میں میرے ساتھ رکھنا تاکہ یہ شخص پھر کبھی دعویٰ نہ کرے کیونکہ میں قیامت کے دعویٰ کا جواب نہیں رکھتا۔ تو وہ حضرات یہ دریافت کرتے تھے کہ تعریف اور ذلت کرنے والوں کی

تعداد کتنی ہے۔ تاکہ اپنا عیب ظاہر ہو جائے۔ الحمدللہ کہ ہمارے بادشاہ بھی گشت کریں کہ کتنے ہماری تعریف و تذلیل کرتے ہیں تو پھر سرور دیکھیں۔ اگر اللہ کی حکومت کے طرز پر ہو تو بغاوت کا امکان بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد انسداد فساد داخلی کیلیے دوسری بات تسخیر قلوب العوام ہونی چاہیئے کہ عوام کے دل و دماغ کو مسخر کرنا چاہیئے کہ یہ دونوں حکومت کے حق میں ہوں زبان بھی اس وقت حق میں ہو گی جب یہ دل و دماغ حق میں ہونگے۔ ہاں آگے کچھ کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا کی برائی کرنے والے ہیں لوگوں میں دو گروہ ہیں۔ (1) سیدھی طبیعت کے لوگ۔ (2) ٹیڑھی طبیعت والے لوگ ان کیلئے پھر ڈنڈا ہے۔ یہاں تک جو کاروائی چل رہی ہے یہ منصفانہ طبقہ کیلئے ہے یعنی سیدھے لوگوں کیلئے ہے۔

ہمارے خدا کی صفت ہے رب العلمین کہ خدا تعالی سارے جہان کو پالنے والا ہے اس جہان میں مومن اور کافر لوگ موجود ہیں لیکن اللہ کی شان تربیت میں تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ اکثر کافروں کو کھلاتا ہے یہ ہے اللہ کی شان ربوبیت کا فیض تو جب حاکم حقیقی کی یہ صفت ہوئی ربوبیت عامہ تو اسلامی حکومت کے لئے ضروری ہے کہ شان ربوبیت ہونی چاہیئے تاکہ اللہ کی رب العلمینی کی شان کا مظہر بن جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی ذات کی پرورش کرے بلکہ فرمایا رب العلمین۔ مسلمانوں کے زیر سایہ کافر رہے ہیں مدت تک

خود ہندوستان پر مسلمانوں کی ہزار سال حکومت رہی اور ہندو سکھ اپنی اپنی جگہ عمدہ حالت پر قائم رہے ان سے مسلمانوں نے کچھ نہ کہا بلکہ اونچے اونچے عہدہ پر فائز کیا کیونکہ انسانی حکمت میں رب العلمینی کی صفت ہے۔ تو اسلامی حکومت نے مسلم و غیر مسلم کی پرورش کی یہ وصف نبی امی کے فیض و مہربانی سے ملا کہ اسلام مسلم و غیر مسلم سے بخشش کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہزار سال حکومت رہی مگر دارالخلافہ دہلی اور آگرہ میں بنیوں اور سکھوں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ تھی اس سے معلوم ہو گیا کہ عہد مسلی میں کافر کو کچھ نہیں کہا گیا بلکہ پرورش کی گئی۔ آج ہندو نے حکومت لی اور قتل عام شروع کیا۔ اندلس میں مسلمان کی حکومت رہی۔ اور اندلس کو جنت کی نظیر بنایا اقبال رحمتہ اللہ علیہ

مدفن اس تہذیب کا یہ سر زمین پاک ہے
جس سے طاق گلشن یورپ کی

جب مسلمانوں نے اندلس فتح کیا تو یورپین لوگوں کو اس وقت قینچی بنانا نہ آتا تھا تو پھر مسلم سیاستدانوں کی کتابیں لیکر مطالعہ شروع کیا تو پھر ترقی کرنے لگے ابن رشد ابن بازہ یہ بہت بڑے سیاستدان تھے ان کو کہا کہ یا عیسائیت قبول کرو یا ملک ترک کرو یا قتل کیلئے گردنیں جھکالو یہ ہے عیسائی کی حکومت۔ مگر اسلامی حکومت میں جس طرح مسلم کی تربیت ہو گی اسی طرح غیر مسلم کی

بھی تربیت ہوگی۔ دیکھو عالمگیر کے وقت پنجاب سرزمین کا وائسرائے ایک ہندو تھا۔ آج کل کے زمانہ میں بھی کوئی مسلم کے متعلق کوئی انگلی نہیں اٹھاسکتا کہ فلاں مسلمان کی سلطنت میں غیر مسلم کو تکلیف ہے۔ آج ضروریات زندگی کیلئے جتنی چیزیں ہیں مثلاً علاج کیلئے ہسپتال تجارت وغیرہ جتنی ہی ضروریات زندگی ہیں یہ تمام رب العلمینی کے تحت ہیں۔

درس نمبر ۳۶
30 مئی 1965ء

امیر المومنین کے اوصاف[1]

گذشتہ درس میں سورۃ فاتحہ کے متعلق انسداد فساد داخلی کے سلسلہ میں یہ بیان ہوا کہ ملک کے اندر فساد کو روکنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ حاکم اسلام خدائی صفات کا مظہر ہو۔ مثلاً خدا کی صفت ہے کہ محمود ہے سب اس کی تعریف کرتے ہیں۔ تو مسلمان بادشاہ کو بھی اسی طرح ہونا چاہیئے کہ سب اس کی تعریف کریں۔ اس کے بعد شورش و بغاوت نہ ہوگی۔ مرد ہو یا عورت زبان پر وہ الفاظ لاتے ہیں جو دل کہے جب تک دل میں عظمت نہ ہوگی تو زبان پر خالص تعریف پیدا نہ ہوگی۔ یعنی زمینی حاکم کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کی رعیت کے قلب و زبان پر اس کا تذکرہ خیر ہو۔ انصاف پرست رعیت کیلئے تین چیزیں ہیں۔

(1) ربوبیت عامہ۔ (2) الرحمٰن کے تحت دنیاوی رحمتیں۔ (3) رحیم کے تحت آخرت کی نعمتیں۔ ربوبیت عامہ رب العلمین ایک اشارہ ہے کہ ایک چیز کو کمال تک آہستہ آہستہ

پہچانا- آدمی بوڑھا اس وقت ہوتا ہے جب جوانی کا زمانہ گذرے
پیدائش کے ساتھ ہی بڑھاپا نہیں ہوتا- یہ اللہ کا کمال ہے کہ ہر شئی
کو کمال تک تدریجاً پہنچاتا ہے- مثلاً آسم کا درخت جو پہلے لگایا جائے
وہ پہلے پھل دیگا اور جو بعد میں لگایا جائے تو وہ بعد میں پھل دیگا یہ ہے
اللہ تعالی کا نباتات و حیوانات کے اندر انتظام- زیادہ عمر کی گائے
جلدی گابھن ہوگی بہ نسبت کم عمر والی کے- جو ملازم دیرینہ ہے اس کا
حق مقدم ہے یعنی سینئر اور جونیئر کا مسئلہ یہ ہے کہ رب العلمین
کی شان کا ظہور- یقینی بات ہے کہ اس سے نظام مملکت میں بڑی
مدد ملتی ہے- اس پر یورپی حکام نے تو عمل کیا ہے اگر نہیں کیا تو
مسلمانوں نے نہیں کیا- والئ ریاست قلات کا بھائی بی اے تھا اس
کے لئے تحصیلدار کا عہدہ مانگا گیا انگریز نے کہا کہ اس سے کئی مزدور
سینئر ہیں ان کا حق ہے میں ان کو نائب تحصیلدار کی تنخواہ اپنی
جیب سے دے سکتا ہوں مگر عہدہ نہیں دے سکتا- تو رب العلمین
کے تحت درجہ بدرجہ کمال تک پہنچانا- الرحمن الرحیم آسمان کے
بادشاہ کا زمین کے لوگوں سے کیا تعلق ہے- رحمٰنیت کے تحت
دنیا کی ضرورت کی چیزیں مہیا کیں اور رحیمیت کے تحت آخرت
کی ضرورت کی چیزیں مہیا کیں- سرکاری رپورٹ یہ ہے کہ پوری
دنیا میں جو بجلی خرچ ہوتی ہے وہ سوا تولہ ہے جس کی قیمت 34 کروڑ
روپے ہے- یہ ہو گئی انسان کی بنائی ہوئی بجلی- ایک ہے اللہ کی

بجلی تو علم الفلک کے ماہرین کہتے ہیں کہ سورج کی ساری روشنی زمین پر نہیں پہنچتی بلکہ دو سو کروڑ مساوی حصے بنائے جائیں تو صرف ایک حصہ نیچے آتا ہے اور باقی اوپر رہ جاتے ہیں۔ یہ ہے اللہ کا فیض یہ ہے مہربانی۔ اس کا وزن کیا ہے لکھتے ہیں کہ اس کا وزن چھ سو چھتیس من ہے۔ اگر سوا تولہ بجلی کی قیمت 34 کروڑ ہو تو آپ خیال کریں کہ چھ سو چھتیس من کی کیا قیمت ہوگی میرا خیال ہے کہ ساری دنیا بک جائے تو رقم پوری نہ ہو۔ بارش کے متعلق تصور ہے کہ پانی گیس کی صورت اختیار کرتا ہے پھر بادل بن کر برستا ہے۔ تو ماہرین کی رپورٹ ہے کہ اگر ہندوستان اور پاکستان میں صرف دس منٹ بارش ہو تو وہ گیس کی شکل میں سمندر کے پانی کو استعمال کرنا چاہیں تو چار سو کھرب ٹن کوئلہ کی ضرورت ہے۔ اس دس منٹ بارش کیلئے پاک و ہند کی 30 ہزار سال کی مکمل آمدنی خرچ ہوگی تو پھر دس منٹ بارش بنے گی۔ یہ ہے اللہ کی فیاضی الرحمن اور الرحیم کے تحت۔ گویا الرحمن الرحیم کے اندر رحمت کا مفہوم ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بادشاہ ہوگئے۔ آج اگر کسی کو عہدہ مل جائے تو کودتا ہے جب بادشاہ بن گئے ... آئی اس نے پوچھا کہ کیا آپ بادشاہ بنے ہیں دیکھا کہ نہ بیوی بچوں کا خیال ہے نہ اپنا بس رو رہے ہیں۔ مگر آج عہدہ ملا تو خدا بھولا اور عیاش بن گئے اور ایک ایک نوالہ گناہ کا پیٹ میں ڈالنا شروع

کردیا۔ بیوی نے پوچھا کیوں رو رہے ہو فرمایا کہ مجھ پر بہت بڑا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ جمعہ کے دن خطبہ میں لوگوں کو کہا کہ مجھ سے بادشاہی لیلو۔ آخر علماء کو بلایا گیا اور کہا کہ مصیبت کا علاج بتلا دو سب نے کہا کہ اگر بادشاہی میں اس حالت سے رہو گے تو قبر کے عذاب سے نجات پاؤ گے۔ وہ حالتیں یہ بتلائیں کہ تیری عمر سے جو بڑے ہوں مرد تو انکو باپ اور جو عورت بڑی ہو ان کو ماں کی بمنزلہ جانو اور جو برابر عمر کے ہوں ان کو بہن بھائی جانو اور جو کم عمر ہو ان کو لڑکے لڑکیاں جانو۔ دل سے تکبر نہ کرو۔ تو فرمایا الحمد للہ دعا کرو کہ ان پر موت تک عمل کرتا رہوں۔ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی کشمیر سے لیکر مراکش تک سلطنت تھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور کہا کہ اس بڑی سلطنت کی وزارت عظمیٰ آپکو دینا چاہتا ہوں امام صاحب نے جانا کہ حقوق کی ادائیگی سے قاصر پاکر معذور سمجھا۔ تو لوگوں نے منصور کو سخت بڑھکایا یہ بڑا ظالم بادشاہ تھا قتل کرنے سے گریز نہ کرتا تھا۔ تو امام صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ اس کو قبول کیوں نہیں کرتے فرمایا کہ میں اس کے قابل نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو فرمایا کہ میری بات تو اور بھی پختہ ہوگئی کہ اتنا بڑا عہدہ کسی جھوٹے کو نہ سپرد کیا جائے۔ بادشاہ نے اس وقت بغداد کی تعمیر شروع کی ہوئی تھی تو بادشاہ نے کہا کہ اگر تم اس عظیم عہدہ کو تسلیم نہیں کرتے تو میں تمہیں چھوڑتا نہیں

ہوں تم اس شہر کی اینٹیں شمار کیا کرو۔ تو کسی ایک مکان کی اینٹ کا معاملہ تو نہ تھا بلکہ پورے شہر کا معاملہ تھا تو عالم عالم ہوتا ہے تو لاکھوں اینٹوں کا شمار کرنا مشکل تھا۔ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دیوار اینٹوں کی بنا کر اس کی اینٹیں شمار کرلیں تو بس اسکے برابر دیوار کھڑی کر کے اینٹیں شمار کرلیتے۔ اس کے بعد آپ کو جیل خانہ میں ڈالا گیا۔ پھر زہر دیکر ختم کیا گیا۔ دیکھو گرمی میں اینٹیں شمار کرنا اور جیل خانہ اور زہر پینا تو برداشت کیا گیا مگر عہدہ وزارت قبول نہ کیا۔ آپکے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا وہ روزانہ گندگی کا تھال بھر کر آپکے گھر پھینک دیتا تھا یہ سلسلہ مہینوں بھر رہا ایک دن یہودی نے پوچھا کہ کیا حال ہے ہم سے آپکو کوئی تکلیف تو نہیں فرمایا نہیں تو اس نے کہا کہ گندگی جو پھینکتا ہوں فرمایا کہ اس کا انتظام کر لیا ہے۔ کہ ایک تھال اور ایک کھرپا لے رکھا ہے بس اس سے صفائی کرلیتا ہوں۔ تو وہ یہودی بات سن کر اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ امام صاحب کا ایک پڑوسی شرابی رہتا تھا جب نشہ میں چور ہوتا تھا تو عربی میں شعر پڑھتا تھا مطلب یہ ہوتا تھا کہ لوگوں نے میری بے قدری کی ہے اور کیسے اچھے نوجوان کی بے قدری کی۔ وہ جوان ایسا ہے کہ جنگ کے کام آسکتا تھا۔ ایک دن اسکی آواز نہ آئی حضرت امام صاحب نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے اس کی آواز نہیں آئی کہا گیا کہ نشہ کی وجہ سے پولیس گرفتار

کر کے لے گئی ہے۔ تو اسی وقت تانگہ منگوایا کہ پڑوسی کو رہا کرواؤں کیونکہ اس کا حق ہے۔ جب منصور رحمتہ اللہ علیہ کو اطلاع ملی کہ امامؒ تشریف لا رہے ہیں تو حکم بھیجا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لاویں۔ نیچے نہ اتریں تو جا کر فرمایا کہ پڑوسی کا معاملہ ہے اس کو رہا کردو تو آپکے واپس آنے سے قبل پڑوسی گھر پہنچ چکا تھا۔ تو آپ نے پڑوسی کو کہا کہ تم تو فلاں شعر روزانہ پڑھتے تھے ہم نے تو قدر کی ہے بے قدری تو نہیں کی۔ عرض کی کہ آپ نے قدر کی ہے تو ہم بھی شراب نوشی ختم کرتے ہیں۔ امانت، صبر اور حق پڑوسی کا یہ عالم تھا۔ نزع کے وقت لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت آپکو زہر کس نے دیا ہے تاکہ ہم اس سے بدلہ لیں۔ فرمایا کہ اگر میرا گمان غلط ہوا تو قیامت میں سوال کیا جاؤنگا اگر درست ہوا تو اللہ تعالیٰ انتقام لے لیں گے۔ حکومت کے عہدہ کا دریا ایسا ہے کہ موتی بھی ہیں اور مگرمچھ بھی ہیں۔

مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ یااللہ العزیز جس کو میری امت پر بااختیار عہدہ دیا جائے۔ فشق علیھم اور وہ میری امت سے عہدہ کی وجہ سے سختی کرے اے خدا اس سے آسمان پر سختی کرے اور جو نرمی اور انصاف برتے تو اے خدا تو بھی اس سے قیامت و دنیا میں نرمی فرما۔ معلوم ہوا کہ عہدہ تو اچھا ہے مگر احتیاط ہو۔ حدیث کہ ایک حاکم کے ایک دن کا

انصاف 70 سال کی عبادت سے زیادہ ثواب رکھتا ہے کیونکہ 70 برس کی عبادت سے اس کی ذات کا فائدہ ہے اور ایک دن کے انصاف سے اس کی رعیت کافائدہ ہے۔ سیرۃ العمرین میں ہے کہ حضرت عمرؓ فاروق اعظم رو رہے تھے تاریخ الخلفاء میں ہے کہ رونے کی وجہ سے رخسار مبارک میں دو لکیریں تھیں پوچھا گیا کہ حضرت کیوں روتے ہو فرمایا کہ رعیت بہت بڑھ گئی ہے قیامت کے حساب سے ڈرتا ہوں۔ فرمایا کہ قسم بخدا اگر دریائے دجلہ کے کنارے ایک اونٹ کو خارش ہو اور میں اس کا علاج نہ کروں تو مجھ سے قیامت میں اسکی پوچھ گچھ ہو گی۔ موت مانگنا گناہ ہے مگر دین کو تنگ دیکھ کر مانگے تو نقص نہیں آخری حج میں دعا فرمائی کہ یا اللہ العزیز میں کمزور ہوچکاہوں اور میری رعیت بڑھ چکی ہے مجھے اپنے پاس بلاؤ دوسری دعا فرمائی کہ یا اللہ العزیز مجھے شہادت کی موت عطا فرماؤ اور ہو بھی مدینہ طیبہ میں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کی کہ یہ عجیب بات ہے کہ آپ مدینہ میں شہادت مانگ رہے ہیں حالانکہ شہادت تو کفار کی سرحد پر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالی آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ حدیث حکومت کا کوئی عہدہ بھی ہو افسوس رہے گا قیامت کے دن کہ حکوت دودھ پلانے میں عمدہ چیز ہے اور دودھ چھڑانے میں بری چیز ہے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ محمود بنے۔ مذموم ہونے سے بچے۔ یہ اس وقت ہوسکتا ہے کہ رعیت دل سے خوش ہو۔ اور یہ اس وقت

خوش ہو سکتی ہے کہ ربوبیت عامہ ہو۔ الرحمٰن یعنی انتظام دنیا عمدہ طریقہ سے کرے الرحیم یعنی دین ایک قیمتی چیز ہے مسلمانوں کیلئے دینی تعلیم کا انتظام کرے ایسا نہ ہو کہ رعیت ابتدائی زمانہ میں اولاد کو مشن سکولوں میں بھیج کر گمراہ بنا بیٹھے۔

قوا انفسکم واھلیکم نارا میرے خیال میں اولاد سے اس سے زیادہ دشمنی نہیں کہ مشن سکول میں پڑھا کر ایسے راستے پر ڈالے کہ باپ تو جنت میں اور اولاد جہنم میں جائے۔ اکبر الہ آبادی

تنخواہ کے بل سے ہمیں ہوتی ہے مسرت
اور شیخ یہ کہتا ہے کہ سانپ کا بل ہے

مطلب یہ کہ ہر وہ دولت زہر ہے جس سے دین میں خلل آئے۔ اس لئے وہ آدمی سب سے ہوشیار ہے جو قبر تک دین کو محفوظ رکھے۔ تو الرحمٰن کے تحت بادشاہ کیلئے دنیوی انتظام ضروری ہے۔ جس طرح قبل زمانہ میں علماء کہتے تھے اور بادشاہ مانتے تھے۔ اگر اس بات پر آج بھی عمل ہوتا تو مسلمان کیوں ختم ہوتا؟ مغل خاندان نے تین سو سال ہندوستان پر حکومت کی آخر وقت میں علماء نے کہا کہ دین کی تبلیغ کرو تو بادشاہ نے کہا کہ یہ ملائیت ہے تو اس کو ترک کیا تو مسلمان ختم ہو گئے۔ چھ سو سال کی حکومت میں ایک ہندو بھی مسلمان نہ ہو سکا مگر ایک عرب کا مبارک قدم جہاں گیا وہاں اسلام کثیر تعداد میں ہے۔ اس وقت سندھ سلہٹ وغیرہ

ہیں جو ایمان ہے یہ صرف ان کے مبارک قدم کی وجہ سے ہے۔ اور جہاں ناپاک حاکموں کے قدم پہنچے اور دین نہ پھیلا دہلی آگرہ کے تخت پر سات سو سال حکومت کی مگر ختم ہو گئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو گورنر بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ اگر تیری تبلیغ سے ایک شخص کو اسلام نصیب ہوا تو خیر لک من الدنیا وما علیہا ۔ وہ تمہاری پوری دنیا کی قیمت سے زیادہ قیمتی ہے۔ صدر ناصر کا سفیر ملا کہا کہ صدر نے 4 ہزار مبلغ افریقہ میں باتنخواہ بھیجے ہیں تا کہ افریقہ میں اسلام پھیلے۔ اگر یہ کام مغل بادشاہ کرتے تو پورا ہندوستان مسلمانوں کا ہو جاتا۔

درس نمبر ۳۷
4 جون 65ء

امیر المومنین کے اوصاف ۲

(فکر آخرت کو اصلاح میں دخل ہے)

ایک صاحب نے یہود کے متعلق پوچھا کہ قرآن میں آیا ہے کہ یہود کو حکومت نہیں ملیگی اسے تو مل گئی ہے تین جواب ہیں۔ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ مسکنۃ یعنی دل کی غریبی چاہے مال موجود بھی ہو تو بھی اللہ کی ذلت میں رہینگے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ قرآن کے الفاظ ان یہود کے لئے ہیں جو پیغمبرؐ کے، انہ میں تھے کیونکہ وہ بہت تکلیف دیتے تھے۔ فلسطین سے مدینہ م رہ میں یہود نے ایمان کے حصول کیلئے ہجرت کی اور نبی آخری الزماں کی انتظار میں تھے۔ مگر جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آخری حیات تک تنگ کرتے رہے۔ آخر زینب نامی عورت نے زہر دیا جو موت کے وقت اثرانداز ہوئی (2) جواب کہ قرآن نے ساتھ یہ بھی ذکر کیا ہے الا بحبل من اللہ وحبل من الناس ۔ دو طریقوں سے ان کو حکومت مل سکتی ہے کہ یا تو اللہ کی رسی یعنی دین اسلام سے چمٹ جائیں تو حکومت مل جائیگی اور اگر یہ

یہودی رہے تو خود حکومت ہرگز ہی نہ کر سکینگے۔ اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ کہ دوسرے لوگوں یعنی دوسری قوموں کے زیرِسایہ رہے تو حکومت مل سکتی ہے۔ (3) جواب کہ اگر یہود کو حکومت نہ ملتی تو ہم کو تعجب ہوتا کیونکہ حدیثؑ میں ہے کہ اس روئے زمین کے یہود سمٹ کر فلسطین میں آجائینگے کچھ ان میں سے مسلمان ہو جائینگے اور جزیہ کا قانون نہ ہوگا ان کو قتل کر دیا جائیگا۔ اگر کوئی یہودی چھپ جائیگا تو پتھر بولیں گے کہ یہاں یہودی چھپا ہوا ہے تو ہم حیران تھے کہ فیصلہ فلسطین میں ہونا ہے اور یہودی امریکہ و یورپ میں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ کی آمد سے کچھ عرصہ قبل عیسائیوں کو یعنی یہود کے علاوہ نصاریٰ کو بہت ترقی مل جائیگی تو لوگوں کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد قریب ہے۔ مثلاً ہوائی حادثہ کا واقعہ جو قاہرہ میں ہوا ہے اس میں ایک مولوی محمد ادریس صاحب رحمتہ اللہ بھی تھے ان کو ستمبر میں جانا تھا اتفاق سے کوشش کی سیٹ مل گئی وہ بھی شہید ہو گئے۔ تو خدا تعالی جو کام کرتا ہے وہ ہوتا ہے مگر یہ یہودی قتل گاہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ تو یہ کل تین جواب یہود کے متعلق ہو گئے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا اختصار ہوا ہے۔ صحیح حکومت وہ جو جس میں اللہ تعالیٰ کے کمالات کے نمونہ ہوں۔ تمام رعیت جس طرح اللہ تعالی کی تعریف کرتی

ہے اسی طرح بادشاہ کی بھی کرے۔ لیکن یہ اصول ہے کہ جو چیز زبان پر ہو وہ پہلے دل میں آتی ہے۔ تو اللہ تعالی کی تین صفات ہیں
(1)الرحمن (2)الرحیم اور (3)رب العلمین---
(1)تربیت (2)الرحمن دنیا کا نظام (3)الرحیم آخرت کا
نظام یہ ہیں سمجھ دار لوگوں کیلئے نہ کہ کج دماغ لوگوں کیلئے ان کے لئے تعزیر ہے یعنی سزا ہے تو مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے اشارہ کر دیا تو اسلامی حکومت میں جو اچھے لوگ ہیں وہ ان تین صفات سے ہاتھ میں آ جائینگے۔ اور جو کج دماغ اور ضدی لوگ ہیں ان کیلئے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے اشارہ کر دیا کہ سزا سے ہاتھ میں کرو اور سزا بھی اللہ تعالی کی طرز پر ہو واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا کہ خدا جب سزا دیتا ہے تو کوئی مددگار نہیں بن سکتا صحیح اسلامی سزا یہ ہے کہ ملزم کیلئے ان ٹل سزا ہو۔ مال اور سفارش سے اس کی سزا نہ ٹلے۔ اگر ایسا ہوا تو حادثات کرنے پر جرات ہو گی اور نقصانات ہوں گے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ بہت زمانہ سے مسلمان جنت، دوزخ اور قیامت سے غافل ہوگئے ہیں حالانکہ یہ تصورات ایمان کیلئے ایسے ہیں جس طرح درخت کیلئے پانی۔ اللہ تعالی ہی جانتے ہیں کہ بندہ کی بھلائی کس تصور میں ہے۔ بشیراً و نذیراً کہ ایمان اور اعمال کی خوشخبری سنائیں اور گناہ و اعمال سیئہ کی سزا سنایں۔ اعجاز القران میں حضرت نبی کریمؐ کے جمعہ کے خطبات موجود ہیں۔ آپکے خطبوں میں جنت، دوزخ اور

آخرت کے تصور پر بہت زور دیا گیا ہے اس لیے اللہ تعالی نے فرمایا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہ میں روز جزا کا مالک ہوں یہاں بھی مالک ہوں مگر یہاں کچھ اختیارات کسی خاص حکمت کے تحت انسان کو دیئے ہیں لیکن روز جزا یعنی قیامت میں. تمام اختیارات صرف اللہ تعالی کو ہی ہونگے جب اختیارات ایک جگہ آجائینگے تو میدان قیامت میں صرف ایک ہی جگہ ہوگی اور کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا ترغیب و ترہیب میں ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر امت کے گناہوں کو پیش کیا گیا تو میں نے اس شخص سے بڑھ کر اور کوئی گناہ گار نہ پایا جو شخص قرآن حفظ کر کے بھلا دے۔ تو یہ شخص اللہ تعالی کے ہاں بڑا مجرم ہے۔اب میں جنت اور دوزخ کے متعلق مختصراً عرض کرتا ہوں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا جو سلسلہ ہے ان سب نے اولاد آدم کو سمجھایا کہ کفر اور اعمال بد کا بدلہ جہنم ہے اور ایمان اور نیک اعمال کا بدلہ جنت ہے۔ تو دیکھو اسلام، یہودیت اور عیسائیت وغیرہ انکو قیامت، جنت، جہنم کا یقین ہے یہ نقلی بات ہے۔ اور عقلی وجہ یہ ہے کہ کم از کم قیامت میں کوئی تردد کرے تو اللہ تعالی کو تو سب مانتے ہیں۔ ہر زمانہ میں اللہ تعالی کو ماننے والے کثرت سے رہے ہیں۔ جس طرح مریضوں سے تندرستوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اسیطرح منکرین خدا کی تعداد بھی کم ہے۔ روس کی آبادی پوری دنیا میں اتنی ہے جس طرح آٹے میں نمک ہو۔ جب

اللہ موجود ہے تو یہ صفات مانتے ہیں کہ اللہ کے سوا عدل کرنے والا کوئی نہیں۔ اب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ کوئی شخص قیامت کے دن کو نہ مانے تو دنیا کو تو مانے گا۔ تو دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کے عدل کا پتہ نہیں لگتا کیونکہ دنیا میں روزانہ مظالم ہو رہے ہیں کچھ ظلم ایسے ہیں جن کا انصاف نہیں ہو رہا اگر انصاف ہو بھی صحیح تو اس پر عمل نہیں ہوتا شاید دو فیصد مظالم کا ازالہ ہوتا ہو گا۔ سوال یہ ہے کہ اگر ایک انسان کی صرف ایک گاؤں پر حکومت ہو اور وہ انصاف نہ کرے تو کیا لوگ اس کو برا نہ کہیں گے۔ تو اللہ کی اس دنیا میں روز جو مظالم ہو رہے ہیں۔ اگر انصاف کا دن اور آنے والا نہیں تو مطلب یہ کہ اس سے اندھیر حکومت تو نعوذ باللہ کسی کی نہ ہو گی۔

حدیث الیوم عمل ولا حساب وغدا حساب ولا عمل کہ کل حساب ہو گا اور عمل نہ ہو گا گویا اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دار العمل فرمایا اور آخرت کو فیصلہ سنا کر دار الجزاء رکھا۔ کچھ سزائیں تو دنیا میں رکھیں تاکہ بد نظمی نہ پھیلے اور کچھ آخرت میں عدل کیلئے رکھیں۔ دنیا میں مثلاً زانی کو سنگسار کرو اور چور کے ہاتھ کاٹو تاکہ بد نظمی نہ ہو مگر حقیقی سزا تو قیامت کے دن ہو گی اور اس کا نظام کیا فرمایا کہ فرشتے مقرر کئے۔ مگر پتہ نہیں چلتا کیوں کہ اگر پتہ چل جائے تو مقصود ختم ہو جائے گا البتہ قرآن میں فرمایا کراماً کاتبین کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرشتے ظاہری بات تو جانتے

ہیں اور دل کی بات ان کو بذریعہ الہام مطلع کی جاتی ہے ۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو کاتب الحسنات اور کاتب السیئات یعنی نیکی اور بدی لکھنے والے فرشتے ان پر حاکم ہوتے ہیں۔ یعنی نیکی لکھنے والا فرشتہ بدی لکھنے والے پر حاکم ہوتا ہے۔ انسان جب کوئی بدی کرتا ہے تو بدی لکھنے والا فرشتہ نیکی لکھنے والے کی طرف دیکھتا ہے کہ لکھوں یا نہ لکھوں۔ تو وہ حاکم کہتا ہے کہ تین دن انتظار کرو شاید یہ توبہ کر لے ورنہ لکھ لینا۔ اور پھر ایسا انتظام فرمایا کہ وہ بھی روزانہ تبدیل ہوتے ہیں صبح کی نماز کے بعد رات والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن والے آجاتے ہیں۔ پھر عصر کے بعد دن والے چلے جاتے ہیں اور رات والے آجاتے ہیں۔ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ کہ ہر نماز کا خیال رکھو مگر بیچ والی کے متعلق سختی اور تاکید سے فرمایا کہ اس کا خیال رکھو۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درمیانی نماز صبح والی ہے۔ اور حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک عصر والی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دفتر کا مکمل انتظام فرمایا۔ یہ یقینی بات ہے کہ سزا اس وقت تک نہیں دی جاتی جب تک کہ قانون سے آگاہ نہ کیا جائے۔ تو تمام پیغمبروں کا سلسلہ صرف قانون کی آگاہی کے لئے کیا گیا۔ اس کے بعد جزاء اعمال کیلئے شہادت ضروری ہے۔ تو تین قسم کی شہادت ہے ایک وہ فرشتے جن کے سامنے ہم نے گناہ کیا۔ اللہ تعالیٰ

کو سب کچھ معلوم ہے مگر صرف عدالت کی تکمیل ہے۔ تو انسان کہیں گے کہ یہ تو ملائکہ ہیں ہمارا جسم خود گواہی دے کہ ہم نے جرم کیا ہے۔ کہ زبان کو حکم ہو گا کہ آج تو الیوم نختم علیٰ افواھھم بولنے کیلئے بند ہو جا یعنی تو نہ بولیو۔ اس کے بعد ہر عضو اقرار کریگا کہ ہم نے فلاں گناہ کیا ہے۔ پھر اللہ میاں فرمائے گا کہ اور بھی کوئی عذر ہے۔ تو انسان کہیں گے کہ ہم ان اعضاء کو سزا سے بچاتے تھے۔ تو کہیں گے کہ اب زمین گواہی دے۔ یومئذ تحدث اخبارھا

ایک مرتبہ کوئٹہ سے لاہور بذریعہ ہوائی جہاز جانا پڑا تو راستے میں گانا بجانا شروع کیا میں نے منع کیا کہ شاید اللہ کا قہر نازل نہ ہو جائے۔ تو حضور کریمؐ نے فرمایا کہ جو گناہ زمین سمندر اور فضاء میں ہونگے ان کے متعلق وہ خود گواہی دینگے کہ ہم پر فلاں گناہ ہوا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کی عدالت عالیہ کا کتنا عظیم انتظام ہے۔ تو ہم حیران تھے کہ مقدمے تو اربوں کی تعداد میں ہونگے فیصلے کس طرح ہونگے۔ دیکھو حضرت آدمؑ سے لیکر آخر دنیا تک کائنات کے ہر ذرہ ذرہ کا حساب موجود ہو گا اس حساب کو محفوظ رکھنے پر کتنے عملے کام کر رہے ہیں مثلاً اقوام متحدہ کی رپورٹ ہے کہ ڈیڑھ لاکھ انسان روزانہ مرتے ہیں۔ مرنے کے بعد بندہ مکمل طور پر اللہ تعالی کی طاقت میں آگیا پھر ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ تو ڈیڑھ لاکھ انسانوں کیلئے کم از کم تین لاکھ انسان تو موجود ہوں جو اس کا معاملہ مکمل کریں۔ مگر اس دشواری

کو اللہ تعالیٰ نے ایسے منظم طریقہ سے دور فرمایا کہ کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ مثلاً باپ مر جائے تو حقیقی بیٹے فوراً تیار کر کے دفن کر آتے ہیں۔ حدیث بخاری و مسلم شریف۔ ان اللہ یحاسب العباد فی نصف یوم من ایام الدنیا کہ دنیا کے نصف دن کے وقفہ میں تمام مقدمات کے فیصلے ہو جائیں گے۔ اور ہر شخص خود مانیگا کہ فیصلہ درست ہوا ہے۔ سائنس سے دو باتیں معلوم ہوئی ہیں طبقات الارض میں لکھا ہے کہ زمین کے پیٹ میں تیرہ سو درجہ کی گرمی موجود ہے اور پانی کو دبانے کیلئے سو درجہ کی گرمی چاہیئے اور بھاپ بنانے کیلئے 636 درجہ کی گرمی چاہیئے تو سائنس دانوں کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ جہنم زمین کے نیچے ہے اور یہ گرمی اس بات کی دلیل ہے کہ جہنم زمین کے نیچے ہے۔ دوسرے سائنسدان کہتے ہیں کہ سمندر میں باوجود دریاؤں کے میٹھے پانی گرنے کے پانی تلخ اور کھاری کیوں ہوتا ہے؟۔ سائنسدانوں کی تحقیق ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تلخی جہنم سے آئی ہے۔ پہلے تو اللہ اور اس کی کلام اور اس کے رسول نے جہنم فرمایا تھا مگر اب تو سائنسدان بھی جہنم کے قائل ہو رہے ہیں۔ ترمذی لا ترکب البحر الا حاجا او معتمرا او غازیا فی سبیل اللہ تم بلا ضرورت سمندری سفر نہ کیا کرو یا حاجی یا غازی یا متعلم کی صورت میں سفر کیا کرو۔ کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آگ ہو اور نظر بھی آئے جس طرح لکڑی اور کوئلہ میں آگ ہے مگر نظر تی

نہیں۔ علمی تحقیق ہے کہ گرم اشیاء کی گرمی جہنم سے ہے آفتاب کی گرمی بھی جہنم سے ہے۔ ہر روشن چیز میں جہنم ہے مگر جگنو یہ اللہ کی قدرت ہے اور عجیب بات ہے کہ ہے حیوان مگر روشنی دیدی۔ بعض حیوان ایسے ہیں کہ آگ کے بغیر مر جاتے ہیں جس طرح سمندل۔ اب تو نباتات میں بھی ایسی اقسام ہیں کہ بغیر آگ کے نہیں رہ سکتے۔ یہ واقعہ راولپنڈی کے ایک باغ میں دیکھا ہے۔ قیامت کے دن بھی گرمی ہو گی یہ اللہ اور اسکے رسولؐ نے فرمایا اور کس حساب سے ہوگی اور کس صورت میں ہو گی۔ بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے کہ آفتاب قیامت کے دن سر سے صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہو گا۔ دیکھو آج کتنا دور ہے مگر گرمی کتنی محسوس کی جاتی ہے۔ موت سے قیامت تک کا فاصلہ یوں معلوم ہو گا جس طرح صرف ایک دن یا ایک رات گذاری ہو۔ ڈاکٹر ٹسٹل کہتا ہے کہ آفتاب ہم سے 9 کروڑ 30 لاکھ میل دور ہے اور سب سائنسدان اس پر متفق ہیں کہ سورج کی گرمی زمین پر 2 سو کروڑواں حصہ پہنچتی ہے۔ جو ناقابل برداشت ہوتی ہے مگر جب ایک میل کے فاصلہ پر ہو گا تو کیا حال ہو گا۔ اس دن اللہ میاں کے عرش کے سوا سایہ نہ ملے گا۔ سورج کی حقیقت کہ کتنا حجم رکھتا ہے۔ سائنسدان متفق ہیں کہ 12 لاکھ 80 ہزار گنا زمین سے بڑا ہے۔ آج ہم کو کرسی ملی ہے تو مونچھوں کو تاؤ دیتے ہیں۔ ہوائی جہاز والے

کہتے ہیں کہ جب ہم اوپر جاتے ہیں تو انسان خشخاش کے دانہ کے برابر نظر آتے ہیں اور اللہ کے سامنے کس طرح نظر آتے ہونگے؟
حدیث شریف میں آیا کہ حساب کے بعد جو جہنم کی گرمیاں دنیا میں تقسیم کر رکھی تھیں وہ سب جہنم میں ڈال دی جائیں گی یعنی جہاں جہاں آگ کے مرکز ہیں وہ سب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔
شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی فتح العزیز میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا کی کل بھلی چیزیں قیامت کے دن جنت میں چلی جائیں گی۔ اور کل بری چیزیں جہنم میں چلی جائیں گی۔ چند مثالیں دیں مثلاً ہرن وغیرہ یہ جنت کو منتقل ہونگے اور سانپ بچھو وغیرہ یہ جہنم کو منتقل ہونگے۔ اسی طرح مروارید اور ہیرہ وغیرہ جنت اور زہر کے ٹکڑے جہنم کو منتقل ہونگے۔ تو کائنات کو دو حرکتوں میں تقسیم کرینگے۔

درس نمبر: ۳۸
6جون 1965ء

امیرالمؤمنین کے اوصاف ۳

(نظام سلطنت)

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی اللہ جزا کے دن کا مالک ہے یعنی اعمال کا بدلہ برحق ہے۔ سابق درس میں یہ بیان کیا کہ فکر آخرت کو انسان کی اصلاح میں بہت بڑا دخل ہے۔ انسان اس وقت بگڑتا ہے جب آخرت کا تصور کم ہو جائے اور سدھرتا جب ہے کہ قیامت کا تصور آ جائے۔ ہم تو قیامت کے خطرات سے ڈھپے ہوئے ہیں مگر جو قیامت کے خطرات سے محفوظ تھے وہ بھی ڈرتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنکو چاہیے تھا کہ آخرت کا کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے لیکن زندگی کے ایک ایک منٹ پر خوف رکھتے تھے۔ اس میں دو چیزیں ذکر کرتا ہوں۔ حدیثؒ کہ دیکھا کہ رات کی تاریکی میں مسجد نبوی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ادا کر رہے ہیں اور رونے کی آواز اس طرح ہے کہ جس طرح ہانڈی ابلنے کی آواز ہو۔ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ ایک بار ڈابھیل میں تشریف لائے تقریر کے بعد کسی نے

جائے کی دعوت کی جب کرسی کا سہارہ لے کر کھڑے ہوئے تو اسی وقت دل کا دورہ پڑ گیا اور 72 گھنٹے رکوع کی حالت کیطرح کھڑے رہے۔میں نے بطور ہمدردی ایک طبع پرسی کا خط لکھا کہ مولانا بڑی تکلیف گزری تو ایک مصرعہ لکھا کہ دوسرا آپ خود ملا لینا، بر سر اولاد آدمؑ ہر چہ آید بگزرد، آدمؑ کی اولاد پر جو کچھ آتا ہے آخر گزر ہی جاتا ہے۔دنیا میں لاکھوں قسم کے طعام وغیرہ ہوں تو بھی گزر جاتی ہے۔اگر بھوک وغیرہ ہو تو بھی گذر جاتی ہے۔ میں نے دوسرا مصرعہ ملایا، رحمت دنیا بود یا زحمت نا پائیدار، کہ دنیا کی رحمت ہو یا کہ زحمت دونوں گزر جانے والی ہیں۔مطلب یہ کہ نیکی کے نتائج آخرت تک رہتے ہیں اور حقیقت میں کرنے والا مٹی میں بوسیدہ ہو جاتا ہے۔حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً بیس عدد بال مبارک اچانک سفید ہو گئے جو پہلے نہ تھے اس وقت آپکی عمر مبارک 60 سال کی تھی۔ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ھود اور سورۃ مرسلت نے بوڑھا کر دیا کیونکہ ان سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے۔یہ تھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیکھو ایک مرتبہ آپ بیٹھے تھے کہ ایک پرندہ سامنے سے اڑتا ہوا گزرا تو فرمایا کہ خوش رہو خوشی مناؤ پرندے کہ تو درخت کے سایہ سے فائدہ اٹھاتا ہے اور

کھاتا پیتا ہے اور مرنے کے بعد حساب نہ ہو گا۔ دیکھو ان حضرات کو ہر وقت موت کا خیال رہتا تھا۔ آج ہم قدم قدم پر موت سے غافل ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان اور پرندہ میں بڑا فرق ہے پرندہ مرا تو بلا حساب اگلے جہان پہنچا۔ اور انسان کا معاملہ نامۂ اعمال پر ہو گا۔ اور نامۂ اعمال قیامت میں کھل پڑیں گے۔ بہرحال کراماً کاتبین کا کام آگے چل کر آنیوالا ہے۔ آپؓ نے پرندہ اور انسان کا مقابلہ کیا۔ اب دوسرے خلیفہ حضرت امیر المومنینؓ فاروق اعظمؓ کے متعلق حضرت جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب آپ آخرت کو یاد کرتے تھے تو آنسو ٹپک پڑتے تھے اتنے روتے تھے کہ رونے کی کثرت کی وجہ سے رخساروں پر دو لکیریں پڑ گئی تھیں۔ دوسرا واقعہ یہ کہ جب آپ قیامت کے بارہ میں کوئی آیت سن لیتے تو منہ کے بل گر پڑتے اور چارپائی پر اٹھا کر گھر لائے جاتے تھے اور کئی دن طبع پرسی ہوتی رہتی تھی۔ اب تو یہ ہے کہ خوب گناہ کرو فکر وغیرہ بالکل نہ کرو۔ بس مطلب یہ کہ آخرت کا خیال مومن کے قلب میں ہر وقت ہونا چاہیئے۔ باقی فکر آخرت میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے تاکہ مسلمان کا آخرت سے تعلق کم ہو جائے۔ ازالہ شبہات شیطانیہ فی مجاھدات الاعمال مثال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے عرض کرتا ہوں فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخرت کا نقشہ جو اس وقت میرے ذھن میں

ہے وہ اگر آپ کے ذھن میں آجائے تو تمہارا ہنسا بہت کم اور رونا بہت زیادہ ہو جائیگا۔ تم جنگلوں میں نکل کر چنخو گے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ کی بیخ نکل گئی اور فرمایاؓ کہ یا اللہ میں تو ایک درخت ہوتا لوگ مجھے کاٹ لیتے۔ شیطان قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ ہڈیاں تو بوسیدہ ہو جائینگی اللہ میاں ان کو دوبارہ کیسے زندہ کریں گے یہ کافرانہ شبہ ہے۔ قل یحییہا الذی انشأھا اول مرۃ تم کہتے ہو کہ زندگی کیسے آئیگی کہہ دو کہ زندگی وہ ڈالے گا جس نے پہلے زندگی ڈالی تھی۔ قیامت کا نمونہ تو یہ دن رات سامنے ہے ویسے شیطان اگر حجاب ڈالے تو اور بات ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو گندی بوند سے بنایا ہے اور اللہ میاں اس گندی بوند سے ہزاروں لاکھوں انسان پیدا فرماتا ہے۔ قرآن سورۃ دھر کہ انسان قبل موجود نہ تھا مگر ہم نے پیدا کیا۔ اور کتنے کمالات دئے آپ شک کیوں کرتے ہیں کہ دوبارہ زندہ کیسے ہونگے۔ دیکھو انڈہ سے مرغی پیدا ہوتی ہے دیکھو جس ذات نے انڈہ سے جان پیدا کی وہ مردہ کے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟ تیسری بڑی بات نباتات کی دیکھ لو کہ تخم زمین میں گل سڑ جاتا ہے اس کے بعد جب پانی پہنچتا ہے تو پھر ایک پودا نکلتا ہے یہ تین نظیرین پیش کیں۔ جمع الفوائد کی حدیث کہ زندگی کا ایک دور یہ دنیا ہے اس لئے انسان کی پیدائش باپ سے ہے۔ آخرت جب ہو گی تو ایک زلزلہ آئیگا مرے ہوئے آدمیوں کے ٹکڑے اکھٹے ہو جائیں گے

پھر عرش معلی کے نیچے سے کچھ قطرات ٹپک پڑیں گے پھر زندگی آ جائیگی۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے تاکہ ایسی زندگی پائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ لازوال ہے یہ بھی لازوال ہو جائے۔ باپ فنا اس کی زندگی فنا لیکن اللہ تعالیٰ کی تجلی کو بقا ہے تو اس لئے انسان کو بھی آخرت کے بعد بقاء ہو گی۔ تو دنیا تو گویا فانی ہوئی اس میں کوشش صرف کرنا تو نادانی اور حماقت ہے اور کوشش تو باقی رہنے والی کیلئے ہونی چاہیئے۔ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ سے اس حدیث کے بارہ میں سوال کیا کہ قیامت کے دن لوگ مٹی کھائیں گے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ لوگ آج بھی تو مٹی کھا رہے ہیں۔ گندم کو دیکھو یہ مٹی کی صورت نہیں۔ پھر اللہ نے حکمت ایسی فرمائی کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام مزیدار اشیاء کا خزانہ زمین میں ہے جس قسم کا تخم ڈالا اسی قسم کا پودا نکلا۔ آخرت میں ایک زلزلہ آئیگا تو اس میں تمام غذائی اجزاء اکھٹے ہو کر کیک کی صورت اختیار کر لیں گے۔ اس وقت رَدّی اجزاء سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ نے فلسفہ فرمایا کہ میدانِ حشر میں اتنا عمدہ کھانا کیوں دیا گیا شاید اسی وجہ سے کہ مسلمان عالم برزخ کی مسافت کی وجہ سے دنیا کی لذات کو بھول گئے ہوں اور جنت میں جا کر جنت اور دنیا کی نعمتوں کا موازنہ نہ کر سکیں۔ تو تازہ دنیا کی اشیاء استعمال کر کے مسلمان جب جنت میں

داخل ہونگے تو پھر جنت کی نعمتوں کا ان کو پتہ معلوم ہو گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی کاروائی عظیم الشان ہوئی ہے۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن کے سلسلہ میں مجازاتِ اعمال کا بیان ہوا یہ اس لئے کہ اس سورۃ کی سیاست یہ کہ اسلامی حکومت کس طرح ہونی چاہیئے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے قانون پر چلو لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم تو انگریز خبیث کے طریقہ پر چلیں گے۔ یقینی بات ہے کہ جسطرح لوگوں کو اللہ سے محبت ہے اسی طرح مسلمان بادشاہ سے بھی ہونی چاہیئے۔ ایک لوگ سلیم الفطرت ہیں اور دوسرے سقیم الفطرت ہیں یعنی اہل اعتساف جو لوگ اچھی طبعیت کے ہیں وہ رحیمیت کے مطابق فوائد اخروی اور فوائد دنیا میں خدا کی تعریف کرتے ہیں۔ وہ اسی طرح بادشاہ کی بھی تعریف کرینگے اور جو ٹیرڑھے ہیں ان کی اصلاح سزا سے ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر حکومت نے سزا کا سلسلہ رکھا ہے۔ اتنی بات ہے کہ یورپی اور اسلامی سزاؤں میں فرق ہے۔ اسلامی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یورپ کی سزا ان کے دماغ سے نکلی ہوئی ہے۔ یقینی بات کہ سزا کا مقصد اصلاح ہے۔ جس طرح علاج کا مطلب مریض کی تندرستی ہے اسی طرح سزا کا مطلب بھی مجرمین کی اصلاح ہے۔ لیکن اگر یہ مقصد پورا نہ ہو تو جانو کہ علاج غلط ہے مثلاً کہ کسی مریض کیلئے ڈاکٹر بلایا گیا کئی دن علاج کیا مریض تندرست نہیں ہوا تو جانو کہ علاج غلط ہے۔ تو سزا کا مقصد

اصلاح ہے۔ مثلاً چور کی سزا کا مقصد یہ ہے کہ چوری بند ہو جائے۔ مگر عجیب بات ہے کہ مغربی سزاؤں سے جرائم تو اور زیادہ بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ مثلاً آج جیل خانہ کی تعداد قلمبند کر لو آئندہ سال اس سے بڑھکر ہو گی درجہ بدرجہ بڑھتی چلی جائیگی کم نہ ہو گی۔ اگر سزا صحیح ہوتی تو تعداد کم ہوتی چلی جاتی۔ مطلب یہ ہے کہ جرم اور سزا میں کوئی مناسبت نہیں۔

اسلام میں ہے کہ کوئی خونِ ناحق کرے تو اس کی دو سزائیں ہیں ایک قصاص اور ایک دیت۔ ریاست قلات میں دیت کی قیمت تیس ہزار مقرر کر رکھی تھی کیونکہ ایک اونٹ کی قیمت 300 صد تھی اگر وارث قصاص چاہے تو قصاص اگر دیت چاہے تو دیت دی جائے۔ اور پھانسی کا یہ مطلب نہیں کہ پوشیدہ دیجائے اس سے نفسیات پر کیا اثر ہو گا۔ قرآن میں ذکر ہے کہ مجرم کو سزا دیتے وقت جتنے لوگ جمع ہو سکیں جمع کرو آج تو ایک فیصد قتل کی سزا قصاص ہے باقی تو قید رکھ دی ہے اور پھر قصاص پوشیدہ کرتے ہیں اس سے نفسیاتی اثر نہیں پڑتا اور پھر جو قید رکھی ہے وہ کیا؟ کہ جیل میں جا کر سرکار کا کام کریگا اور کھائے پیئے گا۔ بس جب اللہ تعالیٰ دماغ بگاڑ دیتا ہے تو صحیح بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ عجیب بات ہے کہ بیٹا ایک کا قتل ہو اور کام جا کر سرکار کا کرے۔ تو اللہ اللہ ہے انسان انسان ہے۔ دونوں کی حکمت میں فرق ہے۔ آج

ڈاکو کہتے ہیں کہ سارے دن محنت کی مگر جو کی روٹی نہ ملی چلو جرم کر کے جیل میں چلے جائیں اور گندم کی روٹی کھائیں گے۔ شاباش جرم کی جو روٹی محنت سے میسر نہیں ہو سکتی وہ جیل میں باسانی مل گئی۔ ایمان سے کہو کہ اس طرح جرم سے بچنے کا کوئی پہلو ہے اور بات یہ کہ یہ قاتل جب رہا ہو کر وہاں آئیگا جہاں مقتول کے ورثاء ہیں تو موچھوں کو تاؤ دیکر چلے گا اس سے مقتول کے ورثاء کے دل میں غصہ اٹھے گا تو ایک اور قتل کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

ایک سیٹھ کو کسی نے قتل کیا تھا اس وقت اس کا بیٹا نابالغ تھا تو قاتل کو بیس سال قید آ گئی تو بیس برس کے بعد جب رہا ہوا تو وہ بیٹا جوان تھا گولی سے قاتل کو ختم کر دیا۔ مجسٹریٹ کے پاس پیش کیا گیا کہ کیوں قتل کیا؟ کہا کہ تو نے تو سزا غلط دی تھی میں نے درست سزا دی ہے۔ ایک ہندو نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی میں ایک کتاب لکھی تھی تو مباحثہ کے بعد ایک ہزار روپیہ اور کچھ ماہ سزا ہوئی تو اس نے کراچی میں پریزیڈنٹ کو اپیل کی تو موقع پا کر ایک شخص نے قتل کر دیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کی ہے ہم نے خود اس کو سزا دی ہے۔ تو مجسٹریٹ نے اس مسلمان کو پھانسی کی سزا دی تو سزا کا حکم سنتے ہی اس کا 14 پونڈ وزن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جان قربان ہونے کی

خوشی میں بڑھ گیا۔ یہ تھا مسلمانوں کا جوش۔ سزا کا مطلب یہ کہ مظلوم کا دل ٹھنڈا ہو جائے۔ آج تو فساد کا طولانی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ان کے ہاں یہ خرابی دیکھو کہ قتل میں راضی نامہ نہیں مگر اسلام نے قتل میں راضی نامہ رکھا ہے۔ کہ اگر ورثاء معاف کر دیں تو درست ہے مثلاً ایک شخص اپنے بھائی کو قتل کر دے تو اب والدین اگر یہ کہیں کہ ہم اس کو معاف کرتے ہیں تو درست ہے۔ دیکھو اسلام میں کتنی وسعت ہے۔ مگر انگریز کا قانون ہے کہ نہیں قتل کا بدلہ قتل ہے۔ اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو ایک بیٹا تو ویسے قتل ہو گیا تھا دوسرے کو اب پھانسی دیکر ختم کر دیا جائے۔ اسلام نے راضی نامہ کی گنجائش رکھی ہے۔ پھر یہ کہ سزا لوگوں کے سامنے دیجائے تا کہ ورثاء مقتول کا جوش ختم ہو جائے اور لوگ عبرت حاصل کریں۔ قرآن ولکم فی القصاص حیٰوۃ یاولی الالباب کہ قصاص کے ذریعہ تمہارے لے زیادہ زندگی ہے۔ دوسری دیت کی صورت ہے۔ کہ قصاص کو مقتول کے وارثین ختم کریں اور دیت پر راضی ہو جائیں تو اس سے بھی مقتول کے ورثاء کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ انسان احسان کے بعد غصہ کو فراموش کر دیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ملکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے تحت اسلامی سزا ہو نہ کہ مغربی سزا۔ باقی دو مضمون رہتے ہیں فساد داخلی کا انسداد، تسخیر الستۃ للعوام الحمدللہ اور تسخیر الرحمن الرحیم یہ اچھے اور فہم سلیم لوگوں کیلئے ہے

اور مالکِ یَوم الدِین یہ کج دماغ والوں کیلئے ہے اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان نے اس عظیم الشان تاریخ میں دشمن کے مقابلہ میں شکست نہ کھائی ہو؟ ہاں کھائی ہے اس کی دو وجوہات ہیں جنگ میں نہیں بلکہ غداری سے شکست کھائی ہے اسلام کی تاریخ کے دو جزو ہیں کم تعداد کے باوجود بھی مسلمان فاتح رہے ہیں اور شکست غداری کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سلطان ٹیپو مرحوم کو میر صادق کی وجہ سے، سراج الدولہ کو جعفر کی وجہ سے اور بہادر شاہ ظفر کو الٰہی بخش، رجب علی، حکیم احسن اللہ سے شکست ہوئی ہے۔ ھلاکو نے بغداد میں ایسے قتل کئے کہ دجلہ میں بجائے پانی کے خون بہتا تھا حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ زندہ تھے فرمایا کہ اب آسمان کو حق ہے کہ بارش کی بجائے خون برسائے۔ اس وقت کے بادشاہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا کی اولاد تھے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندان کا خون بہایا جس جگہ لوگوں کی پیشانیاں جھکتی تھیں۔ ابن علقمی نے خط لکھا کہ بغداد پر حملہ کر دو اور فلاں فلاں رعایت دیدو تو ھلاکو نے کہا کہ فوج تو بکثرت موجود ہے کس طرح حملہ کروں۔ ابن علقمی نے کہا کہ میں بغداد کو فوج سے خالی کرا دوں گا لیکن اس ھلاکو نے ابن علقمی کو بھی قتل کر دیا کہ جا مردار تو نے تو اپنے پیغمبرؐ کے خلاف سازش کی ہے۔ آج تم کو بھی ختم کرتا ہوں (خارجی حملہ آور سے ملک کی حفاظت. ایاک نعبد وایاک نستعین

مرکز اطاعت واعانت ایک ہو۔

درس نمبر: ۳۹

11 جون 1965ء

امیر المومنین کے اوصاف

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ: آج کے درس میں تین چیزیں بیان ہونگی۔ (1) ایک نعبد و ایاک نستعین سے اسلامی مملکت کا اندرونی استحکام یا انسداد فساد داخلی قبل ازیں بیان کر چکا ہوں کہ خارجی فساد کو ختم کیا جائے اب اندرونی فساد کو ختم کرنے کے متعلق بیان ہو گا۔ (2) مرکز عبادت اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کو سیاست میں کیا دخل (3) عبادت کی اھمیت اور عبادت کا مرتبہ کونسا ہے ظاہر تو یہ بات ہے کہ ہر مومن کہتا ہے کہ ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں اور اگر کوئی مشکل آ پڑے تو تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ دونوں لفظوں سے پہلے اِیَّاکَ لایا گیا اگر یہ نہ ہوتا تو مومن اور کافر کے درمیان فرق نہ ہوتا۔ ہر کافر اپنے خیال کے مطابق خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ مومنانہ اور کافرانہ زندگی کی حدِ فاصل قائم کرنے کیلئے اِیَّاکَ کا لفظ قبل لایا تا کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ صرف تیری ہی عبادت کریں گے۔ حدیث ہے کہ کسی بندہ کی بات نہ مانی جائیگی جبکہ خالق ناراض ہوتا ہو۔

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہ خاص تجھ سے مدد مانگتے ہیں وَتَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی امداد کیا کرو یہ ہے عالمِ اسباب کا تعلق اور ایک ہے کہ اس کا تعلق عالمِ بالا سے ہے یعنی دنیا کی امداد اس جگہ (فعل) ہے اس لئے ایسی جگہ پر اِیَّاکَ کا لفظ لایا گیا ہے کہ صرف تجھ سے مانگتے ہیں یہ بات تو ہو گئی۔ اب اگر مومن اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے مطابق زندگی بنائے تو وہ ہر فعل میں یہ دیکھے گا کہ اللہ کا حکم اس معاملہ میں کیا ہے۔ اگر حکم جواز کا ہوا تو کریگا ورنہ نہیں کریگا۔ تو مدد اللہ سے مانگنی چاہیئے جو کہ نفع دینے والا ہے (اس سے انسدادِ فساد داخلی کس طرح ہوتا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں دو جز نمایاں ہیں) 1 مسلمانوں کا کفار کے مقابلہ میں فتح و کامیابی اور ایک کفار کے مقابلہ میں شکست اور ناکامی، 95 فیصد واقعات ایسے ہیں کہ باوجود کمی تعداد کے بھی مسلمانوں نے غیر مسلموں کو شکست دی ہے۔ لیکن پانچ فیصد واقعات ایسے ہیں کہ باوجود کثرت تعداد کے بھی مسلمانوں نے کفار سے شکست کھائی ہے۔

تو اسلامی تاریخ دو جزوں سے بنی ہوئی ہے (1) مسلمانوں کا فاتح ہونا (2) مفتوح ہونا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ فاتح بنے تو کیا اسباب تھے اور مفتوح ہوئے تو کیا اسباب تھے۔ اِیَّاکَ

نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ کہ ہماری امیدوں کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ جب تک مسلمان ان اصولوں پر قائم رہے اطاعت اور اعانت کو اللہ پر منحصر مانتے تھے تو فاتح رہے اور جب ان دونوں باتوں کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا تو شکست کھائی۔ ایک واقعہ تو رب العزۃ نے خود حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فرمایا تا کہ مسلمانوں کی اصلاح کی جائے دیکھو جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ سیف اللہ نے تین ہزار فوج کے ساتھ تین لاکھ فوج پر فتح پائی اور ایسے موقعہ بھی آئے کہ 60 افراد نے ساٹھ ہزار پر کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن خود حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک واقعہ شکست کا آیا ہے۔ جس میں آپ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی شہید ہوئے ہیں لیکن ضروری بات یہ تھی کہ اس شکست کا ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں ضروری تھا۔ جنگ احد میں کافر تین ہزار کی تعداد میں تھا محاذ ایسا تھا کہ پہاڑ پر ایک درّہ تھا آپؐ نے حضرت عبداللہؓ بن جبیر کو پچاس تیر انداز دیکر مقرر کیا۔ حضور کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ تھا کہ بس تم لڑائی میں شریک نہ ہونا صرف اسی درہ کی حفاظت کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ ارشاد فرمایا کہ تم یہ دیکھو کہ کوے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تو تم یہ درہ نہ چھوڑنا۔ کفار عورتیں بھی ساتھ لائے تھے تا کہ غیرت کھا کر خوب لڑائی لڑیں۔ لڑائی شروع ہوئی ایک ہی ٹکر میں کفار بھاگنے لگے مسلمانوں نے

تعاقب کیا تو درہ کے حفاظتی دستہ نے دیکھا کہ جنگ کا میدان خالی ہو گیا ہے اور فیصلہ ہو گیا ہے اب شامل ہو کر ان کو مدد دیں۔ اس نے قصداً گناہ نہیں کیا کیونکہ مدد کی خاطر چلے تھے۔ اس میں بھی مختلف رآئے ہو گئیں حضرت عبداللہؓ بن جبیر اور چند اور صحابہؓ درہ چھوڑنے پر راضی نہ تھے حضرت عبداللہؓ نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ تھا کہ جنگ جاری بھی رہے تو تم اس درہ کو نہ چھوڑنا۔ پچاس میں سے 40 آدمی مدد کی خاطر درہ سے ہٹے اس وقت حضرت خالدؓ بن ولید مسلمان نہیں بنے تھے وہ جنگ کے نقشہ شناس تھے دیکھا کہ درہ کمزور ہو گیا ہے تو پشت سے آ کر حملہ کر دیا ان دس باقی ماندہ صحابہ کرامؓ نے دفاع کیا نتیجہ یہ نکلا کہ دس کے دس بمع حضرت عبداللہؓ بن جبیر شہید ہو گئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید دو سو گھوڑے لے کر حملہ آور ہوا اور چند منٹوں میں مسلمان گھیرے میں آ گئے اور ستر صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے اور خود حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور خود کی لکڑی سر مبارک میں چبھ گئی جس سے سر مبارک زخمی ہو گیا بعد میں فتح نصیب ہوئی۔ تا کہ اللہ کی وسیع قدرت کا نظارہ ہو جائے۔ دیکھو جنگ میں چار یار اور خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں مگر صرف چالیس آدمیوں نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا خلاف کیا۔ جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا اس نے

خدا کا حکم ماننا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا اللہ کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا مطلب یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو اور اس حکم کی خلاف ورزی قصداً بھی نہیں ہوئی بلکہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء غلط سمجھا اور درہ چھوڑ دیا۔ اس سے ایک اور اشارہ ہو گیا کہ آدمی اگر اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے خلاف بھول کر بھی کرے تو اس کی اتنی عظیم سزا بھگتنی پڑی کہ خود حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتح کی حالت کو شکست میں تبدیل کر دیا۔ آج سب لوگوں نے اللہ تعالی کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے اس لئے مسلمان در بدر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ تو ایک سبب یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اللہ کے حکم کو ترک کیا تو بجائے فاتح کے مفتوح ہوئے۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہ خیر و شر کا مرکز اللہ کو سمجھیں اور اللہ سے امداد مانگیں اور مسلمانوں کی شکست کچھ غداری سے بھی ہوئی کہ لالچ میں پڑ گئے نتیجہ یہ نکلا کہ مفتوح ہو گئے کیونکہ اللہ کی امداد سے نکل کر مخلوق کی امداد کے قائل ہو گئے اسی لئے شکست کھائی۔ مطلب یہ کہ مسلمان آپس میں متفق ہوں اور اللہ تعالی کے فرمانبردار ہوں تو آسمان گواہ ہے کہ مسلمان غالب ہونگے۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وعدہ ہو چکا کہ اگر تم کامل مسلمان رہے تو غالب رہو گے۔ مسلمانوں کیساتھ اللہ کا مقام بعینہ کلہاڑے کی طرح ہے۔ دیکھو یقینی بات ہے کہ لکڑی کمزور اور لوہا

قوی چیز ہے مگر لوہا اس وقت تک لکڑی کو نہیں کاٹ سکتا جب تک لکڑی کا کوئی جزاس کیساتھ دستہ بن کر شامل نہ ہو جب شامل ہو گیا تو وہی قانون بدل گیا کہ جب لکڑی شامل ہو گئی لوہا غالب ہو گیا اور لکڑی کٹ گئی۔ یہی معاملہ مسلمانوں کا ہے کہ مسلمانوں کے چند افراد کفار سے نہ ملیں تو کفار کسی صورت میں فتح نہیں پا سکتے۔ 656ھ کا خطرناک واقعہ کہ جس میں تمام عالم اسلامی کے پرزے پرزے ہو گئے وہ کیا وجہ تھی کہ ابن علقمی ہلاکو سے شامل ہو گیا اور مسلمان، تاتاریوں کے ہاتھوں برباد ہو گئے۔ جب مسلمانوں کے بااثر افراد کافروں سے مل گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی سزا بھگتو اور چٹنی بن کر رہ جاؤ۔ بخت خاں وزیر تھا اس نے کہا کہ میری اور تمام فوج مقابلہ کریگی تو فتح ہو گی۔ بادشاہ ظفر تیار ہو گئے۔ رجب علی، حکیم احسن علی اور مرزا الٰہی بخش نے کہا کہ ہم بادشاہ کو قلعہ میں رکھیں گے بخت خاں کے ساتھ نہیں رہنے دیں گے۔ انگریزوں کا متفقہ قول ہے کہ اگر بادشاہ بخت خاں کے ساتھ رہتے تو انگریز کسی صورت میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ یہ سُب بدمعاشی مرزا وغیرہ کی تھی مرزا کا لفظ ہی برا ہے (یہ کہکر حضرت نے قادیانی کی طرف اشارہ کیا ہے) مرزا نے بادشاہ کو کہا کہ بخت خاں کے ساتھ جا کر کیا کرو گے انگریز تو آپ کو دوبارہ بادشاہ بنانے کیلئے تیار ہیں۔ خیر انگریزوں کے ہاتھوں گرفتار کرا لیا تو انگریز

خبیث نے ان کے چار بیٹوں کے سر اتار کر ایک تھال میں رکھ کر بادشاہ کے ہاں دعوت کے طور پر پیش کیئے اس سے المناک اور کیا واقعہ ہو گا تو جب پیش کیا گیا تو نہ آنسو آئے اور نہ روئے اور فرمایا کہ الحمدللہ تیمور کی اولاد جب باپ کے پاس واپس آتی ہے تو سرخ رو ہو کر آتی ہے۔ سلطان ٹیپو رحمتہ اللہ علیہ کی شکست میر صادق مسلمان کیوجہ سے ہوئی ہے۔ خود عراق میں 1418ء رشوت لے کر شکست کھائی اب تو یہ قانون بنایا جائے کہ جنگ کے دوران جو رشوت لے اس کو لوگوں کے سامنے پھانسی دی جائے تاکہ یہ چیز ختم ہو جائے۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ میں ہماری بدقسمتی کی وجہ سے 90 ہزار آدمی کٹ گئے انگریز مؤرخ لکھتے ہیں کہ یہ 90 ہزار آدمی پوری دنیا کو فتح کرنے کیلئے کافی تھے۔ جنگ کے دوران قیصر روم کے بادشاہ نے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس خط لکھا کہ میں بغیر کسی لالچ کے آپکی امداد کرنے کے لیے تیار ہوں کیونکہ آپ میرے پڑوسی ہیں۔ تو آپؓ نے جواب دیا کہ اگر مجھ کو کسی وقت یہ معلوم ہو جائے کہ تیری نیت حضرت علیؓ کے معاملہ میں بری ہے تو یہ جنگ یہیں رہ جائیگی اور جب تک میری جان رہیگی میری فوج اور حضرت علیؓ کی فوج تیرا خاتمہ کر دے گی۔ بہرحال جہاں اطاعت الٰہی رہی تو فتح رہی۔ اعانت الٰہی اور اطاعت

کیساتھ مخلوق کو شامل کیا گیا تو شکست ہوئی۔ ایک چیز تو ختم ہو گئی کہ خارجی اگر حملہ کریگا تو ہمیں فتح نہیں کر سکے گا کیونکہ ہماری اطاعت کا مرکز ایک ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بادشاہ اللہ تعالیٰ کا ایک نمونہ ہے کافر اگر حملہ آور ہو تو بادشاہ یعنی امیر مسلمان کی اطاعت کی جائے اگر ہٹے تو نقصان ہو گا۔ اب دوسری چیز مقام عبادت ہے افراط تفریط نہ ہوبلکہ اعتدال کے درجہ میں ہو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تو عبادت میں افراط فرماتے تھے مگر عام حکم نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ چند آدمی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ ام المومنینؓ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندرونی حال معلوم کریں۔ تو حال معلوم کیا تو وہ اصحابؓ یہ کہنے لگے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور ہیں ہمیں تو اس سے بھی زائد عبادت کرنی چاہیے۔ تو ایک نے کہا کہ میں ساری عمر روزہ رکھونگا۔ آخرت کی تیاری کا کتنا شوق تھا آج ہمیں تو صرف دنیا کا شوق ہے۔ دوسرے نے کہ میں رات بھر کھڑے ہو کر تہجد پڑھتا رہونگا اور تیسرے نے کہا کہ میں نکاح نہ کرونگا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو ان کو بلا کر فرمانے لگے کہ اس کائنات کے نیچے سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا میں ہوں اقوم وانام اصوم وافطر

میں روزہ اور افطار دونوں کرتا ہوں اور نیند کرتا ہوں اور نکاح کرتا ہوں جب یہ تینوں میرے طریقے ہیں جو ان سے روگردانی کریگا وہ مجھ سے نہیں۔ آج کل دیکھو بیوی اور میاں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ تو اس لئے روزانہ لڑائی ہوتی ہے اگر دینی معاملہ ہو تو میاں بیوی میں کبھی بھی لڑائی نہ پڑے۔ حضرت مولینا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ کی شادی دیوان صاحب جو وزیر تھے ان کی بیٹی سے ہوئی رخصتی ہو گئی مولینا نے سنت کے مطابق پیشانی پر ہاتھ رکھکر یہ دعا کی کہ یااللہ اس بیوی میں جو گندی خصلتیں ہیں یا جو شر کی چیزیں ہیں وہ اس سے ترک کروا دے۔ پھر بیوی نے کہا کہ میں پہلے اجنبی تھی نکاح کے بعد ایک تعلق پیدا ہو گیا ہے دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہوتے ہیں اور بہتر یہ کہ آپ اپنے حقوق ایک کاغذ پر لکھ کر دیں تاکہ لڑائی نہ ہو اور خدمت میں فرق نہ آئے۔ تو فرمایا کہ حقوق کا معین کرنا تو آسان ہے ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے مولانا نے فرمایا کہ طبیعت اور مذاق ایک نہ ہو تو حقوق کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے۔ تو یا آپ میرے مذاق پر آجائیں یا میں آپکے مذاق پر آجاؤں۔ تو بیوی نے عرض کی کہ آپ تو عالم ہیں میں آپ کے مذاق پر آؤنگی فرمایا کہ پکی بات کہا ہاں تو فرمایا کہ یہ زیورات آپ کی طبیعت کو پسند اور میری طبیعت کو ناپسند۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں یہ چیزیں نہ

تھیں۔ آپؐ نے جب اپنی محبوبہ بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو رخصت فرمایا تھا تو دو چارپائیاں اور دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے اور ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں خرما کے چھلکے بھرے ہوئے تھے بس یہی چیزیں دی گئیں۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اس کو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی نکاح کے وقت مولینا رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ افسوس تو یہ ہے کہ مجھے کارخانوں کے مالکوں اور وزراؤں سے تعارف کرایا گیا میرے قلب پر ان لوگوں کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ میرے لئے تو ایسے مسلمان چاہییں کہ اسلامی خدمات سے تعارف ہو تو پھر تقریر فرمائی کہ زر کے مالک یعنی جائیداد کے مالک تو مؤمن اور دونوں ہو سکتے ہیں یہ کوئی مسلمان کا خصوصی امتیاز نہیں۔ بہرحال مولینا نے فرمایا کہ تو امیرزادی ہے اور میں درویش ہوں مجھے یہ صندوق زیورات کے پسند نہیں۔ دیکھو کہ ایک رات میں بیوی خاوند کے مزاج پر آ گئی۔ کہا کہ اگر آپ کو ناپسند ہیں تو مجھے بھی ناپسند ہیں یہ نیک بیویوں کے حالات ہیں تو بیوی درویشانہ ٹھاٹھ پر آ گئی۔ تو فرمایا کہ میں ابھی مدرسہ میں جا کر یہ کہہ آؤں کہ یہ سارا سامان دیوبند کے مدرسہ کے خرچ میں لگا دو راتوں رات چند ملازموں کو لے آئے اور سارا سامان مدرسہ میں پہنچوا دیا۔ فرمایا کہ میں بھی اور تو بھی اب فارغ البال ہو گئے تو اب بندہ پر اللہ کے جو حقوق ہیں ان کو ادا کریں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسلام کی سیدھی لائن پر چلو اور اللہ کا قرب چاہو اللہ تعالی عوض اور اجر دینے سے تھکتا نہیں جب تک کہ تم نہ تھکو۔ ایسا نہ ہو کہ تم عبادت کا بوجھ خود پر اتنا ڈال بیٹھو کہ تھک کر ختم کردو ایسی صورت میں اللہ تعالی کا انعام ختم ہو جائیگا۔ ایک صحابیؓ کا فرمان ہے کہ ایک رات میں نے مسجد نبوی میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تہجد کی نیت باندھ دی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ بقرہ شروع کی اور مکمل کرلی خیال ہوا کہ رکوع کریں گے نہیں بلکہ سورۃ آل عمران اور پھر سورۃ نساء شروع کی اور جتنی دیر قیام میں رہے اتنی دیر رکوع میں فرمائی ہر چیز میں اتنی دیر لگائی جتنی قیام میں لگائی پھر فرمایا کہ یہ مقام صبر کا ہے جس کے سامنے جنت و جہنم ہے میرا کام نہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیر نے فرمایا کہ ایک بار میں نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تہجد کی نیت باندھ لی میں تھک گیا جی چاہتا تھا کہ بیٹھ جاؤں۔ حضرت ام المومنین عائشہؓ صدیقہ نے فرمایا کہ عبادت میں کھڑے رہنے کی وجہ سے آقائے نامدار کے پاؤں مبارک پھٹ پڑتے تھے تو فرماتی ہیں میں نے ایک مرتبہ عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو بخشے ہوئے ہیں اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں فرمانے لگے کیا میں عَبۡدًا شکورًا یعنی شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ جو شام یا صبح کے وقت مسجد کی طرف

کسی دینی کام کے لیے نکلے گا اللہ تعالی جنت میں اس کی مہمانی کریں گے یہ خدا کی خاص مہمان نوازی ہو گی کیوں کہ ویسے تو ہر جنتی خدا کا مہمان ہو گا۔ تو جو قرآن یا کسی دوسرے دینی مقصد کیلئے صبح یا شام مسجد میں جتنی مرتبہ جائیگا اسی کے اندازہ پر مہمانی کا انداز ہو گا کہ قلمبند کیا جائیگا کہ یہ شخص پیدائش سے مرنے تک کتنی بار جا چکا ہے۔ پھر عبادت ایک بڑی چیز ہے وجہ یہ ہے کہ بغیر عبادت کے اور کوئی چیز ساتھ نہ جائیگی تو معلوم ہو گیا کہ دولتِ دنیا ناقابل انتقال ہے جس طرح مکان بہاولپور کا لاہور نہیں جا سکتا اسی طرح دنیا کی کوئی چیز آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی تن تنہا قبر میں جائینگے تو صرف ایک روح والی طاقت پیدا کرو جو روح کے ساتھ رہے یہ ہے عبادت۔ اس لئے عبادت پر زور دیا گیا کہ ہر عبادت ایک دولت ہے جسے ہم روح میں جمع کر رہے ہیں۔ صوفیا کرام رحمتہ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عبادت سے ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے قبر میں اور حشر میں روشنی پیدا ہو گی اور کام دیگی۔ یہ روشنی خدائی قانون کے مطابق ایک چمک ہے اور چمک ایک چھوٹا سا پرزہ ہے۔ تو جو نور عبادت کے ذریعہ قلب میں پیدا ہوا یہ ایک چمک ہے تو عبادت پر اس لئے زور دیا کہ اس میں دوام ہے۔

درس نمبر: ۴۰
12 جون 1965ء

مُسلمانوں کا مرکزِ اعانت ایک ہو

(اشاعتِ اسلام)

سورۃ فاتحہ میں حکمرانی اور مملکت کے اصول پیش کئے تھے کہ داخلی کمزوری نہ ہو انسداد فساد داخلی اس لئے کہ حکومت ایسی ہو کہ جس طرح الحمدللہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے اسی طرح رعیت کے قلب میں صاحب مملکت کی تعریف ہو۔ رب العلمین کے تحت رعیت کی پرورش اور الرحمن الرحیم کے تحت دنیا و آخرت کی رحمت کرے ان پر گزشتہ درس میں بحث ہوئی ہے کہ ۹۵ فیصد مسلمانوں نے فتح اور پانچ فیصد مُسلمانوں نے شکست کھائی ہے اور وہاں شکست کھائی ہے جہاں مسلمان مسلمانوں سے کٹ کر غیر مسلموں سے مل گئے ہوں۔ تو خاص بات یہ کہ اعانت کا مرکز مسلمانوں کے لئے ایک ہو جیسے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ جب کسی غیر کی اعانت مانگی یعنی مخلوق کی لالچ پر کٹ کر غیر مسلموں سے مل گئے تو شکست کھائی۔ تو مسلمانوں کو خلیفۃ المسلمین سے ایسا تعلق

ہو کہ غیر مسلم کی نہ اعانت کرے اور نہ اطاعت کرے ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ سے انسداد فساد داخلی کیلئے بنیادی چیز یہ ہے کہ یعنی مقصد یہ ہے کہ ہر قوم مضبوط اس وقت ہو سکتی ہے جب پوری قوم کا مقصد ایک ہو اور اس مقصد سے ایسا عشق ہو جیسا پیاسے کو پانی سے محبت ہوتی ہے ۔ مسلمان کا بنیادی مقصد کا سبق اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے ملتا ہے زمانے کے الفاظ میں ہمارا بنیادی مقصد توسیع دائرہ اسلام کہ جس مذہب میں داخل ہیں اس کو پھیلا دیں ۔ ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور کریمؐ کے ہاتھ مبارک پر اوس اور خزرج نے اسلام قبول کیا اگر یہ وسیع نہ کرتے تو چین افغانستان ہندوستان وغیرہ تک دین کہاں پہنچتا ۔ انگریز نے کہا کہ اسلام کی گاڑی کو جو قوت یا دھکہ صحابہؓ نے دیا ہے وہ کسی نے نہیں دیا رُک گئی ۔ کیونکہ جس قدر توسیع دائرہ اسلام کی ہوئی اس قدر طاقت بھی بڑھتی جائیگی ۔ اور یہ صرف اسلام کا مقصد نہیں بلکہ دنیا کے مقاصد میں بھی یہ چیز داخل ہے مثلاً مغربی بلاک امریکہ وغیرہ اور مشرقی بلاک چین روس وغیرہ مشرقی بلاک میں سربراہ اشتراکیت نے اشتراکیت پر صرف یقین نہیں رکھا بلکہ اس کو پھیلایا ۔ شروع میں لینن ایک ٹھیارے کا بیٹا تھا کتاب کا مطالعہ کرتے کرتے اس کو ایک نظام کا خیال آیا بچوں نے شروع میں جب اسے تقریر کرتے دیکھا تو گالیاں دیں پتھر وغیرہ مارے اور اسے جیل میں بھیجا

گیا مگر وہ اپنے طریقہ سے نہ رکا اور اس کو پھیلا کر رہا۔ آج نصف دنیا اس مرض میں مبتلاء ہے اور نصف دنیا اس خوف میں ہے کہ کہیں اس میں مبتلاء نہ ہو جائیں۔ مگر ہمارا کامل اور سچے دین ہونے کے باوجود روز بروز ھٹ رہا ہے اور مٹ رہا ہے۔ ہر آدمی دین کو پیسہ کما کر ختم کر رہا ہے جب یہ دین محمد رسول اللہؐ سے کٹ جائے تو دین ختم ہو جاتا ہے۔ دہلی میں ایک شیعہ آیا حضرت شاہ عبدالعزیز سے مناظرہ کی درخواست کی تو بادشاہ وقت دین سے لگاؤ رکھتے تھے شاہی دربار میں مناظرہ منعقد ھوا شیعہ پہلے آ گیا۔ حضرت شاہ صاحب کسی مصلحت کے تحت کچھ وقفہ سے تشریف لائے اور آئے تو خلاف دستور جوتا شاہی دربار میں اٹھا لائے اور پھر کرسی پر بھی گود میں رکھ کر بیٹھ گئے۔ تو شیعہ نے فٹ سے یہ اعتراض کیا کہ جس کو شاہی آداب کا پتہ نہیں وہ مناظرہ کیا کریگا۔ تو حضرت شاہ صاحب نے جواب دیا کہ حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں شیعوں کے ساتھ مناظرہ ھوا تھا تو شیعوں نے جوتی چرالی تھی۔ تو شیعہ جواب دیتا ہے کہ کتنا الزام لگا رہے ہیں اس زمانہ میں شیعہ کہاں تھے۔ تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں بھول گیا ھوں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ کی بات ہے۔ تو پھر اس نے جواب دیا کہ ان کے زمانہ میں بھی شیعہ نہ تھے۔ تو پھر اسی طرح آپ نے باری باری تمام چار یاروں کے اسماء گرامی لئے اور وہ یہ کہتا رہا کہ ان کے زمانہ میں شیعہ نہیں

تھے۔ تو اس پر شاہ صاحب رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ لوگو دیکھ لو جو دین حضرت نبی کریمؐ اور ان کے چار یاروں کے وقت نہ ھو اور آج پیدا ھو گیا وہ سچا ھو سکتا ہے؟ بس اس پر لوگوں نے شیعہ مردہ باد کے نعرہ لگائے اور مناظرہ مسلمانوں نے جیت لیا۔ دیکھو بزرگ کی جوتی نے کیا کام کیا بس جو دین حضور کریمؐ سے متعلق ھو تو درست ورنہ ترک کر دو۔ سارے فتنے پیغمبرؐ سے بے تعلقی کی وجہ سے ہیں۔ اور کمال یہ ہے کہ جو پیغمبرؐ سے کٹتا ہے تو محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جو تم میں آئیندہ زمانہ تک رہیگا تو بہت اختلاف آئینگے وہ دیکھے گا تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے کہ دانتوں سے مضبوط پکڑو تو بنیادی مقصد توسیع دائرہ اسلام ہے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے آخری فتنہ کی پیشینگوئی بھی فرمائی اور اس کا علاج بھی فرمایا کہ سنتہ کو مضبوط پکڑو۔ عرب جہاں جہاں گئے اسلام کا دائرہ وسیع تر کرتے گئے یہ وہی بنیادی مقصد ہے۔ مثلاً سندھ ملتان مشرقی بنگال وغیرہ اور جہاں یار لوگ کھاؤ پکاؤ آئے تو صدیوں مملکت کی مگر دین وہاں کا وہاں رہا بلکہ کچھ خستہ ھوتا گیا۔ اب بھی اللہ ان عربوں کی قبروں کے ایک ایک ذرّہ کو نور بنا دے کیونکہ ان کی وجہ سے یہ پاکستان بنا نہ وہ اسلام کا دائرہ وسیع کرتے نہ مسلمان پیدا ھوتے اور نہ پاکستان بنتا۔

14 سو سال کا پرانا اور مقدس دین اسلام کو صرف عربوں نے پھیلایا اور کسی نے نہ پھیلایا۔ لیکن لینن نے اپنے مقصد کو صرف تیس برس میں پھیلایا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں ہمیں دعا سکھائی گئی ہے کہ کوشش تمہاری اور امداد ہماری یہ اللہ تعالے کا قانون رہا ہے دعا کے اثر میں کوئی اختلاف نہیں۔ مگر ٹانگ پھیلانا بھی درست نہیں ان تنصروا اللہ ینصرکم تم کوشش کرو ہم تمہاری امداد کریں گے۔ جنگ بدر میں جب جنگ کا وقت آیا تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھونپڑے میں تشریف لے جا کر دعا فرمانے لگے کہ اے اللہ میرے بس میں جو تھا میں نے کیا اب تو امداد فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی تمام کوشش کرو اور پھر مانگو۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہ اے اللہ ہماری امداد فرما کہ سیدھا راستہ دکھلا۔ بزرگان نے لکھا ہے کہ اللہ کے خزانے میں اگر ھدایت سے بڑھ کر اور کوئی چیز ھوتی تو اس کے مانگنے کی تعلیم دی جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مانگنا صرف ھدایت کا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ھدایت ایک ایسی چیز ہے جو یہاں قبر اور آخرت میں ساتھ رہیگی۔ دولت بینک مربع جات بنگلہ وغیرہ سب ادھر رہ جائیں گے اسیطرح بڑے بڑے عہدے صدارت مملکت وغیرہ یہیں رہ جائینگے۔ تو جو چیز وہاں جا نھیں سکتی اس کا مانگنا کیا بات مانگنی تو وہ چیز چاہیئے جو ساتھ جائے اور وہ ہے ھدایت۔ اسلام کا دائرہ کس طرح وسیع کرو کہ جو لوگ اللہ

کے غضب کے نیچے ہیں یا مغضوب ہیں یعنی غیر مسلم کو تم اسلام میں داخل کرو۔ اَنعمتَ میں داخل کرو ھدایت حقیقت میں حق ہے۔ دین کے معالمہ میں یہ ہے کہ جو چیز آسمان سے آتی ہے وہ حق ہے اور جو زمین سے آتی ہے وہ حق نہیں ہے۔ آدمؑ سے لیکر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جو دین آیا ہے وہ حق ہے باقی سب غلط ہیں۔ تو حق آسمان سے آیا ہے اور حق اللہ کے ناموں میں سے ہے اس کے معنی ہیں نہ مٹنے والی چیز۔ اور خدا کو بھی مٹنا نہیں اور دین اسلام کو بھی مٹنا نہیں۔ باقی سب چیزیں ادیان اور مذاھب سب یہاں ختم ہو جائینگے۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں چھڑی لے کر ان کو یعنی بتوں کو گراتے تھے تو فرماتے تھے جاء الحق وزھق الباطل کہ مٹنے والی چیز مٹ گئی اور ہمیشہ والی چیز آ گئی۔ تو جو دین انسان نے پیدا کیا وہ باطل ہے۔

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا خدا آسمان سے پانی برساتا ہے ہر وادی اپنے انداز پر چل پڑتی ہے۔ جس طرح جھاگ ختم ہو جاتی ہے اور پانی باقی رہ جاتا ہے یا جس طرح زرگر سونے کو پگھلاتے ہیں تو جھاگ پیدا ھو جاتی ہے مگر جھاگ ختم ہو جاتی ہے اور سونا جو اصل چیز ہے وہ باقی رہ جاتی ہے۔ تو فائدہ مند چیز پائیدار رہ جاتی ہے۔ قبر کے آگے غیر مذاھب ہندو مذھب بدھ مذھب وغیرہ سب کے سب جھاگ کی طرح مٹ جائیں گے۔ اسلام حق ہے اور حق مٹنے والا

نہیں اور دین کو زوال نہیں تو اللہ نے سورۃ فاتحہ کے اندر دعا کی تعلیم دی ہے اور وہ دعاء بھی ہدایت کی فرمائی اور دائرہ یہ کہ غیر مسلم کو مغضوب اور ضالین سمجھو اور مسلم کو نعمت سمجھو۔ تو ہمیں چاہیے کہ غیر مسلم کو انعمت میں لا کر اسلام کا دائرہ وسیع کریں تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغضوب کی مثال یہود سے کی اور ضالین کی مثال نصاریٰ کی دی۔ یہ کیوں فرمایا کہ واقع میں گمراہی دو قسم کی ہوتی ہے ضلالت علمی اور ضلالت جاہلی اور ایک ہدایت ہے اور ہدایت یہ کہ انسان ٹھیک راہ پر چلے اور ایک ہے ضلالت علمی کہ حق کو جانتا ہے مگر کسی غرض کی وجہ سے بھٹک جائے یہ ہے یہود کی مثال دوسری ہے ضلالت جاہلی کہ سرے سے حق ہی نہیں جانتے تھے یہ ہے نصاریٰ کی مثال۔ اللہ تعالیٰ پہلے گروہ یہود پر بہت ناراض ہیں کیونکہ حق جاننے کے باوجود بھی ترک کرنا وہ مغضوب ہے۔ اور نصاریٰ کو ضالین سے تعبیر کیا یہ اس سے کم ہیں۔ اور یہود شرارت کا پتلا ہے اور دو بڑے مذاہب ہیں عیسائیت اور اسلام اور دنیوی مذہبوں میں سے ایک اشتراکیت ہے اور دوسرا سرمایہ داری۔

عیسائی تبلیغ کرتے کرتے اپنے مذہب کی توسیع کر رہے تھے یہود نے دیکھا کہ یہ مذہب پھیلتا جا رہا ہے تو پولس نامی یہودی نے کہا کہ میں حضرت عیسیٰ کے دین کو مٹاؤنگا۔ تو یہ اپنے آپ کو

عیسائی ظاہر کر کے آیا اور تقریریں کرنے لگا عالم تو تھا کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ نے کہا ہے کہ مجھے خدا جانو رسول کہنا گناہ ہے اور کفر ہے اور پھر کہنے لگا کہ ایک اصلی خدا ہے اور ایک روح القدس ہے اور پھر یہ کہا کہ یہ عقیدہ کر لو کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کہو تو گناہ ختم ہو جائینگے تو پولس کے ذریعہ حضرت عیسیٰؑ کا دین ختم ہو گیا۔ یونس المانی نے ان کو منافق کے نام سے لکھا ہے عیسیٰؑ کا دین ایک یہودی کی تحریک سے مٹ گیا۔ اب جو مشن سکول گرجا گھر اور ہسپتال وغیرہ پر جو خرچ ہے یہ شیطانی دین پھیلانا ہے۔ ان گرجوں کو دین عیسیٰؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس بات کا ثبوت خود انگریز دیتے ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں یہود نے خیال کیا کہ اب مسلمانوں کو تلوار سے شکست دینا تو ناممکن ہے اب کسی طریقہ سے ان کا دین بگاڑنا چاہیئے تو انہوں نے عبداللہ بن سبا یہودی کو ظاہری مسلمان بنا کر پولس کی طرح مدینۃ المنورہ بھیجا تا کہ مسلمانوں کے دین کو بگاڑے۔ تو اس نے مسجد نبوی میں کثرت سے عبادت شروع کر دی اور تورات سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی امی اور آخری نبی کے دلائل دیتا تھا۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے وہ مقبول انسان بن گیا۔ ایک مرتبہ حکومت کا عہدہ خالی ہوا لوگوں نے خواہش کی کہ ان کو نامزد کیا جائے حضرت عثمانؓ غنی نے فرمایا کہ میرے پاس لاؤ وہ دیکھ کر

فرمانے لگے کہ اس کی آنکھوں سے تو یہودیت ٹپک رہی ہے اس کے بعد اس نے حضرت علیؓ کی تعریف کرنا شروع کر دی اور کہتا رہا کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ غنی سے بڑھکر ہیں مسلمان خاموش رہے۔ آخر میں کہنے لگا کہ یہ گمراہ ہیں یہ فقرہ ابتداء اسلام کے چالیس برس بعد کیا گیا۔ رجال کشی شیعہ کی کتاب میں یہ واقعہ درج ہے حضرت علیؓ نے اس کو وطن سے نکال دیا اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اصل تشیع یہودیت سے نکلا ہوا ہے۔ اب اس دین کو 1325 برس گزر چکے ہیں مگر مسلمانوں میں لڑائی دنگا فساد بے اتحادی جو ہے یہ تخم یہودیوں کا ڈالا ہوا ہے۔ عبداللہ بن سبا یہودی تھا فساد اور شیعہ مذہب کی بنیاد اس نے ڈالی تھی۔ باقی اشتراکیت کا دنیوی فتنہ لینن اور کارل مارکس نے ڈالا تھا جو یہودی تھے فساد دین کا ہو یا دنیا کا ہو یہ سب یہودیوں کیوجہ سے ہیں۔ اشتراکیت کا مسئلہ اٹھایا تو نام غرباء کا لیا کیونکہ عوام جو کثرت تعداد میں ہے ان میں یہ مسئلہ مقبول ہو کر پھیل جائے۔ اب خاص بتوں کی پرستش کو حضرت عیسیٰؑ کا مذہب بنا دیا۔ یہ کتنا غلط کام ہے آج ہمارے دین کے دو ٹکڑے کر کے لڑایا جا رہا ہے۔ کیا یہی سیاسی دستور ہے۔

درس نمبر: ۱۴۱
18 جون 1965ء

توسیع دائرہ مِلّتِ اسلامیّہ

اس سورۃ کا یعنی سورۃ فاتحہ کا آخری مقصد یہ تھا کہ مسلمان قوم اور اسلامی مملکت کا بنیادی مقصد کیا ہونا چاہیئے وہ ہے کہ توسیع دائرہ ملت کہ اسلام کے دائرہ کو توسیع کرے۔ ضالین اور مغضوبین کو مسلمین میں داخل کرے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس آخری نبیؐ کے ذریعہ آخری امت کی جو تشکیل ہوئی یعنی اس امت کے بنانیکا کیا مقصد تھا۔ اگر اس امت کا مقصد تجارت ہے تو تاجر تو پہلے ہی دنیا میں موجود تھے وغیرہ۔ ہر چیز کا ایک مقصد ہے اور امت کا بھی مقصد ہے اور یہ مقصد اسی امت سے وابستہ ہے اور کسی سے نہیں۔ یعنی کھانے پینے وغیرہ میں تو ہندو وغیرہ سب شامل ہیں مگر تشکیل امت کا مقصد تمام اولاد آدم کو فائدہ پہنچانا ہے تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر تم سب اگر یہ کام نہیں کرسکتے ہو تو ایک گروہ ایسا ہو جو یہ کام کرے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے بہر حال اِھدِنَا الصِّرَاطَ الْمُستَقِیمَ اور ان دو آیتوں میں مقصد بتلایا گیا ہے کہ اس

امت کیلئے خود نیک ہونا اور نیکی کو پھیلانا اور بدی سے بچنا اور بچانا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس زمین کی پشت پر ایک عظیم الشان نبیؐ کے ذریعہ عظیم امت کو بنانا تھا تاکہ وہ مقصد پر کام کرے مگر اب معاملہ الٹا ہے۔ کہ تمام بدیاں ہم مسلمان پھیلا رہے ہیں اور نیکیاں مٹا رہے ہیں۔ گویا اللہ سے دشمنی کرلی ہے۔ اگر یہ جغرافیہ کا سوال قائم کیا جائے کہ آسمان کے نیچے سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والی کونسی قوم ہے تو جواب ملے گا کہ مسلمان۔ انگریز اگر جھوٹ بولے گا تو اربوں لوگوں کا فائدہ کرے گا مگر مسلمان تو بے فائدہ جھوٹ کی رٹ لگاتا ہے۔ حدیثؒ کہ جھوٹ کی بدبو سے ملائکتہ اللہ ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔ حدیث کہ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ کیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے فرمایا ہاں کیا چور بھی ہو سکتا ہے آخر میں پوچھا گیا کہ مسلمان جھوٹ بول سکتا ہے فرمایا کہ نہیں۔ تو بہرحال معروف اور منکر کے متعلق یہ معاملہ ہوا آج اس دین کو امانت کہا جائے تو صحیح ہے مگر آج خائن دیکھا جائے تو مسلمان ہو گا۔ میرے ایک شاگرد نے سرگودھا میں مٹی کے تیل کا کاروبار کیا جب تیل آیا تو کنستروں میں پانی بھرا ہوا تھا بہرحال جتنی برائیاں ہیں سب مسلمانوں میں آگئی ہیں۔ مقصد تو یہ تھا کہ بھلائیاں پھیلاؤ اور بدیاں مٹاؤ مگر معاملہ برعکس ہے۔ آج مسلمان حضرت محمد رسول اللہؐ کی نشانیاں کافر انگریز کو خوش کرنے کیلئے مٹا اور ختم کر رہا ہے۔

دوسری چیز سے قبل ازالۃ الشبہات ضروری ہے پہلے الحمدللہ کے متعلق عرض کرتا ھوں کہ سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تعریف تو انسان کی سورج، قمر کی اور بھینس وغیرہ کی بھی ھوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح خالق کی تعریف ھوتی ہے اسی طرح مخلوق کی تعریف بھی ھوتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ مخلوقات کی تعریف کسی خوبی پر ھوتی ہے کہ فلاں آدمی بڑا عالم ہے تو علم پر تعریف ھوئی۔ تو مخلوق کی تعریف درحقیقت اللہ کی تعریف ہے۔ کیونکہ کائنات میں سب چیزیں اللہ کی قلم سے نقشہ وجود میں آئی ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ خوشنویس کسی تختی یا کاغذ پر لکھے تو بظاہر اس نقش کی تعریف کی جاتی ہے لیکن درحقیقت کاتب کی تعریف کی جاتی ہے۔ تو مخلوق کی تعریف درحقیقت خالق کی تعریف ہے۔
الرحمٰن الرحیم کے متعلق شبہ یہ ہے کہ ہمیشہ قرآن میں الرحمٰن قبل لایا گیا ہے اور الرحیم بعد میں لایا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ غور اور مطالعہ کے بعد معلوم ھوا کہ الرحمٰن فی الدنیا تو دنیا پہلے ہے اس لئے الرحمٰن کو پہلے ذکر کیا اور الرحیم فی آلاخرہ تو آخرۃ بعد میں ہے اس لئے الرحیم کو بعد میں ذکر کیا گیا۔ مالک یوم الدین کے متعلق شبہ یہ ہے کہ اللہ جس طرح دنیا کا مالک ہے اسی طرح آخرۃ کا مالک ہے مگر مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کیوں کہا۔ جواب یہ کہ اللہ نے مجازی ملکیت انسان کو دی ہے اس لئے بازاروں میں تجارت ہماری ہے اور جب آخرۃ آ

آ جائیگی تو یہ تجارتی ملکیت ختم ہو جائیگی۔ آخرت آتے ہی ہر انسان کسی چیز کا مالک نہیں رہیگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب دنیا اجڑ جائیگی تو فرشتہ آواز دیگا کہ آج کون مالک ہے یہ آواز امریکہ اور روس بھی جائیگی۔

لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار فرشتے جواب دیں گے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ وہاں یہ نہیں کہ کوئی چیز دیگر رہائی حاصل کی جائے۔ ایک اپنا دھڑ اور سر ہو گا مگر وہ بھی خالق کا دیا ہوا ہے نہ کہ وہ خود مالک ہے۔ آج خودکشی کی مرض بڑھ گئی ہے خودکشی والے کا جنازہ فقہی طور پر درست قرار نہیں دیا گیا کیونکہ اس نے اللہ کی دی ہوئی مشین کو توڑ ڈالا۔ حدیث صحیحین کہ جو آدمی جس چیز سے خودکشی کریگا قیامت کے دن اسی طرح خودکشی کریگا۔ ایاکَ نعبد و ایاکَ نستعین میں بعضوں نے کہا کہ ان کو آگے پیچھے کر دیتے کہ ایاکَ نستعین کو پہلے کر دیتے اور ایاکَ نعبد کو بعد میں کر دیتے۔ جواب یہ کہ ایاکَ نعبد کا تعلق دین سے ہے اور ایاکَ نستعین کو ہم دین دنیا دونوں کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ تو دین بڑا اہم ہے اسلئے اللہ تعالی نے اس کو پہلے ذکر کیا تا کہ بندہ کے دل میں دین کی عظمت ٹھہرے اور دوسرا یہ کہ ایاکَ نعبد کا مطلب یہ کہ ہم صرف آپ کی ہی عبادت کرتے ہیں۔ اس سے فخر مر جاتا ہے۔ یہ کہنا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اس سے فخر اور تکبر پیدا ہوتا ہے اس کے بعد

فوراً اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہنا کہ عبادت کرنے میں تیری ہی مدد مانگتے ہیں تو تکبر مٹ جاتا ہے۔ اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں شبہ یہ ہے کہ مانگی وہ چیز جارہی ہے جو پہلے مسلمان کو حاصل ہے یعنی ھدایت ایک تو پہلے مسلمان ھدایت پر ہے دوسرا پھر ساری عمر ھدایت مانگتا رہے یہ عجیب دین ہے۔

(1) جواب یہ کہ ھدایت بے انتہاء چیز ہے مثلاً آدمی فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھے یہ ھدایت ہے۔ پھر چار رکعت پڑھے یہ اس سے اوپر درجہ کی ھدایت ہے۔ اسی طرح اوپر درجہ بدرجہ ھدایت بڑھتی چلی جائیگی۔ تو ھدایت ایک ایسی چیز ہے جس کی انتہاء نہیں غیر محدود چیز ہے کیونکہ ھدایت عالم اخروی سے تعلق رکھتی ہے تو عالم اخروی بھی لامحدود ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر انسان کو دولت دنیا مل جائے تو وہ اس سے اوپر درجہ کی دولت مانگتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر انسان کے پاس سونے کے دو بڑے بڑے میدان ھوں تو وہ اور مانگے گا اور ھدایت تو دنیا کی دولت سے بلند ہے اگر ایک مل جائے تو دوسری مانگی جاتی ہے۔ دوسرا جواب کہ اگر ھدایت کی نعمت ... بھی مگر یہ پرائی ہے ہو سکتا ہے کہ رب العزۃ چھین لیں۔ اس لئے سورۃ فاتحہ میں یہ حکم ھوا ہے کہ جمے رہو سیدھی راہ پر یہ اس آیت کا معنی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یصبح مؤمناً ویمسی کافراً تو

مسلمان کو یہ زیادہ ضرورت ہے کہ دولت زائل ہو جائے مگر ھدایت زائل نہ ہو۔ تیسرا جواب اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ راستہ کیلئے ایک منزل ھوتی ہے اور وہ ہے جنت۔ تو معلوم ہو گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے جنت کے راستہ کی طلب کرتے ہیں جس کا ذریعہ عمل صلح اور اطاعت ہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ نیک عمل مقبول ہو جائیں۔ قبول غائب ہے نہ جانے عبادت قبول ھوتی ہے کہ نہیں۔ تو اس اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے اس کے مقبول ھونے کی درخواست کرتے ہیں اور قبول بڑی چیز ہے۔ اس لئے بزرگان نے فرمایا کہ ہر وقت خطرہ میں رہیں کہ پہلے تو نیکی کی فرصت نہیں ملتی اگر مل بھی جائے تو قبول بھی ہے کہ نہیں۔ مثلاً ایک ہے سند اور ایک ہے تقرری تو ایم۔اے کی ڈگری تنخواہ کا ذریعہ ہے تو جس طرح ایمان اور اطاعت کے بغیر جنت نہیں مل سکتی تو تنخواہ تقرری پر ملتی ہے۔ ڈگری کے باوجود بھی تقرری کی ضرورت ہے۔ تو ایمان طاعت کے بغیر مقبولیت کی ضرورت ہے اگر مقبول ہو گیا تو جنت ملیگی جو تنخواہ کی صورت میں ہے۔ تو اھدنا الصراط المستقیم کہ یااللہ ہم کو سیدھا راستہ جنت کا دو حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسمعیل علیہ السلام بھی مقبولیت کا نام فرما رہے ہیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم امام غزالی رحمۃ اللہ کے استاد حضرت امام الحرمین یہ ان کا چوتھا جواب ہے۔ فرماتے ہیں کہ بعض چیزیں ایسی

ہوتی ہیں کہ ان میں عمل کی ضرورت ایک بار ہوتی ہے مثلاً ایک بتی میں تیل ڈالکر روشنی کر دی جائے تو وہ روشنی تیل کی ہے پہلے منٹ میں جو روشنی ہوئی وہ پہلے منٹ والے تیل کی ہے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے اگر اس تیل کا تعلق کٹ جائے تو معاملہ ختم ہو جائے۔ دوسری مثال یہ کہ بجلی بنانے والی مشین جو ہے وہ بجلی کا خزانہ جمع کرتی ہے پھر مختلف گھروں میں تقسیم ہوتی ہے۔ تو اگر بلبوں کا تعلق اس مشین سے کٹ جائے تو روشنی ختم ہو جائیگی۔ اسی طرح ہمارا دل بجلی کی مشین کی طرح ہے اور اس میں روشنی ایمان اور عمل صالحہ کی ہے۔ اگر یہ تعلق اللہ سے قائم تو یہ قائم رہیگی یعنی روشنی وغیرہ اگر ایک سیکنڈ بھی تعلق کٹا تو روشنی ختم ہو جائیگی۔ د مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو تعلق نیا نیا ہے اگر نیا نیا یعنی اگر بار بار ھدایت نہ مانگیں تو تعلق کٹ جائیگا۔ یہ عنایت اس کی ہے کہ جب دینے پہ آتا ہے تو فرعون کی بیوی کو ایمان دیا اور محروم رکھا تو حضرت ابراھیمؑ کے والد کو محروم رکھا۔ اور مریمؑ اور فرعون کی بیوی آسیہ کے برابر کوئی کامل بیوی نھیں ہوئی۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کامل مرد تو بہت ہو گزرے ہیں مگر عورتیں دو ہوئی ہیں فرعون کی بیوی اور مریمؑ بی بی۔ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قبل گزری ہیں اور حضور کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں حضرت خدیجتہ

الکبریٰؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت بی بی فاطمۃ الزھراءؓ تین کامل ہیں۔ مگر آپس میں ان پانچوں کے مرتبہ اور عظمت کا ہمیں کوئی پتہ نہیں یہ معاملہ سپرد خدا ہے۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

اس میں شبہ ہے کہ جو مُنعَمْ ہے وہ مغضوب تو ہو نہیں سکتا یعنی جن پر اللہ کا انعام ہو ان پر اللہ کا غضب تو ہو نہیں سکتا۔ دیکھو ایک آدمی آج منعم ہو گا مگر مرتد بن کر مغضوبین بن جائیگا تو ہم پوری دعا کیوں نہ کریں کہ یااللہ ہمیں ان کا راستہ دو جو ہمیشہ منعم رہتے ہیں اور یہود کا تذکرہ قبل کیا کیونکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی یہود پہلے گزرے ہیں۔ اب تین گروہ ہیں۔ (1) منعمین۔ (2) مغضوبین۔ (3) ضالین۔

خدا نے فرمایا کہ پہلے گروہ کا راستہ مانگو نہ کہ دوسرے دو کا۔ اگر عقیدہ اور عمل دونوں درست تو منعمین کہلائیں گے۔ اور عملی بگاڑ زیادہ ہو تو مغضوبین۔ اور اگر عقیدہ کا بگاڑ زیادہ ہو تو پھر ضالین کہلائینگے۔ تو معلوم ہو گیا کہ مغضوبین اور ضالین میں تمام کافر شامل ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغضوب سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد فرمائے ہیں۔ حالانکہ مغضوبین میں تمام کفار شامل ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تشریح اس لئے کی کہ یہ اگر راستہ بگڑے گی تو اور مذہبوں کے علاوہ یہود اور نصاریٰ کی طرف جھکے گی۔ اب دیکھو کہ مسلمانوں میں یہود

کے اخلاق آ گئے ہیں

اور رنگ ڈھنگ نصاریٰ کے ہیں اس لئے فرمایا غیر المغضوب علیہم کہ ہمیشہ اللہ سے مانگو کہ اللہ ہم کو ان سے نجات دلا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ یہود کے دل آپس میں کبھی ملے ہوئے نہ ہونگے۔ اب دیکھو مسلمانوں نے یہود کے اخلاق اپنائے ہیں تو ظاہراً تو آپس میں اتفاق ہے مگر باطناً بگاڑ ہے۔ یہود میں حسد کی مرض ہے آج مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئی ہے کہ اگر کافر کو کوئی نعمت ملے تو مسلمان حسد نہیں کرتا اگر کسی مسلمان کو ملے تو پھر حسد کرتا ہے اور جلتا ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حسد سے تمہاری نیکی اس طرح برباد ہو گی جس طرح لکڑی آگ سے جلتی ہے۔ حضرت امام رازی رَحِمَہُ اللہ اور حضرت امام غزالی رَحِمَہُ اللہ لکھتے ہیں کہ حسد ایک ایسا گناہ ہے کہ جو سراپاء تکلیف ہے راحت کا تو اس میں نام و نشان تک ہی نہیں۔ مطلب یہ کہ حسد کرنے والا خود تکلیف میں ہوتا ہے نہ کہ محسود۔ تیسری چیز بد عملی بد عملی کا معنی یہ کہ دین کے مسئلہ کو دین کا مسئلہ تو مانتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ آج یہ مرض مسلمانوں میں عام ہے کہ مسئلہ مانتے ہیں مگر عمل اس پر کرینگے جس پر قلب آ گیا نہ آیا تو نہ کرینگے۔ حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللہ نے مرنے سے قبل موت کی تیاری شروع کی یعنی حقوق اللہ اور حقوق

العباد کی ادائیگی کی کوشش شروع کر دی۔ تو والد اور والدہ مرحوم تھے تو شبہ پیدا ہو گیا کہ شاید والد نے والدہ کی حق المہر ادا نہ کی ہو تو میں والد کا وارث ہوں مجھے ادا کرنی ہو گی۔ تو حق المہر معلوم کر کے پھر اس کے حصے کر کے والدہ کے ورثاء کو تقسیم کئے صرف ایک وارث کے آٹھ آنے رہ گئے جو اکتیس (31) روپے خرچ کر کے اس کو پہنچائے گئے

درس نمبر: ۴۲
20 جون 1965ء

اَخلاقِ تفسیر

آج سورۃ فاتحہ کی اخلاقی تفسیر ہو گی۔ سورۃ فاتحہ سے مسلمان کے لئے اخلاق کا کیا سبق ملتا ہے۔ تو یہاں تین چیزیں بیان کرنی ہیں۔ (1) اخلاق کیا ہے۔ (2) اسلام میں اخلاق کا کیا مقام ہے۔ (3) قرآن سے اخلاق کے بڑے بڑے اصول کیا مستنبط ہوتے ہیں اخلاق خلق کی جمع ہے اور ایک لفظ خلق ہے خ کی زبر سے امام راغب رحمتہ اللہ لکھتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں لیکن خَلق بدن کی خوبصورتی پر اور خُلق روح کی خوبصورتی پر بولا جاتا ہے گویا اس بزرگ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ایک صورت ہے اور ایک سیرت ہے یعنی روح کی صفات میں تواضع۔ شفقت۔ رحمت۔ احسان کا جذبہ موجود ہو اس کو خلق کہتے ہیں مثلاً حضرت بلالؓ حبشہ کے رہنے والے تھے دیکھو ظاہری صورت اتنی خوبصورت نہ تھی مگر روح اتنی صاف اور اطہر تھی کہ لاکھوں خوبصورتیاں ان کے ایک سیاہ تنکے پر قربان کر دیں۔ حضور کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب معراج کے موقعہ پر جنت میں داخل ہوا تو بلالؓ کے قدموں کی آہٹ پائی تیرا ایسا کیا عمل ہے۔ تو بلالؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ کہ روزانہ تحیۃ الوضوء ادا کرتا ہوں تو آپ کی ظاہری صورۃ میں سیاہی تھی اور اخلاق باطنی سیرت اتنی منور تھی کہ کسی منور چہرے والے کی بھی نہ ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ رَحِمہُ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں تو پردہ ہے مگر قبر میں معلوم ہو جائیگا کہ روح کیا چیز ہے اور کس طرح ہے قیامت میں روح کے مطابق صورت اور چہرہ خوبصورت ہو گا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں گناہگار ایسے بھی ہونگے کہ نیچے والا ہونٹ ناف تک لٹک جائیگا اور اوپر والا اتنا موٹا ہو گا کہ دیکھنا بند ہو جائیگا۔ معلوم ہو گیا کہ خَلق بدن کی خوبصورتی اور خُلق روح کی خوبصورتی کیلئے ہے۔ حصن حصین میں حدیث ہے کہ یا اللہ جس طرح تو نے مجھے خوبصورت چہرہ دیا ہے اسیطرح خُلق بھی دے یہ تھی خُلق کی تعریف (2) اسلام میں خُلق کا کیا مقام ہے۔ تو کچھ اخلاق اور کچھ اعمال ہیں۔ اخلاق اعمال کی جڑ ہیں۔ اگر جڑ خراب ہو گی تو شاخیں سر سبز نہ ہونگی۔ اخلاق میں ایک بہادری کا خلق ہے جب بہادری ہو گی تو بہادرانہ کارنامے سرانجام ہونگے۔ پھر اخلاق کی دو قسمیں ہیں (1) مادی اخلاق جو یورپی اخلاق ہے (2) الہی یا اسلامی اخلاق۔ بہرحال اخلاق کا بڑا مقام ہے۔ حدیث حضور کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ بنا کر بھیجا ہے تا کہ اپنی امت کے اخلاق درست کروں (2) حدیثؐ میں ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا کہ تیری امت میں بہترین لوگ کون ہیں فرمایا کہ جس کے اخلاق بہتر ہوں۔ (3) حدیثؐ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ترمذی شریف مَامِنْ شَیْئٍ یُوضَعُ فِی الْمِیزَانِ اَثْقَلُ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ قیامت میں جب ترازو قائم ہو گا تو کوئی نیکی اخلاق سے بوجھل نہیں ہو گی۔ حضرت عائشہؓ نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت میں بھی ہمیں یاد فرمائیں گے فرمایا کہ تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کریگا (1) اس وقت کہ جب اعمال تولے جائیں گے (2) کہ جب نامہ اعمال اڑ کر دائیں یا بائیں ہاتھ میں آئیں گے (3) جب پل صراط پر گزرنا ہو گا۔ بہرحال وزنِ اعمال میں حسن اخلاق سے بڑھ کر وزنی کوئی چیز نہ ہو گی (4) حدیث امام راغب رَحِمَہُ اللہ کہ ایمان اور اخلاق لازم ملزوم ہیں بہرحال اخلاق کا بڑا مقام ہے۔ اخلاق کے دو قسم ہیں (1) مادی یعنی یورپی اخلاق کبھی میں اس کو ناری کہتا ہوں۔ مثلاً اخلاق کے لحاظ سے سب لوگ متفق ہیں کہ وعدہ پورا کرنا بڑی چیز ہے۔ لیکن یورپ والے اگر قومی مفاد ہو تو وعدہ پورا کرتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز گزر جانے کے باوجود کشمیر کا فیصلہ نہیں کیا اسی طرح یہود وعرب وغیرہ کا فیصلہ نہ

کیا۔ کیا یہ اخلاق ہے؟ یورپی فلاسفروں نے کہا ہے کہ وعدے توڑنے کیلئے کئے جاتے ہیں۔ یعنی قومی مفاد ہو تو درست ورنہ وعدہ توڑ دیا جاتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کیساتھ قیصر روم کا معاہدہ ہوا کہ ایک سال جنگ نہ کریں گے ابھی دو چار روز رہتے تھے کہ فوج کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ تو ایک صحابیؓ نے فوراً آواز دی کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دشمن سے بھی وعدہ پورا کرو۔ دیکھو صلح حدیبیہ کو کفار مکہ نے توڑا پھر ابوسفیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ معاہدہ ٹوٹ تو چکا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ باقی رکھا جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا اگر رب العزۃ یہ کام نہ فرماتے تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں مکہ کی فتح نہ دیکھ سکتے۔ بس وجہ یہ کہ یورپ نے خدا کے بجائے مادی اخلاق کو لیا تو یہ اصول رکھا کہ مادہ میں اگر فائدہ ہو تو کر لو ورنہ وعدہ پورا نہ کرو۔ تمام یورپی اخلاق اسی طرح ہیں مطلب یہ ہے کہ جو قوم خدا پر یقین نہیں رکھتی وہ ہی مادہ پر رکھتی ہے تو ان کا اخلاق اخلاق نہیں رہتا۔ آج اگر اسلامی اخلاق ہو تو کشمیر اور فلسطین کا جھگڑا دو منٹ میں حل ہو جائے۔ آج تو کہتے ہیں کہ ہم دیکھی ہوئی چیز کو مانیں گے یہ مسلمان کا قول ہے شرم نہیں آتی۔ مخزن اخلاق میں قدیم زمانہ میں ایک بزرگ فوت ہو گئے ان کا بیٹا رہ گیا وہ جاہل تھا وہ ایک ہنڈیا لایا اور یکم تاریخ کو اس میں

ایک مینگنی ڈالی روزانہ ایک ڈالتا رہا ایک دن اس سے غائبانہ بکری نے مینگنی کر کے تقریباً بھر دیا تو کسی نے پوچھا آج کیا تاریخ ہے کہا کہ ساٹھ تو وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ ساٹھ کہا ہاں یہ بھی خدا کے ڈر سے کمی ہے ورنہ ہے تو دو صد سے بھی زائد۔ یہی حال یورپ والوں کا ہے کہ ہم تو دیکھی ہوئی چیز مانیں گے۔ بہر حال ایک مادی افادی اخلاق ہے ان کی کوئی قیمت نہیں۔ (2) اسلامی اخلاق ہے اس میں ایک چیز ایسی ہے کہ دنیا اس طرف ٹل جائے تو مسلمان کو اس پر عمل کرنا ہوگا۔ قرآن۔ اے ایمان والو تم عدل پر جمے رہو۔ سچی گواہی دینا اگرچہ تمہارے اور تمہارے رشتہ داروں کے خلاف بھی ہو تو دیکھو بہتر اخلاق کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے کس طرح فتوحات کیں ان کے بہتر اخلاق کو تو انگریز نے بھی مانا ہے۔ احمد آباد ہندوستان کا ایک شہر ہے اس کو احمد شاہ نے بنوایا تھا۔ اسکے فرزند کے ہاتھ سے ایک ہندو قتل ہوا دعوی دائر ہوا یہ بیٹا نہ تھا داماد تھا دونوں کو قاضی کی عدالت میں بھیجا کہ ان کا فیصلہ کرو ہندو نے دیکھا کہ اگر یہ قتل ہو گیا تو مجھے کیا ملے گا معاف کر دوں تو کچھ دیت تو مل جائے گی قاضی نے فیصلہ کیا کہ ثبوت دعوی کے ساتھ شرعی سزا پھانسی دی گئی ہے مگر مدعی نے معاف کر دیا ہے تو دیت ادا کی جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اس کی معافی میں بادشاہ کے داماد ہونے کا دخل ہے میں معافی کو منسوخ کر کے پھانسی کا حکم دیتا ہوں تو اس پر آنسو ٹپک

پڑے کیوں کہ اس کے گھر ایک خوبصورت بیٹی بیاہی ہوئی تھی تو کیا ایسا کوئی فیصلہ عیسائی دنیا میں دکھاسکتے ہو؟ اندلس کے مسلمان بادشاہ کے بیٹے کے ہاتھوں ایک پادری قتل ہو گیا تو بادشاہ نے اس کے عوض میں بیٹے کو قتل کر دیا۔ کیا عیسائی دنیا ایسا کوئی فیصلہ دکھا سکتی ہے؟ مامون الرشید کی مراکش سے لیکر کشمیر تک سلطنت تھی ایک فیصلہ میں قاضی نے مامون الرشید کے خلاف فیصلہ کیا تو بادشاہ نے قاضی کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔ اس وقت مومن بادشاہ تھے۔ آج اگر کسی افسر کی خوشامد نہ کریں تو نقصان دیتے ہیں۔ دو چیزیں ہوں طاقت اور قرآن پھر تو بس دنیا ہماری ہی ہے۔ بادشاہ نے کاریگر کو بلایا کہ ایک مسجد تیار کرو تو تیاری ہونے کے بعد دیکھا تو پسند نہ آئی کاریگر کا ہاتھ کاٹ دیا۔ قسطنطنیہ کی عدالت تھی بادشاہ کو فوراً حکم دیا کہ حاضر ہو آج تو عالم کی بات کوئی بھی نہیں مانتا ورنہ عالم کے ایک حکم پر بادشاہ کانپتے تھے۔ بادشاہ نے اپنے جرم کا اعتراف کیا تو بادشاہ محمد مراد خامس کو ہاتھ نکالنے کا حکم دیا کہ ہاتھ نکالو تاکہ قصاص لوں تو سنتے ہی ہاتھ نکال لئے یہ بادشاہ کے اخلاص کا نظارہ تھا۔ تو مدعی معمار نے معاف کر دیا نتیجہ یہ کہ اگر یہ لفظ معمار نہ بولتا تو متحدہ یورپ کے پانچ حملوں کو شکست دینے والا ہاتھ صرف قاضی کے حکم سے کاٹ دیا جاتا۔ پیغمبرؐ کے قانون کا دبدبہ دیکھا کہ بادشاہ بھی مجبور ہوتے ہیں اس قرآن کے آگے غلام اور مولا چٹائی

اور قالین برابر ہیں۔ کیا اس کے مقابلہ میں یورپ کوئی قانون پیش کرسکتا ہے؟ یورپ کے اخلاق کی آخری سرحد اقوام متحدہ ہے۔ احمد شاہ بخاری مرحوم نمائندہ پاکستان کہتا ہے کہ یورپ کے ایسے گندہ قانون ہیں کہ اگر ضعیف ملک قوی سے کوئی حق رکھتا ہو تو مسل ہی ختم ہوجاتی ہے اور اگر قوی نے ضعیف سے لینا ہو تو فوراً ہی معاملہ طے کرلیتے ہیں۔

درس نمبر: ۴۳
3 ستمبر 1965ء

سُورۃ فاتحہ اَور ہماری اِصلاح

سورۃ فاتحہ کا اکثر بیان ختم ہو چکا ہے آج ارادہ ہے کہ سورہ بقرہ شروع کریں مگر ایک اہم چیز فاتحہ میں باقی ہے وہ یہ کہ سورۃ فاتحہ میں ہماری اصلاح کیا ہے۔ یعنی وہ کونسا سبق ہے جس سے ہماری اصلاح ہو جائے۔ تو سورۃ فاتحہ میں اصلاح کیلئے پہلی چیز تصورِ ذکر ہے۔ جس کا ماخذ الحمدللہ ہے جو آدمی جس قدر زبان پر اللہ کا نام لیتا ہے اس قدر نفس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ الحمدللہ کہ ساری تعریف اللہ کیلئے ہے تو جس قدر ذکر ہو گا اس قدر قلب میں نور پیدا ہو گا۔ ایک تصور ذکر جو الحمدللہ سے ماخوذ ہے۔ (2) تعلق با لمذکور کہ اللہ سے اپنا تعلق بڑھانا یہ مراقبہ انعامات الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ کہ دل کی گہرائی سے اللہ کی نعمت کا مطالعہ کرے ایک ایک نعمت ایسی ہے کہ پوری دنیا نہیں بنا سکتی۔ اس کا ماخذ رب العلمین سے الرحمن الرحیم تک ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے جو نہیں کرتا یہ دونوں مردہ اور زندہ کی مثل ہیں۔ حدیث حضور کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے کہایا اللہ تو میری امداد کر کہ میں تیرا ذکر کروں۔

ہمارا وجود اور اس سے جو باہر ہے وہ اللہ کا انعام ہے۔ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ (1) انعام کرنیوالا۔ (2) جس پر انعام ہو۔ (3) کہ پوری کائنات نعمت ہے اور جو آدمی ان دو نعمتوں سے محروم ہے کہ نہ ذکر کرے اور نہ تعلق بالمذکور کرے تو قرآن میں عقلمندوں کیلئے دلائل ہیں۔ پھر قرآن فرماتا ہے کہ عقلمند کون ہے آج تم اس کو دولتمند کہتے ہو جس کے پاس دولت یا ڈگری ہو۔ مگر قرآنی عقلمند وہ ہے جو ذکر و فکر کرے قرآن کہ جو قیاماً و قعوداً وغیرہ میں ذکر کرے اور کارخانہ جہان میں فکر کرتا ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلا

اے رب تو نے فضول چیز نہیں بنائی یہ قرآن نے عقلمندی کی کہ ایک تو اللہ کا ذکر اور دوسرا فکر جہان، ذکر اس وقت ہوتا ہے کہ دل اور زبان سے تعلق ہو۔ اکبر مرحوم ـــــ

خدا کو اکثر زیب زباں تو پایا عشق بتاں کو لیکن نقش قلوب دیکھا

یعنی زبان اور دل کا تعلق ہو یہی وجہ ہے کہ جان نکلنے کے وقت ہر اعضاء کے بعد دل کی حرکت بند ہو جاتی ہے کیونکہ یہ صرف اللہ کیلئے بنایا گیا ہے۔ جو آدمی کثرت سے ذکر اللہ کرے تو ایک نور پیدا ہوتا ہے اور دوسرا تعلق بالمذکور ہو جاتا ہے۔ یعنی زبان اور دل کا تعلق ہو۔ (3) تصور تعلق بالمعاد یعنی آخرت سے

تعلق یہ نفس میں نور پیدا کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور دوسرے مسلمان جن کے اعمال عمدہ تھے ان کی وجہ یہ تھی کہ ان کو آخرت ہر وقت یاد تھی اور فطرت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ہم ہر وقت آخرت کو یاد رکھیں اور کسی وقت نہ بھولیں۔ مثلاً قتل کے ملزم کو کہا جائے کہ فلاں دن تیری پیشی ہو گی تو اس کے تین احتمال ہیں (1) پھانسی۔ (2) بیس سال۔ (3) بری ہونا۔ اس کے بعد جب تک وہ تاریخ نہ گذرے گی تو اس کا دل اس تاریخ سے اٹکا رہیگا۔ دیکھو جیل خانہ کی تاریخ تو ٹل سکتی ہے۔ ہماری بھی قیامت کو تاریخ ہو گی جو کسی صورت میں نہیں ٹل سکتی لَامَرَدَّلَہٗ وہ تاریخ ٹلے گی نہیں اور آخرت کی پھانسی جہنم ہے جو ایک سیکنڈ کی نہیں اربوں کھربوں مدتوں کی ہے۔ بی بی رابعہ بصری رَحِمَہَااللہ کو کسی نے کہا کہ تو نے نکاح والی سنت ادا نہیں کی کہا کہ نفس کو بار بار نکاح پر آمادہ کرتی ہوں لیکن نکاح تو ایک خوشی کی چیز ہے تو غم آخرت میں اتنی گھلی ہوئی ہوں کہ آنکھ بند ہونے کے بعد جزا اور سزا ملنی ہے تو کیا حالت ہو گی۔ حدیث ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ادا کر رہے ہیں اور آنکھ سے آنسو اور رونے کی آواز ایسی تھی جس طرح پانی ابالا جائے تو اسکے ابلنے کی آواز پیدا ہو اور زبان سے وہ آیات تلاوت فرما رہے تھے جو آخرت کے متعلق تھیں۔ شفاء قاضی میں اور دیگر علماء نے بیان کیا ہے کہ جس مٹی سے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عضو مبارک لگ جائے تو وہ جگہ عرش سے بہتر ہے۔ آج تم صبح سے شام تک

گناہ میں ڈوبے ہو مگر پرواہ نہیں (یہ بے پرواہی ایسی ہے کہ جس طرح بکری بیفکر ہوتی ہے کہ کیا ہو گا) اکبر مرحوم تصور آخرت کے متعلق (سر میں سودا آخرت کا ہو یہی مقصود ہے" مغربی ٹوپی پہن یا مشرقی دستار رکھ) اس سر میں یہ کوشش کرو کہ آخرت کا خیال رہے مغربیت کا خیال اگر سر میں ہو تو وہ یہ سبق دیتا ہے کہ جہان کی ہر چیز سے مٹ جاؤ اور اللہ سے کٹ جاؤ اللہ کا تعلق بہت بڑا ذریعہ ہے۔(علوم مغربی کی کیا یہی روشن ضمیری ہے" کہ خدا کو بھول جانا اور محو ماسوا ہونا) اللہ کا تعلق بہت بڑا ذریعہ ہے۔ قدیم زمانہ میں بڑے لوگوں کو بھی آخرت کی فکر ہوتی تھی اکبر اور داراشکوہ یہ الحاد میں تھے لیکن قدرت نے داراشکوہ کے تخم سے عالمگیر کو پیدا کیا جو اسلام کے آخری تیر تھے۔ دین کی جدوجہد میں مسلسل تین راتیں نیند نہ آئی جب اکبر سے سوال کیا گیا کہ کیا بیماری ہے کہ تین یوم سے نیند نہیں فرماتے کہنے لگا کہ سونے کے وقت جب روشنی بجھائی گئی تو قبر کا اندھیرا یاد آ گیا تو قلب اتنا مضطرب ہو گیا ہے کہ نیند نہیں آتی۔ تو ہر شخص اکبر کی بے چینی دور کرنے کی کوشش کرنے لگا بیربل ہندو وزیر تھا دین سے کچھ واقف تھا کہنے لگا کہ آپ کو یہ یقین ہے کہ آپ کے پیغمبر علیہ السلام مدینہ میں اپنے مزار مبارک میں زندہ ہیں تو جب زندہ ہیں تو ان کی روشنی تمہاری قبروں کو آ کر روشن کر دے گی۔ میں نے بتلانا یہ ہے کہ قبل زمانہ میں بے

دینوں کو بھی فکر آخرت ہوتی تھی اس کا ماخذ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے
آگے تعلق بالمذکور کیلئے دو چیزیں لائی گئیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ- وَاِيَّاكَ
نَسْتَعِيْنُ عبادت اور استعانت دونوں انسان کو اللہ رب العزۃ سے
جوڑتی ہیں عبادت تو اللہ سے جوڑ دیتی ہے اور استعانت یہ کہ دنیا
میں انسان ادھورا ہے دولت ہے تو صحت نہیں اگر صحت وغیرہ
ہے تو اولاد نہیں وغیرہ غرضیکہ کوئی نہ کوئی چیز انسان کو میسر
نہیں۔ ایسی حالت میں قدم قدم پر ضرورت آئیگی کہ ایاک
نستعین کہ اللہ سے جڑ جاؤ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پہلے زمانہ میں چراغ
کی روشنی ہوتی تھی (1) چراغ (2) بتی (3) تیل انکے بعد روشنی ہوتی
تھی تصور ذکر (1) تصور بالمذکور (2) تصور آخرت (3) ھدایت کی
روشنی لیکن گمراہ آدمی یا غلط کتابوں کے پڑھنے سے یہ ھدایت کا
چراغ ایمانی شاید بجھ جائے تو بجھنے کی حفاظت کیلئے ر تہ ہی فرما دیا
صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہ ھدایت والوں کی صحبت اختیار کرو
تا کہ ھدایت باقی رہے اس کا چراغ نہ بجھے۔ جو غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ بہت بابرکت ہے بزرگان کا قول
ہے کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اول آخر درود شریف
سہ (3) بار درمیان میں سورۃ فاتحہ اکتالیس مرتبہ روزانہ پڑھے ہر مشکل
کیلئے یہ زکوٰۃ ہے پھر جس کیلئے پڑھنی ہو تو تین مرتبہ درود شریف
اور تین یا اکتالیس مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرے شفا ہو گی ہر
مشکل اور ہر مرض کیلئے مجرب ہے اگر معمول کے وقت کام کا تصور
کرے تو حل ہو گا۔

ساتھ والے صفحہ پر حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی سورۃ فاتحہ پر وہ تقریر پیش کی جارہی ہے جو آپؒ نے گوجرانوالہ کے مدرسہ نصرۃ العلوم کی جامع مسجد نور میں بیان فرمائی تھی جس کے متعلق

حضرت علامہ مولانا عبدالحمید صاحب سواتی دامت برکاتہم نے یہ فرمایا:

حضرت مولانا افغانیؒ نے جب "جامع مسجد نور" میں صبح نماز فجر کے بعد سورۃ فاتحہ پر درس دیا، تو حاضری کافی تھی، تقریباً تین ہزار سے زیادہ کا مجمع تھا۔ بڑے بڑے صاحب فہم اور جدید روشنی والے لوگ بھی موجود تھے، درس کے بعد کہہ رہے تھے کہ "خوامخواہ لوگ کہتے ہیں کہ علماء سیاست نہیں جانتے، حضرت افغانیؒ نے تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ہی ساری سیاست سمجھادی ہے،

پھر جب بخاری شریف کی آخری حدیث پر آپ نے تقریر فرمائی تو طلباء اور علماء کرام کا جم غفیر تھا۔ دیوبند کے ایک پرانے فاضل بزرگ بھی اس وقت موجود تھے۔ درس کے بعد مجھ سے فرمانے لگے کہ "آج مولانا افغانیؒ نے حضرت مولانا انور شاہؒ کی یاد تازہ کردی ایسی جامع مانع اور اثر انگیز تقریر فرمائی جو معلومات کا ایک سمندر معلوم ہوتی تھی۔"

سورۃ فاتحہ

اور

اسلامی طرز حکومت

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
الحمدللہ رب العلمین۔ الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد
و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت
علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین۔ (آمین)

حضرات! آپ کے سامنے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی گئی ہے۔ یہ عظیم
الشان سورۃ چونکہ قرآنی مضامین کی بنیاد ہے۔ اور اس کی تفسیر مختلف طرز سے

کی گئی ہے۔ آج میں اس کی تفسیر سیاسی طرز سے کروں گا۔۔۔۔ علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ الفرق بین کلام اللہ وکلام المخلوق کا لفرق بین اللہ وبین المخلوق یعنی اللہ اور اسکی مخلوق کے کلام میں ایسے ہی فرق ہے جیسے خود اللہ اور مخلوق میں جو مقام اللہ تعالیٰ کا ہے وہی اس کے کلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خطاب فرمایا۔ اور در حقیقت مقصد امت کو سمجھانا ہے کہ اذاقرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم. چونکہ قرآن منبعِ حیات اور تمام صفات حمیدہ کا سر چشمہ ہے۔ اس کے آغاز میں تعوذ (اعوذ باللہ کہنا) ضروری قرار دیا ہے کہ شیطان الرجیم سے پناہ مانگو۔ شیطان پہلے بھی کھلا تھا اس بیسویں صدی میں اس کی گمراہی اور زیادہ کھل گئی ہے کہ قرآن پڑھ پڑھ کر لوگوں کو گمراہ کیا جارہا ہے۔۔۔۔ پہلے سے فرمادیا تھا کہ یضل بہ کثیراًویھدی بہ کثیرا. جو لوگ اپنی منشا سے قرآن بیان کریں گے، لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور جو سلف صالحین کی طرز پر اسکی تفسیر کریں گے، وہ صحیح ہو گی اور ہدایت کا ذریعہ ہو گی۔ اپنی منشا سے تفسیر ابو جہل بھی کر سکتا تھا۔ تلوار دوست اور دشمن سب کو کاٹتی ہے، ایسے ہی قرآن قابلِ ہدایت ہے بشرطیکہ طریقۂ اسلاف پر اس کا فہم اور بیان ہو، اگر سلف سے ہٹ کر ہو تو لامحالہ گمراہی ہو گی۔۔۔۔

ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ ایک مستشرق نے مجھ پر اعتراض کیا (مستشرق اس کو کہتے ہیں جو مشرقی علوم کا ماہر ہو) کہ شیطان انسان کا عظیم دشمن ہے، پوری دنیائے انسانیت کی گمراہی کا کام کرتا ہے اور خدا نے کہا ہے۔ ان الشیطان لکم عدوّ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔۔۔ لیکن

علاج اتنا آسان کہ آعوذ باللہ پڑھنے سے بھاگ جائے۔ میں نے کہا کہ آپ نے جواب نہیں دیا کہ دشمن اگرچہ اتنا بڑا ہے، لیکن علاج بھی بہت بڑا ہے۔ اس کو معمولی نہ سمجھو۔ شیطان سے بچاؤ کا صرف یہی طریقہ ہے، بے علمی کے سبب جواب نہ دیا۔ انگریز نے ہر زمانہ میں اسلام کو مٹانے کی کوشش کی مگر تاریخ شاہد ہے کہ مٹا نہ سکا۔ کیونکہ مسلمان زندہ ہیں اور باری تعالیٰ ان سے خدمت دین لے رہا ہے اگر ایک آدمی روئے زمین کا صدر ہو اور تمہارے پاس صرف دین ہو تو تم بڑے مرتبہ والے ہو۔ بہر حال میں نے اسے بتایا کہ استعاذہ بڑا عظیم علاج ہے۔ کیونکہ دشمن کے مقابلہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: داخلی قوت اور خارجی قوت۔ داخلی قوت مثلاً بحری، برّی، ہوائی فوج مضبوط ہو، جدید اسلحہ سے لیس ہو اور خارجی یوں مثلاً ملکوں کا باہمی اتحاد ہو جائے۔ مدافعت کے یہی دو طریقے ہیں۔ بعض بزرگوں نے تعوّذ کو فاتحہ سے ملایا ہے۔ جیسے صاحب روح المعانی سیّد محمود آلوسی اور امام رازیؒ نے کیا ہے اور بعض حضرات نے تفسیر بسم اللہ سے کی ہے تو جو شخص کسی نیک کام پر اعوذ باللہ پڑھتا ہے اس کو بھی شیطان کے بھگانے میں دخل ہے کیونکہ اس سلسلہ میں شیطان کو پہلا علم تو یہ ہے کہ بندہ نے اللہ کو پکارا ہے۔ دوسرا علم اسکو یہ ہے کہ اللہ نے بندے کی پکار سن لی۔ تیسرا علم یہ ہے کہ یہ بات خود اللہ نے بندہ کو سکھلائی ہے۔ چوتھا علم یہ ہے کہ اللہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔ ان چار علوم کے ہوتے ہوئے شیطان بھاگ جائے گا کہ بندے نے ایک عظیم خارجی طاقت کو ساتھ ملا لیا ہے، جیسے ایک چھوٹا بچہ گھر سے باہر نکلا، گلی میں ایک آٹھ سالہ بچہ اسے آملا اور اس آٹھ سالہ بچہ نے اس پر ہاتھ اٹھایا تو اس بچہ کی داخلی قوت تو

ہے نہیں، وہ خارجی قوت یعنی باپ کو آواز دے گا۔ آواز سنتے ہی باپ آ جائے گا۔ اس طرح آٹھ سالہ بچہ بھاگ جائے گا کہ اس نے ایک خارجی قوت کو طلب کر لیا۔ معلوم ہوا کہ اعوذ باللہ خارجی قوت کیلئے بڑا مؤثر ہتھیار ہے، اور یہ محض قول نہیں حافظ ابن قیم علیہ الرحمۃ نے معوذتین کی تفسیر کی ہے جس میں شیطان کی کارروائی پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے بڑی پتہ کی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیطان دو کام کرتا ہے۔ شہوات اور خواہشات کو برانگیختہ کرنا اور شبہات پیدا کرنا۔ مومن کے پاس سب سے بڑی نعمت ایمان ہے، عقیدہ ہے، نیک عمل ہے، عقیدہ کو شبہات سے بگاڑتا ہے۔ دماغ کے اندر مختلف تفکرات پیدا کرتا ہے اور عمل کمزور کرنے کے لئے خواہشات و شہوات کو برانگیختہ کرتا ہے، تاکہ انسان مرتکب گناہ ہو۔ بس شیطان کے پاس یہی دو جال ہیں۔ عملی کمزوری میں صبح کی نماز سے روکتا ہے اور خصوصاً تہجد کی نماز سے کیونکہ فرض نماز کے بعد تہجد کی نماز سب سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت میں تہجد کے لئے نہیں اٹھ سکتا۔ سوتے سوتے تہجد ناغہ ہو جاتی ہے۔ آپ تدبیر بتائیں۔ حضرت نے فرمایا تو کیا ہوا۔ کیونکہ قصور تو بیداری میں ہے، نیند میں کوئی قصور نہیں۔ انما التفریط فی الیقظه... جیسے حدیث سے ثابت ہے کہ جسکو نیکی کی عادت ہو مثلاً تہجد پڑھنا درس قرآن سننا۔ اگر بیماری کی وجہ سے یہ عبادت رہ جائے، تب بھی بفحوائے حدیث اسے اجر ملے گا۔ دوسرے صاحب نے حضرت تھانوی کو خط لکھا، حضرت کی عادت تھی کہ نہایت مختصر جواب اُسی کاغذ پر لکھ دیتے تھے۔ اس نے لکھا کہ تہجد کے وقت آنکھ کھلتی

ہے۔ مگر پھر بھی نہیں اٹھ سکتا۔ حضرت ؒ نے فرمایا، سُستی ہے اور اس کا علاج چستی ہے اور پھر لکھا کہ جب سستی ہے تو مان لو کہ تمہاری اور شیطان کی کشتی ہے۔ تو تم بھی اس کے مقابلہ میں زور لگاؤ-----۔ بہر حال اعوذ باللہ میں خارجی قوت بہت زیادہ ہے اور داخلی قوت یہ ہے کہ اعوذ میں فرمایا گیا ہے کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، تو مستعاذ (وہ ذات جس کے ذریعہ پناہ مانگی جائے) وہ ذات ہے جو تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہے، بڑا وصف صدق ہے۔ جب شیطان آدمی کو شہوات پر ابھارتا ہے۔ مثلاً زنا کرنے، شراب پینے، اور رشوت لینے پر۔ تو اس وقت یہ شخص تصور کرے گا کہ ان گناہوں پر تو سزا ملے گی۔ مگر شیطان دنیوی لحاظ سے فوائد کو سامنے لاتا ہے، اُخروی سزا بھلا دیتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ دنیوی فوائد کو نظر انداز کرتے ہوئے اخروی فوائد کو سامنے رکھے۔ اس لئے تو حضور علیہ السلام پر دشمنوں نے پتھر برسائے۔ آپ نے دعا فرمائی اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون. (اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ ناسمجھ ہے۔) مگر رشوت خور پر آپ نے لعنت فرمائی۔ لعن اللہ الراشی والمرتشی والاخذ والمعطی. (اللہ تعالیٰ رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت بھیجتا ہے۔)----۔ تو رحمۃ اللعالمین ﷺ کی دعا قبول ہوئی۔ شیطان عبادات کا یہ فائدہ نظروں سے غائب کر دیتا ہے۔ تو فرمایا کہ اللہ سے استعاذہ کرو۔ شیطان شکوک پیدا کرے تو اس کا بھی علاج ہے۔ اللہ نے بھلائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا اور برائیوں کے لئے شیطان کو پیدا کیا۔ شیطان شبہ ڈالے گا کہ حضور علیہ السلام معراج پر ایک رات میں کیسے آئے گئے۔ پہلے جواب یہ ہے کہ معراج تو اللہ نے کرایا۔ اُس کیلئے کوئی مشکل

نہیں۔ جو بوجھ چیونٹی کے لئے مشکل ہے وہ ہاتھی کے لئے مشکل نہیں۔ کیونکہ اسکی طاقت بڑی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے فلاسفروں کی طاقت چیونٹی کی طاقت ہے۔ اور ادھر اللہ کی طاقت ہے۔ اسری بعبدہ (کہ راتوں رات اپنے بندہ کو لے گیا) اسکی طاقت کی دلیل ہے۔ مثال یوں سمجھو کہ سورج کی روشنی زمین تک ایک سیکنڈ میں پہنچتی ہے، لیکن سورج زمین سے ۹ کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ اور بعض ستارے تو اربوں میل دور ہیں۔ لیکن ان کی روشنی ایک سیکنڈ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ تو اللہ میاں نے نظیر سے سمجھایا کہ اتنی دور کی چیز ایک سیکنڈ میں تم دیکھ سکتے ہو۔ تو اللہ میاں نے تمام شکوک و شبہات دور کر دئے اور جڑ کاٹ کر رکھ دی کہ تعوذ کرو ورنہ شیطان شبہ ڈالے گا کہ ایسی طاقت حضور کو کوئی نہیں، اس کا ازالہ کیا کہ اعوذ باللہ پڑھو۔ شیطان مردود ہے تو اس کا شبہ بھی مردود ہے۔

الحمد لله. حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو اونٹ کے انبار برابر دفتر تیار ہو جائے۔ لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو جہانوں کا پروردگار ہے۔ چونکہ مخاطب ۹۵ فیصد عوام ہوتے ہیں۔ اہل علم ۵ فیصد ہوتے ہیں۔ قرآن کا طریق یہ ہے کہ ان کے سمجھانے کا خاص اہتمام کرتا ہے۔ اور عام انداز سے کلام فرماتے ہیں۔ اور یہ قرآنی اعجاز ہے۔۔۔۔ تفسیر اتقان میں ہے کہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ عوام اور خواص دونوں کی رعایت کرتا ہے۔ بدر الدینؒ زرکشی نے لکھا کہ قرآن میں عوام و خواص دونوں کا لحاظ ہے۔۔۔۔ مٹی کی خاصیت بنانا ہے، آگ کی خاصیت بگاڑنا ہے۔ زمین میں بیج ڈالو تو وہ پہلے گل سڑ جاتا ہے۔ مگر پھر یہی

دانہ سات سو تک بن جاتا ہے اور اسی کو اگر آگ میں ڈالو تو جل جائے گا۔ شیطان کی خلقت آگ سے ہے۔ اس نے اپنے کو افضل سمجھا اور سجدہ سے انکار کیا۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس میں تواضع نہیں تکبر ہے۔

ایک تعلیم یافتہ نے مجھ سے کہا کہ ایسے خبیث شیطان کو پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی؟ میں نے کہا اس کے پیدا کرنے میں بڑی حکمت ہے۔ شیطان کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب اس کا تصور ہوتا ہے تو ایمان کی حفاظت کا خیال آجاتا ہے ایک مکان میں لاکھوں روپے ہوں۔ چور کا خیال ہو تو حفاظت کا اہتمام ہو گا۔ بھارت سے مقابلہ ہوا تو مسلمان بیدار ہو گیا۔ بحری جہاز دفاعی فنڈ وغیرہ جمع کردئے تو بغیر مقابلہ کے بات نہیں بنتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مٹی سے کچی اینٹ بنتی ہے مگر اسے آگ میں پکاؤ تو اسکی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ ہمارا ایمان کچی اینٹ کی مانند ہے، جو شیطان سے پکتا ہے۔۔۔۔ تو اس کے پیدا کرنے میں حکمتیں ہیں۔۔۔۔ آجکل سیاست جھوٹ، غداری اور نفاق کا نام ہے۔ شروع میں انگریز نے جھوٹ اور غداری سے سیاست چلائی مگر دوسرے ممالک جب بیدار ہوئے انہوں نے اسکی سیاست واضح کردی تو وہ اس سے پیچھے رہ گئے۔ بخاری میں روایت ہے۔ کان بنی اسرائیل تسوسهم الانبیاء کہ ان کی سیاست انبیاء علیہم السلام چلاتے۔ ایک نبی کے انتقال کے بعد دوسرا آجاتا۔ تو بیسویں صدی کے ان شیطانوں کا کام جو ہے یہ صحیح سیاست نہیں۔ معلوم ہوا کہ سیاست انبیاء کا کام ہے۔ سیاست کا معنی ہے حفاظت حقوق اللہ و حقوق العباد، یعنی وہ نظام و قانون جس میں اللہ کے حقوق اور اللہ کے بندوں کے حقوق کی حفاظت ہو۔ اب حالت یہ ہے کہ

مالگذاری میں کوئی ایک آنہ نہ دے تو جیل جائے۔ اور زکوۃ کوئی نہ دے تو کوئی نہیں پوچھتا۔ اللہ کے حقوق کی حفاظت نہیں۔ ایک آدمی غلط دعویٰ کرے کہ میں پٹواری ہوں اور نہ ہو تو اسے سزا ہے۔ کہے کہ میں ڈپٹی کمشنر ہوں اور جھوٹا ہو تو سزا پائے گا۔ لیکن ایک آدمی کہے کہ میں نبی ہوں تو اس کے لئے کوئی سزا نہیں، کوئی حرج نہیں، اللہ کے حقوق کی حفاظت ہی نہیں۔ سلطنت کی مضبوطی کا طریقہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ کا قصہ سناتا ہوں:

۱۔ انسداد فساد داخلی، اندرونی فساد کا دروازہ بند کرنا۔ ۲۔ انسداد فساد خارجی کہ بیرونی حملہ آور کو روکا جائے ان کا سدِ باب کیا جائے۔ ۳۔ مقصدِ سیاست یعنی جنرل قانون کیا ہو؟ تو اللہ میاں نے سورہ فاتحہ میں جنرل قانون بھی واضح فرما دیا کہ چونکہ وہ بڑا بادشاہ ہے۔ لہذا چھوٹے بادشاہ کو بھی اس کے طریقہ پر چلنا چاہیے۔ ایک دفعہ قومی اسمبلی کا اسپیکر میرے پاس آیا کہ کیا واقعی یہ حدیث ہے: السلطان ظل اللہ فی الارض۔ اس نے سمجھا کہ شاید انسانی حکومت اللہ کا سایہ ہے۔ تو انسان جو کچھ کرے اس پر بوجھ نہ ہو۔ میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سایہ اصل کے مطابق ہوتا ہے۔ ایک لکڑی دھوپ میں سیدھی کھڑی کر دیں تو سایہ سیدھا ہوگا، ٹیڑھی لکڑی کر دیں تو ٹیڑھا سایہ ہو گا۔ تو سایہ اصل چیز کی مخالفت نہیں کرتا۔ ثابت ہوا کہ جو اللہ کی مخالفت کرے وہ سایہ نہیں۔۔۔۔۔ وہ بیچارہ کچھ اور سمجھ کر آیا تھا۔ لیکن مطلب حل نہ ہوا، انسداد بغاوت داخلی کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حکومت سے نفرت ہوتی ہے۔ لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ آجکل مسلمانوں میں انتشار ہے۔ صدر سوئیکار نو نے حکومت چلائی انگریز اور امریکہ کو پسند نہ آئی لوگوں کو

گمراہ کیا۔ فوج اور سول کے آدمی ساتھ ملائے مسلمانوں میں غدار ہمیشہ پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ دس کروڑ مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ہمارے آزاد قبائل میں دو نواب تھے۔ ایک انگریز کا حامی دوسرا مخالف۔ مخالف کو ساتھ ملانے کا ڈھنگ سوچا۔ دوسرے سے اسکو حرامی کہلوایا۔ غداری تو ہوتی ہے۔ مجھ سے مسئلہ پوچھا میں نے کہا حرامی نواب جو انگریز کا مخالف ہے، اس حلالی سے اچھا ہے جو انگریز کا دوست ہے۔ حکومت ایسی ہو کہ ہر آدمی کی زبان سے نکلے سبحان اللہ کیا اچھا کام کیا۔۔۔۔۔ دوسری بات یہ ہے کہ قلوب الرجال بھی حکومت کے ساتھ ہوں، اس کے لئے چار قواعد ہیں: ۱۔ پرورش ۲۔ ان کے مفاد کی کوشش کرے۔ ۳۔ غریب و امیر سے عدل و انصاف کرے۔ ۴۔ دین کے نفاذ کی کوشش کرے تو عوام کے دل صاف ہوں گے اور حکومت کے ساتھ ہوں گے، اسکو فرمایا رب العالمین ۔ پرورش کا مسئلہ حل کیا۔ الرحمٰن یعنی دنیا میں۔ الرحیم یعنی آخرت میں عدل کیلئے مالکِ یوم الدین فرمایا، کہ روز جزاء کا مالک ہے۔

ایک دستور اساسی ہوتا ہے کہ پورا نظام حکومت اس کے گرد گھومتا ہے۔ وہی محور ہوتا ہے۔ اس کے لئے فرمایا: اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔۔۔ اور دستور اساسی کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ تبلیغ حق، تعلیم حق، اسی سے خلفاء راشدین کو عروج نصیب ہوا۔ ملک حجاز سے نکل کر دائرہ مملکت وسیع کیا۔ عرب سے نکل کر حق کی تبلیغ کی لوگوں کو مسلمان بنایا تم بھی لوگوں کو کمیونزم سے نکالو امریکہ روس وسعت مملکت میں لگے ہیں۔ تم کیوں نہیں کرتے۔ یہ دستور اساسی کی شرط ہے کہ لوگوں کو تبلیغ

حق کی جائے اسلام پھیلاؤ گے، تبلیغ کرو گے تو امریکہ کے برعکس آپکی قوت و طاقت ہو گی ورنہ اُن کی۔۔۔۔۔۔۔ اور کام یہ ہے کہ انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم یعنی لوگوں کو گروہ مغضوب علیہم (جن پر خدا کا غضب نازل ہو) سے نکال کر منعم علیہم (جن پر انعام کیا گیا ہے) میں داخل کیا جائے۔

۔۔۔۔۔۔ تو اہدنا الصراط المستقیم سے ہمارا دستور اساسی شروع ہوتا ہے۔ اور ہمارا کام تبلیغ و اشاعت حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں سیاسی لحاظ سے تمام اصولی باتیں فرمادیں۔ لوگوں کی زبانیں حکومت کی مخالفت کرنے سے بند ہوں، دل حکومت کے ساتھ ہو، عدل و انصاف ہو، مساوات ہو، پرورش ہو، اشیاء ضروری مہیا ہوں۔ اور آخر میں دستور اساسی وضع فرمایا کہ تمہارا مرکز یہ ہے کہ حق کا بول بالا ہو۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے۔۔۔۔۔۔